علماء طلباء واعظین سالکین کیلئے بیش بہا تحفہ

خطبات الحفیظ

جلد دوم

خطبات ارشادات عارف باللہ

حضرت ڈاکٹر **حفیظ اللہ** مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ

خلیفہ مجاز

محیی الامت حضرت اقدس **مفتی محمد حسن** بانی جامعہ اشرفیہ لاہور

باہتمام
حضرت حاجی **عبدالستار** صاحب مدظلہ

ترتیب
مفتی عبدالرؤف رحیمی

مکتبہ فقیہیہ متصل جامعہ محمدیہ عربیہ نوابشاہ
Mob: 0301-3818440

خطبات الحفیظ

0301-3818440

علماء، طلباء، واعظین، سالکین کیلئے بیش بہا تحفہ

خُطباتُ الحفیظ

جلد دوم

قطب الارشاد عارف باللہ

حضرت ڈاکٹر **حفیظ اللہ** مہاجر مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ

خلیفہ مجاز

محسنُ الامّت حضرتِ اقدس **مفتی محمد حسن** بانی جامعہ اشرفیہ لاہور

باہتمام

حضرت حاجی **عبدالستار** صاحب مدظلہٗ

امام مسجد باب الاسلام سکھر

ترتیب وتدوین

مفتی عبدالرؤف رحیمی

ناشر

مکتبہ فتحیہ متّصل جامعہ محمدیہ عربیہ نوابشاہ

Mob: 0301-3818440

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : خطبات الحفیظ جلد دوم

باہتمام : حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہ۔ مسجد باب الاسلام اناج بازار سکھر

ترتیب وتدوین : مفتی عبدالرؤف رحیمی۔ استاذ حدیث جامعہ محمدیہ عربیہ نواب شاہ

کمپوزنگ : قاری محمد اسماعیل (ملتان) 0321-6314452

اشاعت : جنوری 2013ء۔ صفر ۱۴۳۴ھ

ملنے کے پتے

۱۔ ادارہ اسلامیات۔ 190 انارکلی اردو بازار لاہور۔
۲۔ دارالاشاعت اردو بازار کراچی۔
۳۔ ادارۃ الانور۔ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔
۴۔ قدیمی کتب خانہ۔ آرام باغ کراچی۔
۵۔ ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر 14۔
۶۔ مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر 14۔
۷۔ ادارہ اشاعت الخیر بوہر گیٹ ملتان۔
۸۔ المکتبۃ العلمیۃ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا۔
۱۰۔ بھائی عبدالغفار صاحب سویوں والے اناج بازار سکھر۔
۱۱۔ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔
۱۲۔ مکتبۃ الحمد نزد چوک گھنٹہ گھر ملتان۔
۱۳۔ داؤد بک اسٹال گھنٹہ گھر سکھر۔
۱۴۔ نعیم جنرل اسٹور نشتر روڈ سکھر۔
۱۵۔ حافظ محمد مبین آپٹیکل نزد الفاروق مسجد بیراج روڈ سکھر۔
۱۶۔ ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان۔

عرض مرتب وناشر

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ○ اما بعد!

قطب الارشاد، عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ (خلیفہ مجاز محسن الامت حضرت مفتی محمد حسن امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) اللہ تعالیٰ کے اُن برگزیدہ لوگوں میں سے تھے کہ جنہیں اللہ جل شانہ نے اصلاحِ خلق کے عظیم کام کیلئے منتخب فرمالیا تھا، اگرچہ ظاہر بین آپ کو ایک جسمانی معالج کے طور پر دیکھتے اور جانتے تھے، لیکن اہلِ معرفت اچھی طرح واقف تھے کہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ شیخ طریقت، عارفِ کامل اور ماہر روحانی معالج بھی تھے، چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرجع الخلائق بنا دیا تھا اور آپ سے کسبِ فیض کرنے والوں میں عوام الناس کے علاوہ بڑی تعداد میں اہل علم وفضل بھی شامل تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ظاہری و باطنی تمام خوبیوں سے مالا مال فرمایا تھا مثلاً آپ منکسر المزاجی، متواضع، صبر، شکر، توکل، تفویض، رضا بالقضاء اور محبت الٰہیہ جیسی صفات کمال سے حقیقۃً متصف تھے، آپ اتباع سنت واتباع شریعت کی جیتی جاگتی تصویر تھے اور اپنے تمام متعلقین ومتوسلین کو بھی اتباع سنت کی ہمیشہ تلقین وتعلیم فرماتے تھے۔

آپ اپنے متعلقین کی اصلاح وتربیت کیلئے وقتاً فوقتاً اصلاحی بیانات بھی فرمایا کرتے تھے (جن کے بارے میں کچھ تفصیل خطبات الحفیظ جلد اول کے شروع میں استاذیم حضرت مولانا ارشاد احمد دامت برکاتھم کے مضمون میں آچکی ہے) اور آپ کے بیانات زیادہ تر فکر آخرت، انابت الی اللہ، خوفِ خدا، حب الرسول، حب فی اللہ، اصلاحِ باطن جیسے اہم موضوعات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے سامعین کیلئے

بے حد مفید ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے بلکہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی مقبولیت عند اللہ اور اخلاص کی برکت ہے کہ آپ کے وہ بیانات کسی قدر کیسٹوں کے ذریعہ محفوظ ہو گئے تھے اور آج وہ حضرت حاجی عبدالستار صاحب دامت برکاتھم (خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر صاحبؒ) کی توجہات اور کاوشوں کے نتیجے میں کتابی شکل میں شائع ہو کر سامنے آرہے ہیں۔ قبل ازیں احقر مرتب کے ذریعہ ''خطبات الحفیظ جلد اول'' شائع ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔ زیر نظر خطبات الحفیظ جلد دوم حضرتؒ کے بیانات کا دوسرا مجموعہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے بیانات و مواعظ کے بارے میں ایک مضمون سیدی و مرشدی حضرت اقدس مفتی عبدالقادر صاحبؒ (شیخ الحدیث دار العلوم کبیر والہ) کا شائع کیا جارہا ہے جو کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے حالات زندگی میں تحریر فرمایا تھا۔ اس مضمون سے حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے بیانات کی افادیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ

''قدرِ جوہر مے شناسد جوہری''

اللہ تعالیٰ اس جدید کاوش کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے۔ اس جلد کی تیاری میں جتنے احباب شریک رہے ان سب کیلئے ہدایت و نجات کا ذریعہ بنائے آمین یا رب العالمین۔

احقر عبدالرؤف رحیمی

مدرس: جامعہ محمدیہ عربیہ نواب شاہ

۱۵ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ

اجمالی فہرست

خوفِ خدا 39

محبتِ الٰہیہ 69

''بدنظری اور اُس کا علاج'' 87

''شانِ عبدیت'' 101

اصلاح قلب 123

کثرتِ ذکرُ اللہ 145

حج و عمرہ کے فضائل 169

مکہ اور مدینہ میں پیش آنے والے چند ایمان افروز واقعات 178

سفرِ حج کے ایمان افروز واقعات 191

''خواتین کی پرہیزگاری'' 198

تعلق مع اللہ 225

فہرست

○	عرض مرتب وناشر	3
○	مختصر سوانح حیات	21
○	فہرست خلفائے مجازین	25
○	حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے مواعظ ونصائح	28
❖	**خوفِ خدا**	39
○	اللہ سے ڈرتے رہو	40
○	روزانہ اپنا محاسبہ کریں	40
○	اللہ تعالیٰ کو تمہارے ہر عمل کی خبر ہے	41
○	بروزِ قیامت ہر چیز گواہی دے گی	42
○	قیامت کے دن گناہگار گناہ کرتا ہوا نظر آئیگا	43
○	ہماری دنیا یہی ہے جتنی ہماری عمر ہے	43
○	ایک فلسفی کا واقعہ	44
○	ملک الموت کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا	46
○	دنیا کی چیزیں ختم ہونیوالی ہیں	46
○	دنیا کا وعدہ نہیں آخرت کا وعدہ ہے	47
○	دنیا بے گھر کا گھر ہے	47

○ موت کی یاد سے فکر آخرت پیدا ہوتی ہے	48
○ روزانہ بیس مرتبہ موت کو یاد کرنے پر شہادت کا اجر ملنا	49
○ فکر آخرت کی وجہ سے دیگر غموں سے نجات ملتی ہے	50
○ حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت	50
○ واقعہ غار ثور	51
○ حضرت ابوبکر صدیق اور فکر آخرت	52
○ حضرت عمر اور فکر آخرت	53
○ حضرت عمرؓ کا رعایا کا حال معلوم کرنے کیلئے رات کو گشت کرنا	54
○ تمام اعضاء سے پوچھ ہوگی	56
○ غمی وخوشی کی رسومات میں لگنا یہ بھی بے فکری کی دلیل ہے	57
○ ٹی وی، راگ، تصویریں سب بے فکری کا سامان ہیں	58
○ حقیقی مفلس کون ہے؟	58
○ زیادہ نیکیاں بھی بروزِ قیامت کم محسوس ہوں گی	59
○ جہنم کی آگ کی تیزی	60
○ ایک عجیب واقعہ	61
○ دنیا کی کسی طاقت سے موت ٹل نہیں سکتی	62
○ حضرت ابراہیم بن ادھم کی ہدایت	63
○ حضرت عبداللہ بن مبارک کے غلام کی فکر آخرت	65
○ آج اپنا معاملہ صاف کرلیں	67
○ سمجھدار شخص کون؟؟	68

❖ **محبتِ الٰہیہ**	69
○ محبت الٰہی کے ثمرات	70
○ محبت الٰہی کی وجہ سے صحابہ کرام کو برا بھلا کہا گیا	70
○ محبت الٰہی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا گیا	71
○ اصل دیوانگی اللہ تعالیٰ کی محبت ہے	72
○ اللہ کا اتنا ذکر کرو کہ لوگ تمہیں بیوقوف کہنے لگیں	73
○ حضرت خواجہ باقی باللہ کا دورانِ حجامت ذکر جاری رکھنا	74
○ محبت الٰہی کا ایک واقعہ	74
○ ہو فنا ذاتِ الٰہی میں کہ تو نہ رہے	75
○ ایک بزرگ کا روٹی کی جگہ صرف ستو پر گزارہ کرنا	75
○ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی فنائیت کا واقعہ	76
○ حضرت ابوذرؓ کی فنائیت کا حال	76
○ حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مرادآبادی کی فنائیت کا واقعہ	77
○ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شانِ فنائیت	78
○ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا آسان راستہ اتباع سنت ہے	79
○ یہاں کی محبت کا صلہ اگلے جہان میں ملے گا	79
○ خدا بھی راضی ہو اور مخلوق بھی یہ نہیں ہوسکتا	80
○ اتباع سنت میں ملامت کی پرواہ نہ کریں	81
○ کس کس کو راضی کروگے؟	83

○	تیری رضا میں سارا جہاں خفا ہم سے	84
○	عشق کی مشکل نے ہر مشکل کو آسان کردیا	85
○	خلاصۂ وعظ	86
❖	''بدنظری اور اُس کا علاج''	87
○	ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی امانت ہے	88
○	حفاظت نظر کا آسان نسخہ	88
○	شیطان چار سمتوں سے بہکا سکتا ہے دو سمتوں سے نہیں	89
○	نیک بندوں کی صفات	90
○	نیکی اور برائی سب لکھی جارہی ہے	91
○	نظر کو محفوظ رکھنے کیلئے حد درجہ احتیاط	91
○	بدنگاہی کے خوف سے پہاڑوں میں سکونت اختیار کرنا	92
○	جب کیچڑ بہت ہو تو ہاتھی بھی پھسل جاتا ہے	93
○	بدنگاہی بیت اللہ میں بھی حرام ہے	93
○	بدنگاہی کی وجہ سے قرآن مجید کا بھولنا	94
○	خود کو بزرگوں پر قیاس مت کریں	94
○	حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کی نازک مزاجی	95
○	بزرگوں کی ظاہری بے احتیاطی کو جواز مت بنائیں	97
○	ایسے بزرگ قابلِ اقتداء نہیں ہوتے	98
○	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کو بدگمانی سے بچانا	98

○	آنکھوں کی طرح دل سے بھی بدنگاہی ہوتی ہے	99
○	خلاصۂ وعظ	100
❖	''شانِ عبدیت''	101
○	ہماری خواہشات اللہ کی مرضی کے تابع ہوں	102
○	رضا تیری حاصل ہو کون ومکاں میں	103
○	ہماری روح کیساتھ اللہ تعالیٰ کا تعلق رہتا ہے	104
○	قضائے حاجات کا وظیفہ	104
○	اللہ کی عبدیت اہل عبدیت سے حاصل ہوتی ہے	105
○	صفاتِ عبدیت	105
○	پہلی صفت ''عاجزی''	106
○	اللہ والوں کی چال میں بھی عبدیت ہوتی ہے	107
○	دوسری صفت ''سلامتی کی بات کرنا''	108
○	کچھ وقت ذکر اللہ کیلئے خالی کرنا چاہیے	109
○	ذکر کے فوائد	109
○	تنہائی میں ذکر کرنے والا عرشِ الٰہی کے سایہ میں ہوگا	110
○	تیسری صفت ''راتوں کو عبادت کرنا''	112
○	نماز میں اللہ تعالیٰ سے ایک خاص تعلق پیدا ہوتا ہے	113
○	حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مرادآبادی کا سجدہ	114
○	حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا ذوقِ عبادت	114

اللہ کے گھر میں بغیر اللہ کی توفیق کے کوئی نہیں آسکتا	115
کیفیتِ احسانی	116
اہلِ عبدیت فنافی اللہ ہوتے ہیں	117
کثرتِ ذکر و دوامِ طاعت کا فائدہ	118
تہجد کا وقت	120
اللہ کا راستہ محدود نہیں ہے	120
جو نا محدود و لا محدود ہو وہ حدود میں کیسے آسکتا ہے؟	121
خلاصۂ وعظ	122
❖ **اصلاح قلب**	123
حدیث مبارکہ کا مفہوم	124
دل کی اصلاح سے پورے بدن کی اصلاح ہوتی ہے	124
دل کی اصلاح کیئے بغیر ظاہری اعمال میں پختگی نہیں ہوتی	125
اصلاح سے معرفت حاصل ہوتی ہے	125
عارف باللہ کی دو رکعت غیر عارف کی ہزار رکعت پر بھاری ہوتی ہیں	125
اخلاص سے عمل میں وزن پیدا ہوتا ہے	126
جب دل بگڑتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے	126
اخروی کامیابی کا مدار تزکیۂ نفس ہے	127
ریاکار عالم کی ہلاکت	128
ریاکار سخی کی ہلاکت	129

ریاکار شہید کی ہلاکت	129
اصلاح باطن کی فکر کریں	130
مقام حضرت صدیق اکبرؓ	130
شان حضرت صدیق اکبرؓ	131
حضرت صدیق اکبرؓ اور اصلاح نفس	131
ہماری بداعمالیاں اور غفلت	132
شانِ فاروق اعظمؓ	132
حضرت عمرؓ اور فکر اصلاح	133
جماعت فوت ہونے پر قیمتی زمین خیرات کرنا	133
اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا	133
حضرت علیؓ اور اصلاح نفس	134
نماز میں خلل آنے پر حضرت ابوطلحہ کا اپنا باغ صدقہ کرنا	134
گناہوں کا سیلاب	135
غیر قوموں کا رواج ہمارا معیار نہیں ہے	136
بے حیائی کی نحوست سے زوال سلطنت	136
حسد سے نیکیوں کا ضائع ہونا	137
جاہ و مال کی محبت	138
غصہ و شہوت پرستی	138
روحانی معالج کے بغیر اصلاح مشکل ہے	138

اصلاح کا مطلب	139
انسان کا مقصد تخلیق اللہ کی عبادت ہے	140
درجۂ احسان کا مفہوم اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ	141
محبت الٰہی کا حصول ناممکن نہیں ہے	142
بادشاہ تک پہنچنے کا مختصر راستہ	142
خلاصہ وعظ	144
❖ کثرتِ ذکرُ اللہ	145
اطمینانِ قلب کیسے حاصل ہو؟	146
ذکر اللہ کا مفہوم	146
کثرت ذکر کا حکم	148
اپنے آباؤ اجداد کے تذکرے سے بھی بڑھ کر ذکر اللہ کا حکم	149
اہل اللہ کی شان ہے ہمہ وقت ذکر میں مشغول رہنا	149
حضرت ثابت بنانیؒ کی عجیب شان	150
اللہ کی یاد سب سے بڑی چیز ہے	151
جسم انسانی خاکی ہے اس کی غذا بھی خاکی ہے	151
روح ایک لطیف چیز ہے اس کی غذا بھی لطیف ہے	151
کثرت ذکر سے فرمانبرداری آسان ہوجاتی ہے	152
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر لمحہ اللہ کو یاد رکھتے تھے	153
تمام عبادات سے بڑھ کر عبادت ذکر اللہ ہے	154

کثرت ذکر سے اللہ کی یاد دل میں رچ جاتی ہے	154
ذکر الٰہی سے اخلاص پیدا ہوتا ہے	155
حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کیلئے نمونہ ہیں	155
وساوس کی وجہ سے ذکر نہ چھوڑیں	156
ایک بت پرست کا بھولے سے اللہ کا نام لینے کا واقعہ	157
بے توجہی سے ذکر کرنا بھی مفید ہے	158
دل نہ لگے تو بھی ذکر کریں	158
توفیقِ ذکر قبولیتِ ذکر کی دلیل ہے!	159
قبولیتِ ذکر کا ایک عجیب واقعہ	160
حضرت جنید بغدادیؒ کا بکثرت ذکر کرنا	161
سائیں توکل شاہ اور لذت ذکر	162
لذت ذکر کا دوسرا واقعہ	162
حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کا واقعہ	163
حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ اور کثرت ذکر	163
مقصدِ ذکر، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے	165
تختِ سلیمانی	165
سبحان اللہ کا اجر سلطنت سلیمانی سے بھی بڑھ کر ہے	166
الحمدللہ کا اجر وثواب	167
یہ خزانے اسی زندگی میں حاصل ہونگے	167

○	اللہ کی یاد کے مختلف عنوان ہیں	168
❖	حج وعمرہ کے فضائل	169
○	بزرگوں کا ذوق عبادت	170
○	حج فرض نہ کرنے کا وبال	170
○	عمرہ کرنے کی سعادت	171
○	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرے	172
○	عمرہ کے فضائل ۔ پہلی فضیلت	172
○	دوسری فضیلت	173
○	ماہِ رمضان میں عمرہ کی فضیلت	173
○	حج وعمرہ کی برکت سے دعاؤں کا قبول ہونا	174
○	حج وعمرہ سے مال میں برکت	175
○	حج وعمرہ سے عمر میں برکت	175
○	حج وعمرہ خواتین وضعفاء کیلئے جہاد کے برابر ہے	176
○	بیت المقدس سے احرام باندھنے کی فضیلت	176
❖	مکہ اور مدینہ میں پیش آنے والے چند ایمان افروز واقعات	178
○	ایک بدوی کی روضۂ اقدس پر عجیب قسم کی دُعاء	179
○	لاعلاج مریض کو شفاء مل گئی	179
○	حضرت ابراہیم خواص کا واقعہ	180
○	آنحضرت ﷺ کی طرف سے روٹی مل گئی	180

○	مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ پہنچنے کا عجیب واقعہ	181
○	ابوعمران واقفی کے سفرِ مدینہ کا ایمان افروز واقعہ	183
○	آنحضرتؐ کے دستِ مبارک کا سلام کیلئے باہر نکلنا	183
○	ایک بدوی کا روضۂ اقدس پر مغفرت مانگنا	184
○	حضرت عثمان غنیؓ کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے پانی کا ملنا	185
○	روضۂ اقدس پر دُعاء کی برکت سے قرض کا انتظام ہوگیا	186
○	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دراہم کا ملنا	186
○	اہل بیت کے ایک شخص کا وظیفہ بند کرنے پر تنبیہ کا واقعہ	187
○	روضۂ اطہر میں حضرت ابوبکرؓ کی تدفین کا واقعہ	189
❖	سفرِ حج کے ایمان افروز واقعات	191
○	حضرت ابراہیم بن ادھم کا سفرِ حج کا واقعہ	192
○	ایک نیک تاجر کا سفرِ حج	195
○	ایک بزرگ کا واقعہ جس نے ساٹھ حج کیے تھے	196
○	حج کی برکت سے تمام گناہوں کی مغفرت کا واقعہ	197
○	ملائکہ کا ہر وقت بیت اللہ کا طواف کرنا	197
❖	’’خواتین کی پرہیزگاری‘‘	198
○	آیات کا پس منظر	199
○	وطنِ اصلی آخرت ہے	202
○	حُبِ دُنیا ہر گناہ کی جڑ ہے	202

○ ایک اللہ والے کی بیوی کی عبرتناک حکایت	203
○ ازواج مطہراتؓ کی اتباع شریعت	205
○ عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے	206
○ نابینا مرد سے بھی پردہ ہے	207
○ پردہ کرنے کا طریقہ	208
○ حضرت فاطمہؓ کے فضائل	208
○ ایک اللہ والے کی پرہیزگاری	210
○ ایک سیب کی معافی کے لیے دوکڑی شرطیں منظور کرلیں	211
○ غیر محرم سے خلوت نشینی ممنوع ہے	214
○ بڑھاپے میں بھی پردہ کا اہتمام ضروری ہے	215
○ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فکرِ آخرت	216
○ ایک نیک لڑکی کی فکرِ آخرت	217
○ اولاد کی نیکی کیلئے والدین کو نیکی اختیار کرنا ضروری ہے	219
○ ابن آدم کئی قسموں کا زنا کرتا ہے	221
○ گناہ دل میں نفاق پیدا کرتا ہے	222
○ نافرمان کی روح سختی سے قبض کی جاتی ہے	223
○ اصل خوشی آخرت کی خوشی ہے	223

❖ تعلق مع اللہ	225
○ مومن کامل کی علامت	226
○ حصولِ محبتِ الٰہی کے لیے دعائیں: پہلی دُعاء	226
○ دوسری دُعاء	226
○ تیسری دُعاء	227
○ حکیم الامت کی عمر بھر کا وعظ	227
○ محبت کے تین اسباب ہیں کمال، جمال، نوال	227
○ ایک عورت کو اپنی ہم جنس عورت گوارا نہیں، تو پھر محبت الٰہی میں غیر کیوں؟	229
○ کتنی محبت مطلوب ہے	230
○ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی عجیب وغریب دُعاء	231
○ سائیں توکل شاہ اور محبت الٰہیہ	232
○ اللہ کا نام شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہے	232
○ عاشقوں کی شان	233
○ تمام مخلوق سے بڑھ کر اللہ سے محبت ہو	234
○ ایک نیک پولیس افسر کی فکرِ آخرت	235
○ فکرِ آخرت کا دوسرا واقعہ	235
○ گناہ سے بچنے پر انعام	236
○ اللہ کے حکم کے خلاف مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے	237

○ سلطان محمود غزنوی اور ایاز کا واقعہ	237
○ عبدیت یہی ہے	239
○ محبت والے ہی اہل دل ہوتے ہیں	240
○ شاہ ولی اللہ کا ایک عجیب واقعہ	240
○ اہل دل کی صحبت سے دلوں کے تالے کھلتے ہیں	241
○ ایک خوبصورت لطیفہ	243
○ ایک دل میں دو محبتیں نہیں آتیں	244
○ دل سے غیر اللہ کو نکالیں گے تو اللہ تعالیٰ دل میں آئیں گے	244
○ بزرگوں سے حاصل کرنے کی چیز	245
○ انسان کو باطنی بیماریاں خود معلوم نہیں ہو سکتیں	246
○ ایک عالم کی اصلاح کا واقعہ	246
○ روحانی امراض اللہ کا غیر ہیں	247
○ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا ایک واقعہ	247
○ ایک عالم کی اصلاح کا واقعہ	248
○ دنیا جیب میں ہو دل میں نہ ہو	249
○ حصول محبت الٰہی کے پانچ نسخے	249
○ ہر عمل سنت کے مطابق ہو	250
○ ان کے ملنے والوں سے راہ پیدا کر	251

مختصر سوانح حیات

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت باسعادت ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ بمطابق ۷ جولائی 1918ء کو اس وقت کے آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کی سرحد پر آزاد کشمیر کے ایک گاؤں ''تتیانوالہ'' میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم موجودہ مقبوضہ کشمیر کے ایک گاؤں ''مناور'' میں حاصل کی۔ یہ دونوں گاؤں قریب قریب تھے۔ میٹرک کمالیہ (پنجاب) سے کیا۔

میڈیکل میں داخلے سے پہلے حضرت کے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو قرآن مجید کا ترجمہ تفسیر، مشکوۃ شریف اور گلستان بوستان سعدی پڑھادی تھیں۔ ڈاکٹری کی تعلیم امرتسر میں حاصل کی۔ 1940ء میں وہاں سے فراغت کے بعد اسی کالج کے ہسپتال میں ایک سال کام کیا اور پھر ریلوے میں بحیثیت میڈیکل افسر تعینات ہوئے۔ ریلوے کی ملازمت کے دوران انبالہ دہلی رہنا ہوا اور بعد میں بلوچستان کے ایک دور افتادہ قصبہ ''احمد وال'' میں قریباً چار سال گزارے۔

منجانب اللہ کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ملازمت جاری رکھنے پر طبیعت آمادہ نہ ہوتی تھی۔ احباب سے مشورے ہوئے اور اپنے والد بزرگوار سے بھی مشاورت ہوئی۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اس بارے میں استفسار کیا گیا۔ اسی دوران حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک رفیق جو اس وقت

سکھر میں ریلوے کے ایک اہم عہدہ پر تعینات تھے انہوں نے از خود سکھر میں مطب اور مکان بغیر کسی اطلاع اور ایما کے خرید لیے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب علم ہوا تو انہوں نے یہ بات حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور اپنے والد صاحب کے سامنے رکھی دونوں حضرات نے فرمایا یہ انتظامات منجانب اللہ ہوئے ہیں اس لیے ملازمت چھوڑ کر سکھر میں سکونت اختیار کرلیں اور وہیں اپنا نجی مطب کریں۔ اگرچہ یہ بہت مشکل فیصلہ تھا مگر بزرگوں کا فرمان تھا حضرت نے من وعن تسلیم کیا اور اس طرح 1948ء میں حضرت کا سکھر میں ورود ہوا۔ یہاں حضرت بالکل تنہا تھے۔ جگہ سے بھی واقفیت نہ تھی لوگوں سے شناسائی نہ تھی۔ مکان اور مطب کے قرضہ کا بار الگ۔ شروع کے کئی سال بہت مشکل اور تنگی اور عسرت میں گزرے مگر حضرت نے صبر اور استقامت کا دامن نہ چھوڑا۔ اس دوران مسلسل اپنے شیخ کو حالات کی اطلاع کرتے رہے اور مشوروں پر عمل کرتے رہے۔

إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۞ بفضلہ تعالیٰ حالات بدلنے شروع ہو گئے۔

سکھر کے اس دورِ اولین میں اپنے وجدان سلیم الطبع فطرت اور طبعی تقاضے کی بناء پر سکھر اور اس کے گردونواح میں اہل اللہ اور علمائے حق کی جستجو فرماتے رہے۔ حسنِ اتفاق سمجھئے بلکہ یہ کہ خامہ تقدیر نے یوں ہی لکھا تھا کہ اس شہر سکھر اور اس کے اطراف میں حضرت تھانویؒ کے مجازین خلفا اور متوسلین سے نیابت حاصل ہو گئی اپنے مسلک اور مشرب اور ذوق کے حضرات سے ملنے کے بعد حضرت کو سکون اور اطمینان قلبی حاصل ہو گیا۔ اب حضرت کو عین الیقین ہو گیا کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو مشورہ سکھر میں سکونت کے لیے دیا تھا وہ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید کا مصداق تھا۔

اس کے بعد سکھر کی روحانی طور پر بنجر زمین کو کس طرح سینچا گیا اور کیسے اس چمن کی آبیاری کی گئی کیا کیا گلہائے رنگارنگ کھلے کتنوں نے اس کی خوشبو سے مشام جان معطر کیا اس کو ایک عالم نے دیکھا۔ سینتالیس 47 سال حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ذات گرامی اس چمن سکھر میں روح پھونکتی رہی جب حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سکھر شہر کو خیر باد کہہ کر مستقل سکونت کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ حضرت کے دل میں حرمین شریفین کی محبت اشدیت کے ساتھ تھی۔ مگر اس کو رازِ نہاں کی طرح چھپائے رکھا کبھی کبھی اس محبت کی جھلک دیکھنے میں آتی خصوصاً حج کے موقعہ پر۔ 1980ء کی دہائی سے ہی بہت سے لوگوں نے مشورے دینے شروع کردیے تھے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں نے وہاں بلانے اور سکونت کے لیے اصرار کیا مگر ہر مرتبہ یہی فرماتے کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس مقدس سرزمین پر رہ سکوں وہاں کے حقوق اور آداب بہت زیادہ ہیں مجھ سے ادا نہ ہو پائیں گے اس لیے ہمت نہیں پڑتی۔

آخر میں غیبی انتظامات کچھ ایسے ہو گئے کہ حضرت نے فرمایا کہ اگرچہ میں اس قابل نہیں ہوں مگر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور منشا یہی ہے۔ احقر کے ذمہ کسی کی کفالت کے حقوق واجبہ بھی ایسے نہیں ہیں۔ بچوں کی والدہ انتقال کر چکی ہیں بچے بھی سب اپنی اپنی جگہ کام کر رہے ہیں ان کی طرف سے بھی یکسوئی ہے۔ احقر کی کوشش کے بغیر اقامہ بھی لگ گیا ہے اور کچھ لوگوں کو اشارات غیبی ایسے ملے ہیں۔ کہ اب اگر انکار کروں تو اس میں بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے یوں حضرت نے ترک وطن اور سکونت دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ فرمالیا۔ تقریباً پانچ سال مدینہ طیبہ میں مقیم رہے اور 19 فروری 2000ء بمطابق ۱۳ ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ بروز

ہفتہ مدینہ منورہ کے وقت کے مطابق دن کے قریباً دس بجے دارِ فانی سے کوچ فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور داعی اجل کو لبیک کہا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم کہ بہار آخر شد

(ماخوذ از مجالس حسنہ جلد اوّل)

اولاد

حضرت کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ سب سے بڑے بیٹے ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ (گنگا رام ہسپتال شعبہ چشم لاہور) دوسرے جناب حبیب اللہ صاحب خلیفہ مجاز مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ (پوسٹ بکس 23۔ گجرات) تیسرے جناب ڈاکٹر کریم اللہ مکی صاحب خلیفہ مجاز حضرت نواب نصرت علی صاحبؒ (سول ہسپتال شعبہ میڈیسن کراچی) چوتھے حضرت ڈاکٹر کلیم اللہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحبؒ (دار الشفاء۔ سکھر)

بڑی بیٹی وزیر آباد میں اور حضرت کے داماد کا پتہ (منیر کلاتھ ہاؤس مین بازار وزیر آباد ضلع گوجرانوالا) دوسری بیٹی لاہور میں، ان کے شوہر ڈاکٹر حفیظ الحق صاحب خلیفہ مجاز حضرت مفتی عبدالحکیم صاحبؒ اور حضرت والا ڈاکٹر صاحبؒ۔

(اضافہ از مرتب)

فہرست خلفائے مجازین

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(مندرجہ ذیل تحریر حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے)

اصلاح باطن فرض ہے اور اس کی فکر کرنا اور رکھنا ضروری ہے تاکہ تکمیل ہو سکے لہٰذا سالکین سبیل جن کا اصلاحی تعلق مجھ سے ہے ان سے گزارش ہے کہ احقر کے مجازین مندرجہ ذیل میں سے کسی سے اصلاح کا تعلق قائم کر لیا جائے۔ اُمید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ صحیح رہنمائی فرمائیں گے۔

۱۔ مولوی سید عبدالقدوس صاحب سراناں والے۔

۲۔ حاجی عبدالستار صاحب معرفت محفوظ میڈیکو اناج بازار سکھر۔

۳۔ قاری دین محمد صاحب مہتمم مدرسہ فتح العلوم ریلوے روڈ چنیوٹ۔

۴۔ حاجی عبداللہ اشرفی صاحب، میڈیکل سٹور محلہ ڈاگئی طوطکاں مالاکنڈ ایجنسی صوبہ سرحد۔

۵۔ مولوی ارشاد احمد صاحب، استاذ الحدیث دار العلوم عیدگاہ کبیر والہ، ضلع خانیوال۔

۶۔ محمد حسن امام صاحب، پوسٹ بکس نمبر 885 مکہ مکرمہ۔

۷۔ مولانا فضل الرحیم صاحب، نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

۸۔ مولوی محمد عتیق الرحمن، مدرس و ناظم جامعہ عبداللہ بن عمر 23 کلومیٹر فیروز پور روڈ، گجومتہ نزد کاہنہ نو، لاہور۔

تجدید اجازت

کچھ حضرات جو خود بھی صاحب کمالات ہیں اور اکابرین سلسلہ کے مجاز بھی ہیں کچھ عرصہ سے مجھ سے ان کا تعلق رہا ہے ان پر پورے اطمینان کی وجہ سے اپنی طرف سے بھی ان کو احیائے سلسلہ کی خاطر بیعت و تلقین کی اجازت دی ہے ان سے بھی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

۱۔ جناب مفتی عبدالرؤف صاحب، دارالعلوم کراچی
(خلیفہ مجاز مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

۲۔ جناب ڈاکٹر حفیظ الحق صاحب، مکان نمبر 22 گلی نمبر 19 رتن سٹریٹ بیرون چوبچہ دھرم پورہ لاہور۔
(خلیفہ مجاز حضرت مفتی عبدالحکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سکھروی)

۳۔ جناب مولانا محمود اشرف صاحب، دارالافتاء دارالعلوم کراچی۔
(خلیفہ مجاز حاجی محمد شریف صاحبؒ ملتان)

نیز جناب حضرت صوفی محمد سرور مدظلہ، کے مجاز حضرت مفتی عبدالقادر صاحب مدظلہ سے دیرینہ تعلقات کی وجہ سے ان کے حالات کا علم ہے کہ وہ بھی اس فن کو خوب سمجھتے ہیں اور مجھے کافی اطمینان ہے لہٰذا جو سالک چاہے ان سے بھی اصلاحی تعلق قائم کر کے صحیح رہنمائی حاصل کرسکتا ہے۔

دستخط

احقر حفیظ اللہ غفرلہٗ

درج ذیل حضرات کا انتقال ہو چکا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۔ مولوی سید عبدالقدوس صاحب سراناں والے۔

۲۔ قاری دین محمد صاحب مہتمم مدرسہ فتح العلوم ریلوے روڈ چنیوٹ۔

اللہ تعالیٰ ہم پسماندگان کو صحیح فہم دین عطا فرمائے عقلِ سلیم سے نوازے پورے اخلاص کے ساتھ اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ دنیا و آخرت سنوار دے اور قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے بزرگوں کے ساتھ جمع فرمائے۔

آمِيْن ثُمَّ آمِيْن بِحَقِّ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(ماخوذ از مجالسِ حسنہ جلد اوّل)

اور حضرت مفتی عبدالقادر صاحبؒ کا بھی وصال ہو چکا ہے۔ (از مرتب)

ازافادات

حضرت اقدس مفتی عبدالقادرؒ

(شیخ الحدیث دارالعلوم کبیروالہ)

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے مواعظ ونصائح

اور پسندیدہ اشعار

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحبؒ کا وعظ بہت مؤثر ہوتا تھا، بہت اخلاص سے وعظ فرماتے تھے، حاضرین سن کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے، عمل کا جذبہ پیدا ہو جاتا۔ جس مضمون کو بیان فرماتے، کوشش فرماتے کہ اس کے ہر پہلو پر روشنی ڈالیں۔ بیان کرنے سے پہلے مضمون کو ذہن میں تیار کر لیتے، اور اکثر کاغذ پر اشارات لکھ لیتے۔ اکثر حضرت تھانویؒ کے مواعظ اور دیگر علماء ربانیین کی کتب سے تلخیص فرما کر کاغذ میں یا اپنی کاپی میں نوٹ فرما لیتے۔ ایک عرصہ یہ معمول رہا کہ بعد عشاء مسجد باب الاسلام میں روزانہ وعظ فرماتے تھے اور صبح مطب میں تشریف لانے سے پہلے اپنی کار پر لب مہران جو سکھر میں دریائے سندھ کا کنارہ اور سیر گاہ ہے وہاں کسی پلاٹ میں بیٹھ کر یکسوئی کے ساتھ مضمون تیار فرماتے، بندہ نے حضرت کے بہت سے وعظ تلخیص شدہ دیکھے ہیں اور ان سے بہت نفع بھی اٹھایا ہے، تلخیص میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا، دریا کو کوزہ میں بند کرتے، لمبے لمبے مضمون اور حکایت کو چند جملوں میں سمو دیتے۔ جب بیان فرماتے تو کاپی یا اشارات والا کاغذ سامنے رکھ لیتے اس پر

کبھی معمولی سی نظر ڈال لیتے، اور حاضرین پر بہت کم نظر ڈالتے، ویسے آپ کو ضرورت نہ تھی کہ بیان کے وقت کوئی کاپی یا تحریر شدہ نوٹ سامنے رکھیں، کیونکہ مضامین کا استحضار آپ کو بہت تھا اور بہت سے مضامین بار بار بیان کئے ہوئے تھے مگر یہ حضرت کی تواضع تھی کہ آپ عالمانہ شان دکھانا پسند نہ فرماتے اور اپنے آپ کو ایک عامیانہ روپ میں ظاہر کرتے بعض اوقات ناواقف آدمی سمجھتا کہ وعظ میں کوئی تحریر پڑھ رہے ہیں۔ بندہ یا دیگر محبین جب کبھی اس کا اظہار کرتے کہ آج تو آپ نے عجیب بیان فرمایا، بہت ہی لاجواب اور موثر مضمون تھا، تو تواضعاً فرماتے کہ اس میں ہمارا کچھ نہیں ہم تو صرف نقال ہیں یعنی علماء صلحاء کی کتب سے نقل کئے ہوئے مضامین ہیں۔ حضرت قصداً خطیبانہ اور مقررانہ طرز سے احتراز کرتے، سادہ طریقے سے بیان فرماتے، اور اسی کو زیادہ موثر سمجھتے اگر چاہتے تو بلند آواز سے جوش خطابت کے ساتھ تقریر فرما سکتے تھے مگر اس سے احتراز فرماتے۔ وعظ میں کوئی عالم ہوتا تو وعظ کے بعد اس سے اصرار کرتے کہ اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو بتلا دیں اگر کوئی غلطی بتاتا تو بہت شکریہ ادا کرتے۔

غلطی کو تسلیم کرنا

غلطی کے بارے میں فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص غلطی بتائے تو مان لینا چاہیے اگرچہ غلطی نہ ہو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آئندہ غلطی بتائے گا اگر نہ مانو گے تو آئندہ نہ بتائے گا۔

وعظ میں بزرگوں کے واقعات حسب موقع بیان فرماتے ہمیشہ ضرورت کا مضمون بیان فرماتے۔ ایک دفعہ سارا بیان وضو کے سنت طریقہ کے بارے میں اور

ایک دفعہ مسواک کی فضیلت اور اہمیت اور ایک دفعہ یہ بیان فرمایا کہ رات کو سونے کا سنت طریقہ کیا ہے ایک دفعہ ووٹ کی شرعی حیثیت پر بیان فرمایا۔ خواتین کیلئے بھی عجیب وغریب مضامین بیان فرماتے شوہروں کے ساتھ سلوک، اولاد کی تربیت، کفایت شعاری، شرعی پردہ کے متعلق بیان فرماتے۔ بزرگوں کے واقعات اور اشعار سے وعظ کو بہت مؤثر بناتے خود فرماتے تھے کہ وعظ میں اگر اچھے اشعار اور واقعات ہوں تو وعظ کا اثر بڑھ جاتا ہے۔ حضرت کو اشعار کا بہت اچھا ذوق تھا فارسی، اردو، پنجابی کے بہت اشعار یاد تھے کبھی عربی کے اشعار بھی پڑھتے اشعار کا نمونہ مواعظ میں آرہا ہے۔

ایک مخلص واعظ

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ حضرت سید احمد شہیدؒ کے مرید حضرت مولانا عبدالحیؒ کا قصہ سناتے تھے کہ وہ وعظ نہ فرماتے تھے لوگوں سے شرماتے تھے حضرت سید صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ وعظ کیا کریں لیکن لوگوں کی طرف پشت کرلیا کریں چنانچہ وہ منبر پر بیٹھ جاتے اور لوگوں کی طرف پشت کر کے وعظ شروع فرمادیتے رفتہ رفتہ ایک خلقت ان کا وعظ سننے کیلئے جمع ہوجاتی اس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوا۔

دین کی دکان

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ ایک قصہ سناتے تھے کہ ایک مخلص اللہ والے عجیب عنوان سے لوگوں کو اپنے وعظ ونصیحت کی طرف متوجہ فرماتے کسی نماز کے بعد کھڑے ہوکر یہ اعلان کرتے کہ فلاں نے (اپنا نام لیکر کہتے) دین کی دکان کھولی ہے جس نے سودا لینا ہو بیٹھ جائے۔

بدنگاہی سے حفاظت

نوجوان کو شہوانی نگاہ ڈالنے سے عجیب انداز سے منع فرماتے کبھی فرماتے اے نوجوانو! جب تم کسی ایسے چوک سے گزرو جہاں بے پردہ عورتیں ہوں وہاں سے گزرنے سے پہلے ٹھان لو کہ یہاں سے میں نے اپنے ایمان کو محفوظ کر کے جانا ہے یا ضائع کر کے جانا ہے؟ کبھی فرماتے اگر حق تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں کہ اے بے حیا تمہیں شرم نہ آئی ہم دیکھ رہے تھے پھر بھی تم نے غیر محرم پر نظر ڈالی؟

توبہ کا صابن

توبہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کپڑے اور بدن کو صاف کرنے کیلئے صابن استعمال کرتے ہو کیا روح کی صفائی اور زیبائش کی فکر نہیں؟ روح کی نجاست اور میل کچیل توبہ کے صابن سے دور ہوتی ہے۔

خوشی کی حقیقت

آخرت میں مومن کو کتنی خوشیاں ملیں گی، اس کو بیان کرتے ہوئے فرماتے کہ لوگ خوشی خوشی کرتے رہتے ہیں ان کو دنیا میں رہتے ہوئے خوشی کی حقیقت معلوم نہیں ہے، خوشی کہتی ہے تم میری حقیقت کو کیا جانو! تمہارا خاتمہ ایمان پر ہوجائے پھر میں بتاؤں گی کہ میں کیا چیز ہوں۔

مصائب کا علاج

مصائب اور ان کے اسباب اور علاج کے متعلق مفصل بیان فرماتے کہ مصائب کا سبب گناہ ہے اور ان کا علاج توبہ اور استغفار ہے پھر یہ شعر پڑھے

غم چوں بینی زود استغفار کن
غم از حکم خالق آمد کار کن

زبان کی حفاظت

زبان کی حفاظت کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے، جو کچھ بولتے ہو سب لکھا جا رہا ہے۔ نامہ اعمال کے دفتر تیار ہو رہے ہیں، قیامت کے دن سب دفتر سامنے آجائیں گے پھر یہ شعر پڑھتے:

آئے تھے کس کام کو کیا کر چلے
تہمتیں چند اپنے ذمہ دھر چلے
وہاں سے پرچہ بھی نہ لائے ساتھ میں
یہاں سے سمجھانے کو لے دفتر چلے

ذکر اللہ

ذکر اللہ کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے سائیں توکل شاہ صاحب کا واقعہ بیان کرتے جس کو حضرت تھانویؒ نے نقل فرمایا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ذکر کرنے سے میرا منہ میٹھا ہو جاتا ہے جیسے کسی نے منہ میں مصری کی ڈلی رکھ لی ہو۔ حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری خلیفہ حضرت تھانوی کا بھی یہی حال بیان فرماتے اور اکثر یہ شعر پڑھتے۔

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام
شیر و شکر مے شود جانم تمام

دوام عمل

حدیث شریف میں دوام عمل کی بہت ترغیب دی گئی ہے:

احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ ادومہا وان قل

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ اعمال وہ ہیں جو ہمیشہ کیے جائیں اگرچہ قلیل ہوں۔ اس پر اکثر یہ شعر پڑھتے

ہمیں تو رات دن اے ہمسفر چلنے سے مطلب ہے
سفر محدود ہو جن کا انہیں ہو فکر منزل کی

دنیائے فانی

دنیا کی بے ثباتی بیان کرتے ہوئے اکثر حضرت خواجہ صاحبؒ کا یہ شعر سناتے

دار فانی کی سجاوٹ پر نہ جا   نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں چین کی بنسی بجا   انہ قد فاز فوزا من نجا

اور کبھی خواجہ صاحبؒ کا یہ شعر پڑھتے

بہر غفلت یہ تیری ہستی نہیں
دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گزر ہے دنیا بستی نہیں
جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مصیبت زدہ کی تسلی

جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھتے تو اس کو یہ شعر سناتے جس سے اس کی ڈھارس بندھ جاتی۔

ہم نے اس بے کیفی میں کیف مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں وہ رکھیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے

تکبر کا مثالی انجام

تکبر کو ام الامراض قرار دیتے اور فرماتے انسان کو بکرے کی طرح میں میں نہ کرنا چاہیے یعنی یہ نہ کہے کہ میں ایسا ہوں، میں ایسا ہوں، پھر عجیب وغریب اشعار سناتے جن میں ہنسی کی ہنسی ہے اور حکمت کی حکمت ہے وہ شعر اس طرح سے ہیں:

فخر بکرے نے کیا میرے سوا کوئی نہیں
میں ہی میں ہوں اس جہاں میں دوسرا کوئی نہیں
جب نہ میں میں ترک کی اس مایہ فخر ذات نے
پھیر دی آکر چھری تب حلق پر قصاب نے
گوشت ہڈی چمڑا جو کچھ کہ تھا جان زار میں
کٹ گیا کچھ لٹ گیا کچھ بک گیا بازار میں

باقی رہیں آنتیں فقط میں میں سنانے کیلئے
ان کو بھی لے گیا نداف دھنکی بنانے کیلئے
ضرب کی چوٹوں سے جب آنت گھبرانے لگی
میں کے بدلے تو ہی تو کی صدا آنے لگی

اخلاق رذیلہ

یعنی باطنی گناہوں سے بچنا بہت ضروری ہے ان کو دور کرنے کے بغیر کامل مسلمان نہیں بنتا ہمارے اکابر ان کی اصلاح پر بہت زور دیتے ہیں اور مشق کراتے ہیں اخلاق رذیلہ یہ ہیں: کثرت طعام، کثرت کلام، غضب، حسد، بخل، حب مال، حب جاہ تکبر، عجب، ریاکاری وغیرہ۔

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ ان کی اصلاح کی اہمیت پر زور دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا غیر ہیں جب تک یہ دل میں ہیں تب تک اللہ تعالیٰ دل میں نہیں آئیں گے دیکھو تم اگر کسی بڑے شخص کو اپنے گھر بلا کر لے آؤ تو تمہارے گھر میں اس کے دشمن بیٹھے ہوئے ہوں تو کیا وہ تمہارے گھر میں آئے گا؟ ہرگز نہیں پھر یہ شعر سناتے۔

دور باش افکار باطل، دور باش اغیار دل
سج رہا ہے شاہ خوباں، کے لئے دربار دل

اور کبھی یہ مثال بیان فرماتے، دیکھو اگر تم کسی نازک مزاج محبوب کو دعوت دیکر آؤ لیکن تمہارے گھر میں بدبودار دھوئیں اٹھ رہے ہوں تو نازک مزاج محبوب کیا

تمہارے گھر آئے گا؟ ہرگز نہیں پھر یہ شعر پڑھتے۔ جس میں شاعر اپنے محبوب کو خطاب کرتا ہے

آ میری بزم تمنا میں اب تو آ

دیتے تھے جو دھواں وہ دیئے سب بجھا دیئے

جو شخص اپنے دل میں حق تعالیٰ کا گھر بنانا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ دل سے کوڑا کباڑ گندی خواہشات کو نکالے اور دل کو تمام خرافات سے خالی کرے پھر دیکھے کہ کس قدر جلدی حق تعالیٰ کی محبت آجاتی ہے جیسا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی

اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

حضرت خواجہ صاحبؒ کے اس شعر پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا تھا کہ خواجہ صاحب! اگر میں کسی کو شعر پر انعام دیتا تو آپ کو ایک لاکھ روپیہ انعام دیتا۔ وجہ غالباً یہ کہ یہ شعر حضرت کے باطنی حال کے بہت مناسب تھا۔

یادِ خدا

یاد کے لئے یہ شعر سناتے

دل جب ہی دل ہے کہ اس میں یادِ جانانہ رہے

گھر جب ہی گھر ہے کہ اس میں صاحبِ خانہ رہے

اور کبھی یہ شعر سناتے:

یوں تو اکثر دلوں میں ہے آمد و رفت آپکی

دیکھنا جو ہے وہ یہ کہ گھر کس دل میں ہے

دارومدار خاتمہ پر ہے

زندگی میں انسان جیسے اعمال کرتا رہے دارومدار خاتمے پر ہے زندگی بھر نیکی کرے لیکن خاتمہ خراب ہو تو عذاب ہی عذاب ہے اور زندگی بھر برائی کرتا رہے لیکن خاتمہ بالخیر ہو جائے تو راحت ہی راحت ہے۔

رنگا رنگا پنہاریاں تے رنگا رنگ گھڑے

بھریا اس دا جانڑیے جس دا توڑ چڑھے

یعنی دیہات میں عورتیں اپنے گھر کیلئے پانی بھرنے کے واسطے کنوئیں پر جاتی ہیں اور پانی بھر کر لاتی ہیں راستے میں پانی گرتا رہتا ہے بعض تو سارا پانی ضائع کر کے جاتی ہیں اور بعض آدھا لے جاتی ہیں کامیاب وہ ہے جو پورا گھڑا بھرا ہوا گھر تک لے جائے اسی طرح کامیاب مؤمن وہ ہے جو کہ مرتے دم تک مؤمن رہے۔

صبح سویرے اٹھنا

صبح سویرے اٹھنے کا مضمون بیان فرماتے اور اس کی ترغیب دیتے کہ کیسا سہانا وقت ہوتا ہے، جب اللہ تعالیٰ سے دوستی لگانی ہے تو سویرے اٹھو اور روح کو منور کرو اور یہ سوچو کہ میرا خالق و مالک تو جاگ رہا ہے پھر یہ شعر پڑھے:

اُٹھ فریدا جاگ سویرے تے من داڈیوا بال

تو ستا رب جاگدا یاری کیندے نال

یعنی فرید اٹھو اور دل کا چراغ روشن کرو تم سو رہے ہو حق تعالیٰ جاگ رہے ہیں سوچو تمہاری دوستی کس سے ہے؟

دنیا بے وفا ہے

دنیا کی بے ثباتی کا مضمون بیان فرماتے اور فرماتے انسان تجھے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے جو جائیداد ملی ہے وہ یہ ہے کہ نو گز کفن کا کپڑا ملا اور چند لوٹے پانی غسل کیلئے ملے پھر یہ شعر پڑھتے

نو گز کفن تیری لوٹے پانسری چار

ایہو سی نصیب تیرا مک گئی گفتار

مہمان کی خدمت

مہمان کے کھلانے کی ترغیب دیتے تو فرماتے کہ مہمان اپنا نصیب کھاتا ہے میزبان سے اللہ تعالیٰ راضی ہوجاتے ہیں پھر یہ شعر سناتے

رب دے بھیجے آون اٹھ کھلائیے جھب

روزی اپنے کھاندے راضی تھیندا اے رب

(ماخوذ از گلستانِ دل ص ۱۶۲ تا ۱۶۹)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

خوفِ خدا

وعظ بتاریخ: 21-7-93

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

اللہ سے ڈرتے رہو

اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ جل شانہ، ایمان والوں کو ارشاد فرماتے ہیں کہ "اتَّقُوا اللّٰهَ" اللہ سے ڈرتے رہو، اور مطلب ڈرنے کا یہ ہے کہ گناہ نہ کرو اور گناہ انسان نہ کرے تو جہنم سے بچ جاتا ہے تو جہنم سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ تقویٰ اختیار کرو، ڈرتے رہو، گناہ سے بچتے رہو، نافرمانی نہ کرو۔ "وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ" اور ہر شخص کو سوچنا چاہیے کہ قیامت میں میرا کیا حال ہو گا؟ حساب کتاب ہو گا، پھر کیا میرے ساتھ بیتے گی؟ قیامت کے ہولناک مناظر میں میرا کیا حشر ہو گا؟ حکم دے رہے ہیں سوچو اس بات کو، دوسرے لفظوں میں آخرت کا فکر ہو "وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ" کل قیامت کا دن آنے والا ہے اس میں سارا حساب کتاب ہو گا "فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿٧﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿٨﴾"

ذرہ برابر نیکی بھی ضائع نہیں ہو گی، وہاں موجود ہو گی اور ذرہ برابر، برائی بھی، بڑا حساب باریک ہے ایک ایک چیز کی پوچھ ہو گی اس وقت تمہارا کیا حشر ہو گا؟ اس کو سوچتے رہو۔

روزانہ اپنا محاسبہ کریں

اس واسطے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا۔ حساب تو یقیناً تمہارا ہونا ہے اس سے پہلے اپنا حساب خود بھی تو کر لو، خود بھی تو سوچو میں نے کیا کیا ہے، اسی واسطے بزرگ فرماتے ہیں رات کو جب انسان سونے لگے اس وقت سارے دن کی کارکردگی جو اپنی ہے اس پر نظر ڈالے، اپنا

جائزہ لے لے، کہ میں نے آج کتنے کام اچھے کیے، کتنے برے کیے، اچھے کام ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، ان میں کوئی خامی ہو تو ان خامیوں کو دور کرنے کیلئے درخواست کرے کہ یا اللہ میری خامیوں کو دور فرما کے میرے عمل کو قبول فرما لیجئے، اور برائی ہو تو نادم اور پریشان ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے "یا اللہ مجھ سے غلطی ہو گئی" مجھے معاف کر دیں اور میں اس کے بعد کبھی یہ کام نہیں کروں گا۔ "حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا۔" حساب تم سے لیا جائے گا پہلے اپنا حساب خود بھی تو کر لو، وہ حساب تو بہت باریک ہے موٹا موٹا حساب خود بھی تو کر لو، انسان اپنا حساب کرتا رہے گا گناہوں سے معافی مانگتا رہے گا تو ان شاء اللہ پھر معاملہ صاف ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو تمہارے ہر عمل کی خبر ہے

آگے فرماتے ہیں "وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨﴾" اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ کو تمہارے ہر عمل کی خبر ہے آنکھوں نے کیا کیا خیانت کی وہ جانتے ہیں، کان کہاں کہاں بھٹکے وہ جانتے ہیں، زبان نے کون کون سی خرابیاں کیں وہ جانتے ہیں، یہاں تک کہ "اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٣﴾" وہ دل کے اندر جو تم غلط منصوبے بناتے ہو ان سے بھی واقف ہیں۔ فرماتے ہیں "اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨﴾" تمہارے ہر عمل سے اللہ تعالیٰ خبردار ہیں یہ نہ سمجھنا کہ کسی کو پتہ نہیں چلے گا لوگوں سے تم چھپ سکتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ سے تم نہیں چھپ سکتے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتا دیا کہ ہمیں سب پتہ ہے تم جو کر رہے ہو وہ بھی ہمیں پتہ ہے، آئندہ جو کرو گے وہ بھی ہمیں معلوم ہے، تو وہ ہر چیز کو جانتے ہیں، پہاڑوں کی تہہ میں کیا کیا چیزیں، وہ بھی جانتے ہیں، سمندر کی تہہ میں کیا کیا چیزیں

ہیں وہ بھی جانتے ہیں، فضا میں کیا کیا چیزیں ہیں وہ بھی جانتے ہیں ہر چیز کو جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ بڑے خبر دار ہیں۔

بروزِ قیامت ہر چیز گواہی دے گی

تو جو ذات گرامی ہر چیز کی خبر رکھنے والی ہے تم کیا اس سے چھپ سکتے ہو؟ اس واسطے آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔ ''وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍۚ'' ہر شخص کو سوچنا چاہیے کہ میں نے کل کیلئے کیا کمائی کی ہے کل پیشی تو یقیناً ہونی ہے، ہر شخص کو اللہ تعالیٰ بلائیں گے تنہائی میں، اوآدم کے بیٹے! میرے قریب ہو جاؤ اور قریب ہو جاؤ پھر ایک ایک گناہ یاد کرائیں گے تم نے یہ کیا یہ کیا یہ کیا، کیا بنے گا اس وقت؟ سوائے اقرار کے چارا نہیں ہوگا اور جھوٹ بول نہیں سکتا، اعمال نامہ تصدیق کیلئے پہلے موجود ہے جن فرشتوں کے سامنے گناہ کیا وہ بھی دیکھ رہے ہیں وہ بھی گواہ موجود ہیں جس زمین پر گناہ کیا وہ بھی موجود ہے، جن اعضاء سے گناہ کیا وہ بھی گواہی دیں گے تو سارے تمہارے خلاف گواہی دے رہے ہیں تمہارے موافق کوئی بھی نہیں تو گناہ چھپ کیسے سکے گا؟ ''وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍۚ'' تمہارا کل کیا بنے گا؟ اس کو سوچ لو ابھی سے، اسی واسطے فرماتے ہیں

جانِ جملہ علم ہا این است واین

تمام علوم تمام جاننے کی روح یہ ہے کہ

بدانی من قیم در یوم الدین

کل تیرا کیا ہوگا؟ یہ اسی کا ترجمہ ہے ''وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍۚ'' تجھے فکر پڑ جائے کل میرے ساتھ کیا بیتے گی؟

قیامت کے دن گناہگار گناہ کرتا ہوا نظر آئیگا

جب کل عرض کیا تھا کہ ہر شخص جو یہاں برا کام کرتا ہے اگر اس نے مرنے سے پہلے پہلے معاف نہ کرائے، توبہ نہ کی تو کل قیامت میں ہر گناہ کرتا ہوا دکھائی دے گا، ڈاکو ڈاکہ ڈالتے ہوئے، چور چوری کرتے ہوئے، زانی زنا کرتے ہوئے ہر برا کام کرتے ہوئے وہاں دکھائی دے گا، اور وہ مجمع ایسا ہوگا کہ اپنے ماں اور باپ بھی ہونگے، بہن بھائی بھی ہونگے، بیوی بچے بھی ہونگے اعزہ واقرباء بھی ہونگے دوست احباب بھی ہونگے، محلے والے، مسجد والے، بازار والے، سب ہونگے، تمام اولین اور آخرین ہونگے، جب اس کو گناہ کرتے ہوئے دکھائی دے گا، اولاد کہے گی میرا باپ یہ کرتا تھا؟ ماں باپ کہیں گے، میرا بیٹا یہ کرتوت کرتا تھا؟ ہم تو اسے بڑا اچھا سمجھتے تھے کرتوت اس کے یہ ہیں، کیا بنے گا اس ٹائم؟ اسی واسطے اللہ والے دعا کرتے ہیں یا اللہ اس دن کی ذلت اور رسوائی سے بچا، بڑا سخت دن آنیوالا ہے، کوئی ذرہ برابر برائی چھپی نہیں رہے گی، ہر چیز سامنے آجائے گی، ہاں اب وقت ہے تمام گناہ انسان معاف کرا سکتا ہے۔ حقوق العباد ادا کرے، حقوق اللہ واجبہ ادا کرے، اب معاملہ صاف ہو سکتا ہے۔

ہماری دنیا یہی ہے جتنی ہماری عمر ہے

اسی واسطے اللہ تعالیٰ جھنجھوڑ رہے ہیں، دیکھو ایک پیشی کل ہونے والی ہے اس کیلئے تیاری کر لو پہلے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بڑے عجیب آدمی ہو ''بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ﴿۱۶﴾'' یہ دنیا جو فنا ہونیوالی ہے ختم ہونیوالی ہے، اس کو تم ترجیح دیتے ہو ''وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ﴿۱۷﴾'' اور آخرت ہمیشہ ہمیشہ کی ہے، بہترین چیز آخرت ہے۔ کتنے تم احمق ہو اور بے وقوف ہو، جو چیز ختم ہونیوالی ہے، جو چیز تم

سے چھین لی جائے گی، اس کے پیچھے تم لگے ہوئے ہو، جو نہایت عمدہ اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے اس کا تم خیال نہیں کرتے ہو۔ ہماری دنیا تو یہی ہے جتنی ہماری عمر ہے، دنیا کی عمر جتنی بھی ہو ہماری دنیا یہی ہے جتنی ہماری عمر ہے۔ من مات فقد قامت قیامتہ'' جو مر گیا اس کی قیامت شروع ہو گئی، عالم برزخ میں پہنچ گیا، دوسرا جہاں شروع ہو گیا اس کا، ہماری دنیا تو یہی ہے پچاس سال، بیس سال، ستر سال جو جی گیا جی گیا بس، اور اس دنیا کو ترجیح دے رہے ہو تم؟ اس میں دل نہیں لگاؤ،

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

یہاں تو لوگوں سے عبرت لیکے اپنے آپ کو ٹھیک کرنا چاہیے نا یہ کہ دل لگاؤ اس میں اور فرماتے ہیں کہ ہمیشہ یہ یاد رکھو ''کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴿۵۷﴾'' جتنے بھی لوگ ہیں جتنے بھی ذی روح ہیں سب کو مرنا ہے، اور ہمارے سامنے پیش ہونا ہے۔ بتا رہے ہیں صاف، ''ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴿۵۷﴾'' مرنے کے بعد ہمارے سامنے آنا پڑیگا تم کو، ہماری قدرتِ کاملہ بڑی ہے، تم چھپ نہیں سکو گے اس وقت، اور یاد رکھو کہ جب موت آئے گی! تو پیچھے بھی نہیں ہٹے گی ''وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا'' جب وقت آتا ہے مرنے کا! تو آگے پیچھے نہیں ہو سکتا، تم یہ سمجھو کہ ہاں آگے پیچھے کرا لو گے، نہیں ہو سکتا۔

ایک فلسفی کا واقعہ

ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک پرانے زمانے میں حکیم، ہم تو حکیم اس کو سمجھتے ہیں جو علاج کرنیوالا ہوتا ہے۔ پرانے جو حکیم تھے وہ حکمت کی باتیں جانتے

تھے، فلسفہ کے عقل کے ماہر ہوتے تھے، اب فلسفہ جو ہے وہ جزبرہ ہو جاتا ہے، اپنی حدود سے نکل جاتے ہیں، جن حدود کے اندر رہ کر ان کو سوچنا چاہیے ان حدود کا خیال نہیں کرتے، اور غلط باتیں سوچتے ہیں، عقل کا اتنا افراط ہو جاتا ہے، تو وہ جو حکیم تھے ان کو جب یہ آیت معلوم ہوئی ''وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا'' جب وقت آتا ہے تو انسان کو تاخیر کی مہلت نہیں ملتی ہے، وہ وقت اٹل ہے، اس وقت موت آجائے گی کبھی بھی تاخیر نہیں ہوگی، اور اب وہ اپنی عقل کے زور سے کہ اگر یہ ٹل جائے تو پھر یہ موت نہیں آئے گی، یہ دماغ لڑایا اس نے، اللہ تعالیٰ کا اعلان جو ہے وہ ٹلے گا نہیں اس میں موت آجائے گی، اس نے یہ عقل لڑائی کہ اگر میں یہ وقت ٹال دوں تو میں زندہ رہوں ہمیشہ، اللہ تعالیٰ بھی ایسے آدمیوں کو عاجز کرنے کیلئے ڈھیل دے دیتے ہیں، اب ریاضتیں تو کرتے ہی تھے فلاسفر، پہلے جو تھے، ریاضت کرنے کے ساتھ اس نے معلوم کر لیا، اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ فلاں دن فلاں مہینے، فلاں سال تیری موت واقع ہوگی، بتا دیا اللہ تعالیٰ نے، اب یہ اس نے کیا کہ بہت بڑا ہال بنایا، اس میں چالیس پچاس کرسیاں ایک جیسی بنائیں اور مجسمے بنا کر وہاں رکھ دیئے، ہر ایک مجسمے کی ایک ہی صورت، ایک ہی رنگ، ایک ہی لباس اور خود اپنا بھی اپنے ہم رنگ اور اپنے ہم شکل بنوا دیئے مجسمے اور لباس بھی سب کا ایک جیسا، تو اس ہال میں جب سارا کام تیار ہو گیا تو خود بیٹھ جاتا تھا، پھر اپنے شاگردوں کو بتاتا تھا کہ تم اتنے منٹ بعد آجانا جب میں اپنی پوری جگہ سنبھال لوں، ٹھیک سے بیٹھ جاؤں تو جہاں سمجھو کہ میں ہوں، وہاں انگلی رکھ دینا، آکے ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں کئی دفعہ اس نے آزمایا کہ کسی نے ایک دفعہ بھی اس پر انگلی نہیں رکھی، کبھی کسی مجسمے پر، کبھی کسی مجسمے پر انگلی رکھتے، اب یہ بڑا خوش کہ اب میں کامیاب ہو جاؤں گا، ملک الموت بھی دھوکہ میں آجائے گا۔

ملک الموت کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا

چنانچہ جو وقت متعینہ تھا اور معلوم تھا کہ میری موت فلاں سال فلاں دن میری موت آنے والی ہے، اس دن اس وقت سے ذرا پہلے جا کر وہاں بیٹھ گیا اور اندر سے کونڈی لگالی، دو منٹ پہلے کونڈی خود بخود کھل گئی اور ایک شخص داخل ہوا اس نے سارے مجسموں کی بڑی تعریف کی کہ بھائی ایسا کوئی کاری گر ہے کہ کوئی فرق ہی نہیں، اتنے مجسمے ہیں کوئی فرق ہی نہیں ہے، لباس بھی ایک جیسا، پوزیشن بھی ایک جیسی، رنگ بھی ایک جیسا، کوئی فرق نہیں، کمال کردیا، ایسا کمال، ایسا کمال، بڑی دیر تعریف کرتا رہا، لیکن افسوس ایک کمی رہ گئی ہے، اب یہ شخص جب ساری تعریفیں سن چکا اور بہت دفعہ یہ کامیاب ہوگیا کہ شاگردوں نے دھوکہ کھایا اور اب تعریف بھی کر رہا ہے اور کہتا ہے ایک کمی رہ گئی ہے دیکھ کر بولتا ہے کونسی کمی رہ گئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہی کمی رہ گئی ہے میں تمہیں لینے آیا ہوں آجاؤ۔ ''وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا'' بجائے اس کے کہ تم انتظار کرتے میں تم پر انگلی رکھتا تم خود بول پڑے ہو، اب آجاؤ میرے پاس، میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ تو تاخیر نہیں ملے گی، یہ موقع ہے جو ہے، وقت موت کا آنے والا ہے تاخیر نہیں ہوگی۔ ''ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾'' اور ہمارے سامنے پیشی بھی تمہاری ہونی ہے۔

دنیا کی چیزیں ختم ہونیوالی ہیں

یہ ساری باتیں اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تاکہ ہم اس وقت سنبھل جائیں، اس وقت ہوش میں آجائیں اپنی تیاری کریں آخرت کی، وہ مہربانی فرما کر سارے حالات بتا رہے ہیں تمہیں، اس اس طرح سامنے آنا پڑے گا، افسوس ہے تمہارے اوپر ''تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾'' اے بیوقوفو!

احمقو، نادانو! تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا کو ترجیح دے رہے ہو؟ اس سے محبت رکھتے ہو؟ یاد رکھو ''مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ'' یہ دنیا کی جتنی بھی چیزیں ہیں ختم ہونے والی ہیں اور اللہ کے پاس آخرت میں جو چیزیں ہیں بہت باقی رہنے والی، بہترین چیزیں ہیں اور فرماتے ہیں

دنیا کا وعدہ نہیں آخرت کا وعدہ ہے

''وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾''

فرماتے ہیں جو آخرت کی کوشش کرتا ہے، آخرت کا اردہ کرتا ہے اور ایماندار شخص ہے اور کوشش کرتا ہے، جو کوشش کرنا حق ہے ''وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾'' ان کی ہر کوشش کی قدر ہوتی رہی ہے، ایک ایک قدم پر اس کو ثواب ملتا چلا جاتا ہے، ''مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ'' جو دنیا کو طلب کرتا ہے ''عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ'' ہر ایک کو پوری دنیا نہیں دیتے، جتنا ہم دینا چاہتے ہیں جس کو ہم چاہتے ہیں اتنا دیتے ہیں۔ تو دنیا کا وعدہ نہیں ہے، ہم دنیا میں مرتے کھپتے ہیں اور آخرت کا وعدہ ہے اس کی تیاری نہیں کرتے، فرماتے ہیں آخرت کی تیاری کرنے والے کو ایک ایک قدم پر نیکیاں ملتی ہیں، اس کی کوشش کامیاب ہوتی ہے، جس کا انہوں نے وعدہ کیا ہے اس کے ہم پیچھے نہیں لگتے، جس کا وعدہ نہیں اس کے پیچھے لگتے ہیں۔

دنیا بے گھر کا گھر ہے

کبھی یوں فرمایا: ''اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾'' دنیا کی معمولی زندگی پر تم

راضی ہو گئے ہو؟ آخرت کے مقابلے میں؟ دنیا بالکل معمولی سا متاع ہے سامان ہے۔ یہ ساری باتیں جو بتاتے ہیں اللہ جل شانہ، اس لئے بتاتے ہیں کہ انسان آخرت کی فکر کرے اگلے جہان جا کر میرے ساتھ کیا گزرے گی؟ اس کا دھیان رکھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الدنیا دار من لا دار له ولها یجمع من لا عقل له'' دنیا تو بے گھرے کا گھر ہے، مسلمان کا گھر تو آخرت میں ہے، یہ آخرت کے اصلی گھر کو چھوڑ کے دنیا کے نقلی گھر کے پیچھے لگا ہوا ہے، تو فرماتے ہیں دنیا کو وہ گھر بناتا ہے جس کا اگلے جہان میں کوئی گھر نہ ہو۔ ''الدنیا دار من لا دار له ولها یجمع من لا عقل له'' اور دنیا کیلئے وہ جمع کرتا ہے جس کو سمجھ نہیں ہے جہاں لفظ دنیا بولا جاتا ہے وہ گناہ والی زندگی ہوتی ہے ہمیشہ یاد رکھے، دنیا کا لفظ جب شریعت بولے گی تو دنیا کا مطلب یہ ہے کہ گناہ والی زندگی، اسی واسطے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے ہیں: ''کونوا من ابناء الآخرة ولا تکونوا من ابناء الدنیا'' فرماتے ہیں دنیا کے بیٹے نہیں بنو آخرت کے بیٹے بنو، آخرت کی تیاری کرو تم۔

موت کی یاد سے فکر آخرت پیدا ہوتی ہے

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں کی خیر خواہی کیلئے فرمایا: ''اکثروا ذکر ھاذم اللذات'' تم جو لذات کے پیچھے پڑے ہوئے ہو کھانے کی پینے کی، ہاتھ لگانے کی، یہ ساری لذات کے پیچھے پڑے ہوئے ہو، ان ساری لذات کا خاتمہ کرنے والی آ رہی ہے ایک چیز ''موت'' جب موت آئے گی تو لذات تمہاری یہ ختم ہو جائیں گی، تو جو چیز تمہاری لذات کا خاتمہ کرنے والی ہے اس کو یاد کرو، جب موت کو یاد کرو گے تو تم پھر دنیا کو ترجیح نہیں دو گے، پھر آخرت کی فکر

پیدا ہو گی کہ میرا کیا حال ہو گا؟ موت کے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جان کنی سے لے کر، سکرات موت سے لے کر، جنت اور دوزخ میں داخل ہونے تک، جو مرحلے آنے والے ہیں، جو منزلیں پیش آنیوالی ہیں، جو گھاٹیاں پیش آنیوالی ہیں سب کو یاد کریں، مرتے وقت میرا کیا حال ہو گا؟ مرنے کے بعد میرا کیا حال ہو گا؟ عزرائیل علیہ السلام آئیں گے فرشتے آئیں گے، تفصیل ہے اس کی ان شاء اللہ پھر عرض کروں گا۔ مرتے وقت سے لے کر جنت دوزخ میں داخل ہونے تک جتنی منزلیں آنے والی ہیں ان سب کو یاد کیا کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اگر تم یاد کرتے رہو گے، یاد کرتے رہو گے، تو پھر تم کو آخرت کی فکر پیدا ہو جائے گی، تو اس وقت آخرت کی تیاری کرو گے، جب فکر ہو جائے گی تو آخرت کی تیاری ہو گی، گناہ چھوڑو گے، نیکی کرو گے ''اکثروا ذکر ھاذم اللذات''

روزانہ بیس مرتبہ موت کو یاد کرنے پر شہادت کا اجر ملنا

فرماتے ہیں کہ جو شخص روزانہ بیس دفعہ اس طرح موت کو یاد کرتا ہے اس کا حشر شہیدوں کیساتھ ہو گا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے شہیدوں کے بڑے فضائل بیان فرمائے ہیں کیا کوئی ایسا شخص ہے جس کو شہادت کا ثواب جہاد اور میدان کارزار کے بغیر مل جائے؟ فرمایا ہاں! اے عائشہ! جو روزانہ بیس مرتبہ موت کو یاد کرے اس کا حشر بھی شہیدوں کے ساتھ ہو گا، شہیدوں کے ساتھ حشر بھی مل رہا ہے اور تیاری کا فکر بھی پیدا ہو رہا ہے، دنیا سے دل سرد ہو رہا ہے، آخرت کی تیاری ہو رہی ہے، گناہوں سے ہٹ رہا ہے نیکیاں کر رہا ہے، جو شخص موت کو روزانہ بیس مرتبہ یاد کرے گا پھر گناہ کیسے کرے گا وہ؟ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امتیوں کی خیر خواہی کیلئے یہ نسخہ پیش کیا کہ دیکھو! اس نسخہ پر عمل کرو، نسخہ کو استعمال کرو تو پھر تمہیں فکر آخرت پیدا ہو گی۔

فکر آخرت کی وجہ سے دیگر غموں سے نجات ملتی ہے

اور ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”من جعل ھمومہ ھما واحداً ھم الآخرۃ“ جس نے تمام غموں کو چھوڑ کر ایک غم لگا لیا وہ کونسا؟ آخرت کا غم۔ کفی اللہ ھمومہ کلا“ تمام غموں کی اللہ تعالیٰ کفالت کر لیتے ہیں۔ ایسی فکر آخرت جس کو لگ جائے گی! وہ اللہ کا مقرب بن جائے گا، اللہ کا مقبول بن جائے گا، اللہ کا برگزیدہ بن جائے گا ”من کان للہ کان اللہ لہ“ جو اللہ کا بن جاتا ہے تو اللہ اس کے بن جاتے ہیں، اس کی ہر مصیبت ہر دکھ اور تکلیف میں ساتھ ساتھ ہوتے ہیں اور ضروریات پوری کرتے رہتے ہیں، اس کے دل کو تسلی دیتے رہتے ہیں، تو فکر آخرت ہونی چاہیے، افسوس کہ ہمیں آخرت کی فکر نہیں ہوتی۔

حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت

آپ جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کیا مقام ہے، کتنا اونچا مقام ہے ان کا، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ وہ دس خوش نصیب جن کو دنیا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جنت میں جاؤ گے۔ پھر تمام امت کا اجماع اس پر ہے کہ نبیوں کے بعد اگر کسی کا درجہ ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے سب کا حق ادا کر دیا لیکن ابوبکر نے جو میرے ساتھ قربانی دی ہے، مدد کی ہے میں ان کا حق نہیں ادا کر سکا کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا حق ادا کریں گے کتنا اونچا مقام ہے۔

واقعہ غار ثور

غار ثور میں اور کوئی نہیں تھا صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے جب دیکھا کہ کفار اور مشرکین غار کے اوپر آ گئے ہیں، ان کو نظر آ رہا تھا اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نظر نہیں آ رہے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو آنے والے ہیں دیکھو وہ کھڑے ہیں، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا“ ”اے ابوبکر! غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔ یہ کیا کر سکتے ہیں جب اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں، اور وہ پاؤں کا کھوج لگانے والے غار پر پہنچ گئے ہیں کہ یہاں تک آئے ہیں، اس سے آگے پاؤں کا نشان نہیں جاتا، یقیناً غار کے اندر ہیں، اللہ کی شان ہے کہ غار کے دروازے پر مکڑی نے جالا تن دیا، اور ایک کبوتری باہر بیٹھی انڈے سینچ رہی ہے، تو سارے کفار و مشرکین نے اس پاؤں کے کھوج لگانے والے کو جھٹلایا کہ، تو احمق ہے بے وقوف ہے، یہ اندر کیسے گئے؟ یہ مکڑی کا جالا یہ ایک دن میں اتنا تو نہیں بن سکتا، اب یہ کبوتر جنگلی جانور ہے اندر داخل ہونے سے اڑ جاتا، یہ یہاں بیٹھا تھوڑی رہتا، اب یہ انڈے سینچ رہا ہے، لگتا ہے بہت دن سے بیٹھی ہے کبوتری، جو انڈے سینچ رہی ہے۔ تو غلط کہہ رہا ہے تو انہوں نے جب غار کے منہ پر جالا دیکھا تو پیچھے چلے گئے۔

اس کو بزرگ یوں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ایک تار عنکبوت سے، مکڑی کے جالے کی تار سے اور بیضۂ کبوتر سے وہ کام لیا جس کیلئے صدہا قلعے اور صدہا نوجوان جنگلی کام نہ کر سکتے اور ایک مکڑی کے جالے سے، تار سے وہ کام لے لیا، کبوتر کے انڈے سے وہ کام لے لیا ”وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ

الْعَنْکَبُوْتِ'' سب سے کمزور گھر جو ہوتا ہے یہ مکڑی کے جالے کا ہوتا ہے ایک پھونک مارو اڑ جاتا ہے، یہ سارے مشرکین و کفار آئے ہوئے ہیں اور نا کام جا رہے ہیں واپس۔ تو اس غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اے ابو بکر! غم نہ کرو ''اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا'' اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ فرماتے ہیں کہ ابو بکر وہ شخص ہے جس کو آٹھوں دروازے جنت کے بلا رہے ہوں گے کہ میرے اندر سے داخل ہو، میرے اندر سے داخل ہو، میرے اندر سے داخل ہو، تو اس واسطے جب اتنا اونچا مقام ہے تو اس کی آخرت کی فکر کا کیا حال ہے؟

حضرت ابو بکر صدیق اور فکر آخرت

کبھی کبھی ایسا آخرت کا فکر ہوتا ہے کہ حساب ہوگا، میرا کیا بنے گا؟ فرمایا کاش! میں گھاس ہوتا جانور مجھے کھا جاتے کسی کو پتہ نہ چلتا میرا، میں انسان نہ ہوتا گھاس ہوتا جانور کھا جاتے مجھے، کاش میں کسی مؤمن کا بال ہوتا میں انسان نہ ہوتا، مجھ سے حساب ہوگا۔ ایک دفعہ باغ میں بیٹھے ہوئے ہیں ایک پرندہ، سبز درخت سے ادھر اڑتا ہے ادھر اڑتا ہے کہا اے پرندے! تو کتنا خوش نصیب ہے، کیا مزے لے رہا ہے، درخت کی بہار لے رہا ہے، کبھی ادھر کبھی ادھر خوشیاں منا رہا ہے، کاش کہ میں بھی تیرے جیسا ہوتا، تجھ سے تو حساب نہیں مجھ سے حساب ہوگا، اب بتاؤ اتنی اونچی ہستی اور پھر آخرت کی فکر کتنی، ہم گناہ پر گناہ کئے چلے جاتے ہیں کوئی عضو ہمارا صحیح نہیں ہے اور پھر ہمیں فکر نہیں ہے۔ آخر یہ فکر کب ہوگی؟ مرنے کے بعد تو بے کار ہے اور یاد رکھیں، مرنے کے وقت سب معلوم ہو جاتا ہے کہ میں جنت میں جا رہا ہوں یا دوزخ میں جا رہا ہوں، اپنا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے، تب اس وقت فائدہ کوئی نہیں

ہوتا۔ ہر کافر کو منکر کو فاسق کو بدکار کو بتا دیا جاتا ہے کہ آپ ابھی یہاں جا رہے ہو، لیکن اس وقت فائدہ کوئی نہیں ہوتا۔

حضرت عمر اور فکر آخرت:

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کئی دفعہ ایک تنکا اٹھاتے اور فرماتے کہ کاش میں ایک تنکا ہوتا، یہ آخرت کی فکر تھی، آخرت کے حساب کی فکر تھی، کاش میری ماں مجھے نہ جنتی، میں انسان نہ ہوتا اب مجھ سے حساب ہوگا ایک دفعہ اپنے دفتر کے اوقات ختم کر کے کسی اور کام میں مشغول تھے تو ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھ پر فلاں نے ظلم کیا ہے مجھے بدلہ دلوا دو، چل کے، اب تھکے ماندے ہارے آئے تھے، دفتر کا کام بڑی دیر تک کر کے آئے تھے، اس کو کہا کہ تم بڑے احمق بیوقوف ہو کہ وقت پر تو آتے نہیں ہو جب میں دوسرے کام میں لگا ہوں تو تم آ گئے ہو، اور درہ ان کا مشہور تھا ہلکا سا درہ بھی مارا اس کو، اب تو مار تو بیٹھے، جب جانے لگا تو فکر پیدا ہو گئی کہ کل میں جواب کیا دوں گا؟ اس کو بلایا جلدی جلدی، اور درہ اس کے ہاتھ میں دیا اور کہا تم بدلہ لے لو، آخرت پر مت چھوڑو، اس نے کہا جی میں نے آپ کو معاف کیا، معاف بھی کرا لیا لیکن وہ غم آخرت، فکر آخرت سوار تھا گھر گئے دو نفل پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کے عرض کرتے ہیں کہ اے عمر! تو کمینہ تھا، اللہ تعالیٰ نے تجھے اتنا اونچا کیا، اور کفر میں مبتلا تھا، تو گمراہ تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے ہدایت دی، ذلیل تھا تجھے عزت ملی، پھر اللہ نے تجھے بادشاہ بنا دیا، اب ایک فریادی کو تو مارتا ہے، کل قیامت کے دن تو کیا جواب دے گا؟ اس پر بڑی دیر تک اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے یہ فکر آخرت تھی۔

حضرت عمرؓ کا رعایا کا حال معلوم کرنے کیلئے رات کو گشت کرنا

ایک دفعہ ان کا غلام تھا ان کا نام تھا اسلم، رات کا وقت ہے ان کو لے کے گشت کر رہے ہیں، حالات معلوم کر رہے تھے کہ حاجت مند کی حاجت پوری کی جائے، جنگل میں گئے دور سے دیکھا آگ جل رہی ہے، وہاں گئے تو دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت ہے۔ ہنڈیا میں کوئی چیز ہے نیچے آگ جل رہی ہے اور بچے رو رہے ہیں یہ وہاں گئے اس کو سلام کیا اور کہا اگر اجازت ہو تو ہم تمہارے قریب آجائیں اس نے اجازت دے دی، جب وہاں قریب گئے تو بچوں کے رونے کا سبب پوچھا اس نے کہا جی بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں، میں ان کو بہلا رہی ہوں کہ تمہارے لئے کھانا تیار ہو رہا ہے، جب کھانا تیار ہو جائے تو کھا لینا، اور میری نیت یہ ہے کہ روتے روتے تھک کے سو جائیں گے، میں بہلانے کیلئے کہہ رہی ہوں، میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اخیر میں یہ کہا کہ عمر کو معلوم کرنا چاہیے، بادشاہ ہے اور کہا میرا اور عمر کا آخرت میں حساب ہوگا، یہ بات کہنی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رونا آگیا رو رہے ہیں۔ حضرت عمر واپس تشریف لے گئے، ایک بوری میں کچھ آٹا کھجوریں اور دیگر اشیاء بھر لیں۔

اور اس بوری کو خود اُٹھایا، اسلم نے کہا میں اٹھاتا ہوں، میں غلام ہوں آپکا، میں اٹھاتا ہوں، انہوں نے کہا نہیں نہیں، میں اٹھاتا ہوں، مجھے اٹھوا دو، اور وہ اسلم غلام اصرار کر رہا ہے، یہ کہتے ہیں نہیں، میں اٹھاؤں گا، اخیر میں یہ کہا کہ اے اسلم! کیا کل قیامت کے دن میرے گناہوں کا بوجھ بھی تم اٹھا لو گے؟ تم مجھے اٹھواؤ! یہ میری ذمہ داری ہے، بوری اٹھائی اپنے سر پر، امیر المؤمنین آدھی دنیا کی حکومت والے، بوری سر پر اٹھائے جا رہے ہیں وہاں جا کے خود جا کے آگ کے پاس بیٹھ

گئے اور وہی جو ہنڈیا چڑھی ہوئی تھی اس میں گھی ڈالا، آٹا ڈالا، شکر یا کھجوریں ڈالیں اور حلوہ سا تیار ہو گیا اب بچوں کو کھلانا شروع کیا بچے کھا رہے ہیں، تھوڑی دیر پیچھے ہٹ کے بیٹھ گئے، اسلم غلام نے کہا حضرت چلیں ابھی، کہا بھائی جس طرح میں نے ان بچوں کو روتے ہوئے دیکھا ہے، میں ان کو ہنستے ہوئے بھی دیکھ لوں، یہ کیا تھا؟ فکر آخرت تھی کیوں اتنا بوجھ اٹھایا؟ کیوں اتنا گشت کر رہے ہیں؟ فکر آخرت تھی، حالانکہ بڑا اونچا مقام ہے، یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ فرمایا جس گلی سے عمر گزرتا شیطان بھاگ جاتا، اتنا اونچا مقام تھا۔ کئی آیات قرآنی ایسی ہیں جو انہوں نے پہلے بتا دیا یا رسول اللہ ایسا ہونا چاہیے، بعض وقت تو آیات قرآنی آگئیں اس بارے میں۔ ایسا ذہن صحیح تھا۔ یہ اذان جو ہماری ہے جب اذان فرض ہوئی تو مشورہ ہوا کہ کیا کیا صیغے ہونے چاہئیں؟ کس طرح ہونی چاہیے؟ یہ موجودہ اذان جو ہے ان کو خواب میں سکھلائی گئی تھی حضورؐ نے فرمایا ہاں یہ ٹھیک ہے۔ اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمد رسول اللہ ان کو خواب میں سکھلائی گئی تھی۔ اتنا اونچا تو مقام ہے اور فکر آخرت اتنی ہے کہ ڈر رہے ہیں۔ اس واسطے ہمیں انتظام کرنا چاہیے، اس کا فکر کرنا چاہیے، ورنہ یہ کہ کل کو پچھتانا پڑے گا، اور آج ہمارا حال یہ ہے کہ آخرت کی فکر اور بے فکری کا یہ نتیجہ ہے کہ اذان بھی ہو جاتی ہے جماعت بھی ہو جاتی ہے، اذان سنتے بھی ہیں اور نہیں جاتے مسجدوں میں، یہ بے فکری ہے یہاں تک کہ بعضوں کی نماز بھی قضا ہو جاتی ہے، جماعت بھی گئی، مسجد میں نماز بھی گئی گھر میں بھی نہیں پڑھی، یہ بے فکری کی بات ہے یہ جماعت کو چھوڑنا بے فکری کی بات ہے، مسجد میں نماز نہ پڑھنا بے فکری کی بات ہے۔

تمام اعضاء سے پوچھ ہوگی:

''اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (۳۶)''

اس آنکھ کے متعلق پوچھا جائے گا، کان کے متعلق پوچھا جائے گا، دل کے متعلق پوچھا جائے گا۔ جا رہے ہیں یہ خیال نہیں کہ کل کو مجھ سے پوچھا جائے گا، آنکھ ہے غیر محرم کو دیکھ رہا ہے، کل کو کیا جواب دے گا؟ جب پوچھا جائے گا، قیامت کو، یہی بدنگاہی کرتا ہوا دکھائی دے گا، جہنم میں سیسہ کی سلائی، جہنم کی آگ میں گرم کر کے اس کی آنکھوں میں ڈالا جائے گا، کتنی سزا ہوگی، کتنی رسوائی ہوگی؟ آج فکر نہیں ہے، بے فکری کی وجہ سے کر رہا ہے، کاش آخرت کی فکر ہو۔

آپ دیکھتے ہیں یہ تاجر لوگ مال کمانے کیلئے جو بھی ناجائز حربہ ہے سب استعمال کرتے ہیں، حرام کی پرواہ نہیں، مال آئے جس طرح بھی آئے، اور یہ معلوم نہیں، کل یہی مال وبال بن جائے گا، ہمارے لئے یہ فکر نہیں ہے، لوگ لیڈر بنتے ہیں وزیر بنتے ہیں، عہدے دار بنتے ہیں، ہر ناجائز حربہ استعمال کر کے اونچائی پر جانا چاہتے ہیں، جاہ کی طلب ہے عزت کی طلب ہے، یہ معلوم نہیں یہ جو ناجائز ذرائع ہم نے اختیار کئے ہیں اس پر کیسی پکڑ ہوگی؟ کیا سزا ملے گی؟ بے فکری ہے، رشوت کی عادت پڑ گئی ہے، اِس کا حق مار رہا ہے اُس کا حق مار رہا ہے، اس کا حق مار رہا ہے کل قیامت کو کیا جواب دے گا؟

غمی وخوشی کی رسومات میں لگنا یہ بھی بے فکری کی دلیل ہے:

کئی آدمی ایسے ہیں کہ قرض لیتے ہیں اور دیتے نہیں ہیں قرض مار لیتے ہیں یہ معلوم نہیں کہ کل اس قرض کے بدلے میری نیکیاں دی جائیں گی، نیکیاں ختم ہو گئیں تو برائیاں مجھے لینی پڑیں گی، یہ فکر نہیں ہے، بے فکری ہے۔ انسان کسی کا انتقال ہو جاتا ہے، آپ فرض کریں ایک گھر کا سربراہ تھا اس کا انتقال ہو گیا اور حکم یہ ہے کہ تین دن کے بعد سب سے پہلا کام یہ کرنا ہے کہ جو وہ ترکہ چھوڑ کے جائے اسے تقسیم کرنا ہے حکم یہ ہے واجب حکم ہے، نہیں کریں گے تو گناہ گار ہوں گے، اب مال اس کا ہے، لوگ آ رہے ہیں عیادت کیلئے، اسی میں سے کھلا رہے ہیں، حالانکہ یہ مال وارثوں کا ہے اور بعض وارث ایسے ہوتے ہیں جو کہ نابالغ ہوتے ہیں، نابالغ اجازت دے دے تو بھی شریعت اس کی اجازت معتبر نہیں سمجھتی، اب اس کا حق مارا جا رہا ہے، کھا رہے ہیں لوگ، یا عورت ہے وہ دبا لیتی ہے سارے مال کو، یا بڑا لڑکا ہے وہ چھوٹے کا حق مار لیتا ہے۔ یہ آخرت کی بے فکری کی دلیل ہے کل کو مواخذہ ہوگا، اس کا خیال نہیں، فکر نہیں ہے۔

کسی نے ہمارے پاس امانت رکھی ہم پرواہ نہیں کرتے اس میں خیانت کر لیتے ہیں، خیانت کا کل کو حساب دینا پڑے گا، پھر کیا بنے گا انسان کا؟ کئی ایسی رسوم ہیں جو ہمارے معاشرے میں داخل ہو گئی ہیں، خوشی کے موقع پر ہوں یا غمی کے موقع پر ہوں، یہ شرعافقہ کی رو سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی منشاء کے خلاف، ہم وہ کام کرتے ہیں ہے رسم، رواج پڑا ہوا ہے لیکن وہ کرتے ہیں ہم۔ اس پر کیا کیا سزا ملے گی؟ کل پتہ چلے گا یہ بھی بے فکری کی دلیل ہے آخرت کی فکر نہیں ہے۔

ٹی وی، راگ، تصویریں سب بے فکری کا سامان ہیں:

اسی طرح گھروں میں ہے تو وہ حقیقتاً عذاب کا سامان ٹی وی اور وی سی آر حقیقتاً عذاب کا سامان ہے، ہم اسے تفریح کا سامان سمجھتے ہیں، جب سے یہ ٹی وی اور وی سی آر نکلے ہیں، اس وقت سے ہمارے نوجوانوں کے اخلاق اس قدر خراب ہوگئے ہیں، اس قدر خراب ہوگئے ہیں، حیا بھی جارہی ہے، برے کام بھی ہو رہے ہیں، ماں باپ کی نافرمانی بھی کررہے ہیں، لوگوں کو تکلیف بھی دے رہے ہیں، یہ حیا سوز واقعات بھی سامنے آرہے ہیں، اور ہم کہتے ہیں تفریح کا سامان ہے، یہ معلوم نہیں ہے کل کو اس کی وجہ سے کتنی پکڑ ہوگی؟ کتنا عذاب ہوگا؟ یہ بھی بے فکری کی دلیل ہے۔ جہاں چاہا راگ سن لیتے ہیں، تصویریں گھروں میں لگا لیتے ہیں، حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں تصویر ہو، یا کتا ہو، جو شوقیہ پالا جائے کتا، اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں داخل ہوتے، رحمت کے نہیں تو زحمت کے فرشتے آئیں گے، تکلیف ہوگی ان پر، پرواہ نہیں فکر نہیں ہے اس کی، کسی کا حق مارا ہوا ہے وہ ادا نہیں کرتا، کسی کو مارا، کسی کو پیٹا، کسی پر ظلم کیا، کسی کی زمین دبا لی، کسی کا روپیہ دبالیا، کل کو پتہ چلے گا پھر۔

حقیقی مفلس کون ہے؟

ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ مفلس ہم اس کو سمجھتے ہیں جس کے پاس روپیہ پیسہ درہم دینار نہ ہو، فرمایا نہیں ایک شخص ہے نماز میں نفلیں، بہت پڑھے گا تلاوت بہت کرے گا نفلی حج بھی کرے گا، نیکیاں اور بھی بہت کرے گا، طرح طرح

کی، قیامت میں بہت سی نیکیاں لے کے جائے گا، لیکن اہلِ حقوق آئیں گے کسی کو مارا کسی کو پیٹا، کسی کی غیبت کی، کسی کی چوری کی، کسی کی زمین دبا لی، تو جتنے بھی حق والے ہیں سارے آتے جائیں گے، اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے، یا اللہ! پہلے اس سے ہمارا حق دلوا دیجئے گا، تو وہاں کوئی روپیہ پیسہ تو ہوگا نہیں، یہی نیکیاں ہوں گی، یہ جو نیکیاں لے کے گیا تھا، فرمائیں گے تمہارا یہ حق بنتا ہے، اتنی نیکیاں لے کے جاؤ دوسرے کو کہیں گے تمہارا یہ حق بنتا ہے تم اتنی نیکیاں لے کے جاؤ، تیسرا چوتھا پانچواں حتیٰ کہ اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی، لیکن اہل حقوق باقی رہیں گے، وہ مطالبہ کریں گے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بھائی اس کی نیکیاں تو ختم ہوگئی ہیں، اب میں تمہیں کیا دوں؟ وہ بندے عرض کریں گے کہ یا اللہ! پھر ہماری برائیاں اس کو دے دیجئے! اتنے اتنے اس نے ہمارے اوپر ظلم کئے ہیں، تو ان کے گناہ پھر اس پر لاد دیئے جائیں گے، نیکیوں کے انبار، ڈھیر کے ڈھیر لے کر گیا تھا، وہاں خالی ہاتھ رہ گیا، بلکہ اور گناہ سر پر چڑھ گئے، فرمایا یہ مفلس ہے۔ آج انسان لوگوں کے حقوق مار لیتا ہے، کچھ فکر نہیں ہے، یہ آخرت سے بے فکری کی دلیل ہے۔ ہر طرح کے گناہ ہو رہے ہیں۔ آج ہمارے معاشرے میں بے پردگی ہے، فحاشی ہے، عریانی ہے، بے حیائی کی باتیں ہو رہی ہیں، فکر نہیں ہے کل کو کیا ہوگا؟ پھر تو یہ ساری باتیں بے فکری کی دلیل ہیں تو ہمیں چاہیے کہ آخرت کی فکر پیدا کریں۔

زیادہ نیکیاں بھی بروزِ قیامت کم محسوس ہوں گی

یہ جو آیات اور احادیث آپ سے عرض کی گئی ہیں، اسی واسطے تاکہ فکر پیدا ہو، یہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے اے کعب! مجھے کوئی ایسی بات سناؤ کہ آخرت کی فکر پیدا ہو۔ حالانکہ اتنا اونچا مقام ہے، پھر فرماتے ہیں مجھے کوئی سناؤ ایسی بات، حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

اے امیر المؤمنین! کیا آپ کے پاس کتاب اللہ اور احادیث رسول ﷺ نہیں ہیں کہ مجھ سے پوچھ رہے ہو؟ فرمایا بالکل ہے، لیکن پھر بھی آپ مجھے ضرور کوئی ایسی بات سناؤ کہ آخرت کی فکر اور بڑھ جائے، تو پھر انہوں نے، حضرت کعب ؓ نے فرمایا کہ اے عمر! آدمی کے بس میں جتنا ہو سکے اتنا نیک عمل کرے، جتنی ہو سکے کوشش کر کے نیک عمل کرے، اس لئے کہ قیامت کا دن بڑا سخت ہوگا، اور اگر آپ کے پاس قیامت کے دن ستر نبیوں کے برابر بھی عمل ہوں گے وہ بھی کم پڑ جائیں گے، اندازہ کر لیجئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بڑا اثر ہوا، اور سر جھکا لیا، دعائیں مانگتے رہے کہ، یا اللہ مجھے آخرت کی تیاری کی فکر پیدا کر دیجئے، میں اور اچھی طرح آخرت کی تیاری کرلوں۔ جب حالت کچھ ٹھیک ہوئی تو سر اٹھایا اور کہا کچھ اور بھی بتائیے۔

جہنم کی آگ کی تیزی

تو پھر حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! جہنم کی آگ اتنی سخت ہے کہ اگر مشرق میں جہنم کی آگ کا سُراخ کر دیا جائے اتنا جتنا بیل کا ایک نتھنا ہوتا ہے، اتنا سوراخ ہو اس میں سے آگ کی گرمی داخل ہونا شروع ہو جائے دنیا میں، ایک انتہائے مغرب پر جو انسان ہے، اس گرمی کی وجہ سے اسکا دماغ پگھل جائے گا، اور دماغ باہر نکل جائے گا اتنی آگ سخت ہے، مشرق میں جتنا بیل کے نتھنے کا سوراخ ہے اتنا کھلا اور گرمی آنی شروع ہو گئی، اور ایک انتہائے مغرب پر انسان ہے، اس کا دماغ اس گرمی کی وجہ سے پگھل جائے گا، باہر نکل جائے گا، ایسی جہنم کی آگ سخت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بڑا اثر ہوا، سر جھکا لیا، کافی دیر سر جھکانے کے بعد پھر اور فرمائش کی، کہ مجھے کچھ اور سنائیے، پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا

کہ قیامت کے دن جہنم سے ایک آواز آئے گی، بڑی سخت، بڑی دردناک، اور بڑی گرج والی آواز آئے گی، اس قدر ہیبت ناک آواز آئے گی، جتنے بھی مقبول نبی ہیں، اور فرشتے ہیں، سب گھٹنے کے بل گر جائیں گے، اتنا سخت دن ہوگا قیامت کا، اور ہر شخص نفسی نفسی کہے گا، میری جان بچ جائے، میری جان بچ جائے، میری جان بچ جائے، کسی کا ہوش نہیں ہوگا اس وقت، تو فکر تھا، یہ کیوں کرتے تھے؟ فکر تھا، اس فکر کی وجہ سے وہ پوچھتے تھے اور تیاری کرنے کا سوچتے تھے۔

ایک عجیب واقعہ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، بڑا اونچا مقام ہے ان کا۔ تقریباً ایک سو بیس صحابہ سے ملاقات ہوئی ہے ان کی، تابعین میں بڑا اونچ مقام تھا، ایک دفعہ تجارت کی غرض سے روم گئے، وہاں کے وزیر کو ملے، وزیر اس وقت تیار ہو کے کسی طرف جا رہا تھا اس نے کہا باقی باتیں تو پھر کریں گے، میں کسی ضرورت سے جا رہا ہوں، اگر آپ کو چلنا ہے، تو میرے ساتھ چل دیجئے۔ انہوں نے کہا چلتا ہوں میں، ان کیلئے بھی ایک گھوڑا منگوایا، دونوں گھوڑے پر سوار ہو کے گئے، چلتے چلتے چلتے ایک جنگل میں پہنچے، وہاں دیکھا کہ ایک بڑا پرتکلف خیمہ تھا، رومی ریشمی کپڑے کا بنا ہوا، بڑا پرتکلف خیمہ تھا، جب یہ پہنچے، تو دیکھا کہ فوج جو ہے ہتھیاروں سے لیس مسلح ہو کر، اسلحہ سمیت اس خیمے کے اردگرد چکر لگا کر جا رہی تھی، کہتے ہیں ہم کھڑے ہو گئے ان کے جانے کے بعد دیکھا کہ بڑے بڑے اونچے عہدوں والے لوگ اور علماء آئے اور وہاں خیمے کے پاس کھڑے ہو کے کچھ باتیں کیں، ہم دور کھڑے تھے، پتہ نہیں کیا باتیں کیں اور رخصت ہو گئے وہ، پھر بڑے بڑے دانشور آئے، میر منشی آئے، انہوں نے بھی اس خیمے کے پاس کھڑے ہو کر کچھ کہا، ہمیں بھی سمجھ میں نہیں آیا اور کہہ

کے چلے گئے، وہ گئے، تو نہایت خوبصورت عورتیں کنیزیں آئیں، جن کے سر پر بڑے بڑے تھال تھے، ان تھالوں کے اندر ہیرے، جواہرات، سونے چاندی کی چیزیں، روپے پیسے، بھرے ہوئے تھے، وہ بھی آئیں اور کچھ کہہ کر واپس چلی گئیں، اس کے بعد بادشاہ آیا اور اس کے ساتھ بڑا وزیر آیا، وہ بھی کچھ کہہ کے واپس ہو گیا۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں میں حیران پر حیران ہوا کہ یہ معاملہ کیا ہے؟

دنیا کی کسی طاقت سے موت ٹل نہیں سکتی

تو پھر فرماتے ہیں جس وزیر کے ساتھ میں گیا تھا، اس سے پوچھا یہ ماجرہ کیا ہے؟ اس وزیر نے کہا یہ بادشاہ ہے جو ہمارا ہے، اس کا ایک نوجوان لڑکا بڑا، ہونہار، بڑا سمجھدار، بڑا خوبصورت تھا، اس کا انتقال ہو گیا، اس خیمے کے اندر وہ دفن ہے، اور یہ فوجی لوگ جو ہیں اسلحے سمیت آئے ہیں، وہ چکر لگا کے کہتے ہیں کہ اے شہزادے! اگر موت کا مقابلہ ہم اسلحے کے ساتھ کر سکتے! تو ہم بڑے قوی ہیکل نوجوان ہیں، اسلحے کے ساتھ موت کو مار کے بھگا دیتے، لیکن ہائے افسوس، موت کا مقابلہ نہیں کر سکتے موت اٹل ہے آنیوالی ہے، پھر علماء اور مشائخ آئے، انہوں نے آ کے یہ کہا کہ اے نوجوان شہزادے! اگر علم کے زور سے، دعاؤں کے زور سے، توجہ کے زور سے، ہم موت کو ہٹا سکتے تو ضرور ہم موت کو ہٹا دیتے، کیونکہ ہم بادشاہ کے نمک خوار ہیں، اور تو زندہ رہتا، لیکن ہائے افسوس! موت سے مقابلہ ہمارے بس کی بات نہیں۔ اس کے بعد دوسرے دانشور لوگ آئے، کہ اگر حکمت کی باتوں سے، فلسفے اور عمل کی باتوں سے، ہم موت کو ورغلا کے ٹال سکتے، تو ٹال دیتے، لیکن موت سے مقابلہ کرنا ہمارے بس میں نہیں۔ پھر وہ کنیزیں آتی ہیں زر و جواہرات تھال میں رکھے ہوئے، سونا چاندی تھال میں رکھا ہوا، وہ آ کے کہتی ہیں، کہ اے شہزادے! ہم

بڑی خوبصورت ہیں، اتنا مال سر پر رکھا ہوا ہے، اگر مال و دولت سے، اور خوبصورتی سے موت کو ہم ہٹا سکتے، تو ہم حاضر تھیں ہٹا دیتیں، لیکن موت ٹلنے والی نہیں ہے، اور بادشاہ بڑے وزیر کے ساتھ آ کے کہتا ہے، اے شہزادے! تم نے دیکھ لیا، تمہاری فوج بھی عاجز ہے موت کے آگے، بڑے بڑے دانشور حکماء بھی عاجز ہیں، بڑے بڑے علماء اور مشائخ بھی عاجز ہیں، موت کو کوئی ٹال نہیں سکا ہے، یہاں تک کہ زر و جواہرات، مال و دولت بھی موت نہیں ٹال سکتے ہیں تو ہم بے بس ہیں، اللہ کے پاس سپرد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تیری خیر کرے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: مجھے اس پر بڑی فکر پیدا ہو گئی، کہ جب یہ موت ٹل نہیں سکتی تو اس کی تیاری کرنی چاہیے، پھر آ کے تیاری میں لگ گئے، کسی سے بھی نہیں ملتے تھے، صرف آخرت کی تیاری میں لگ گئے، یہ فکر آخرت تھی، کاش! ہمارے اندر بھی یہ آخرت کی فکر پیدا ہو جائے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم کی ہدایت

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ، آپ نے سنا ہوگا کہ محل میں سوئے ہوئے ہیں، اوپر مکان کی چھت پر کچھ لوگوں کی چلنے کی آواز آ رہی ہے، یہ اٹھے اور باہر صحن میں آ کر آواز دی، تم لوگ کون ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارے اونٹ گم ہو گئے ہیں، ہم اونٹوں کی تلاش میں یہاں آئے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ تم بڑے احمق اور بے وقوف ہو، شاہی محل میں اونٹ کا کیا کام؟ اب چھت کے اوپر، پھر وہ تو تھے اصل میں فرشتے، اللہ کے بھیجے ہوئے، یہ وقت ہوتا ہے، آ جاتا ہے، دنیا سے اچاٹ ہونے کا، آخرت کی فکر پیدا ہونے کا۔ انہوں نے کہا ہم سے زیادہ بے وقوف اور احمق وہ شخص ہے کہ شاہی شان و شوکت اور تکیہ گدے پر، اور بادشاہی تخت پر، وہ اللہ کو تلاش کرتا ہے، وہ زیادہ بے وقوف ہے، بس اس کے دل پر چوٹ لگی،

ایک صبح جا کے دربار میں بیٹھے ہیں، یہ دربار لگا ہوا ہے ایک شخص بڑا قوی ہیکل دربار میں داخل ہوا کسی چوکیدار دربان کی پرواہ نہیں کی، وزراء، امراء، رؤسا کی پرواہ نہیں کی، سیدھا چلتے چلتے ابراہیم بن ادھمؒ کے تخت پر آ کے کھڑا ہو گیا، کبھی دائیں دیکھتا ہے کبھی بائیں دیکھتا ہے کبھی اِدھر دیکھتا ہے کبھی اُدھر دیکھتا ہے، تو ابراہیم بن ادھمؒ نے سوال کیا کہ تم کون ہو؟ کس کی تلاش میں ہو؟ کس چیز کی تم تلاش کر رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں یہاں قیام کرنے کیلئے آیا تھا میں یہاں پر ٹھہرنے کیلئے آیا تھا، رہنے کیلئے آیا تھا، پھر یہ تو سرائے معلوم ہوتی ہے اس لئے میں یہاں نہیں ٹھہرتا ہوں، تو حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا: برادرم! یہ شاہی محل ہے، یہ سرائے نہیں ہے انہوں نے کہا اچھا؟ اچھا یہ بتاؤ تم سے پہلے یہاں کون تھا؟ کہا میرے والد تھے، اس سے پہلے کون تھا؟ میرا دادا تھا، اس سے پہلے کون تھا؟ کہا میرے پردادا تھے، اب آپ بادشاہ ہیں؟ کہا ہاں! آپ کے بعد کون بادشاہ بنے گا؟ میرا لڑکا، اس کے بعد کون بنے گا؟ میرا پوتا، کہنے لگے غور کیجئے جس جگہ نہ پردادا رہے، نہ دادا رہے، نہ باپ رہے، نہ تم رہو گے، تو سرائے نہیں تو اور کیا ہے؟ سرائے میں تو ایک آدمی آتا ہے جاتا ہے، آتا ہے جاتا ہے، یہ بھی سرائے تو ہے اور کیا ہے؟ بس یہ کہا اور نکل گیا، اب ان کے دل پر اور چوٹ لگی، اب فکر میں پڑے یہ کون شخص ہے؟ بے قرار ہو گئے، تلاش کیلئے نکلے شہر کے باہر جا کے دیکھا وہی شخص نظر آ گیا، کہنے لگے بھائی آپ کون ہیں؟ کہنے لگے میں خضر ہوں، بس پوچھ کے واپس آ گئے اب فکر اور سوار ہو گئی، اب دوسرے دن شکار کیلئے نکلے تو اب شکار کو جا رہے ہیں، تو چلتے چلتے اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گئے، اکیلے تنہا رہ گئے، جب تنہا رہ گئے کافی آگے چلے گئے تو غائب سے ایک آواز آنی شروع ہو گئی کہ اے ابراہیم! مرنے سے پہلے ہوش میں آ جاؤ، بیدار ہو جاؤ، مرنے سے پہلے ہوش میں آ جاؤ بے دار ہو جاؤ، کچھ کر لو یہ برابر آواز آ رہی ہے،

وہ دل کی کیفیت پہلے بدلی ہوئی تھی اور بدلنی شروع ہو گئی، چلتے ہوئے دیکھا کہ ایک ہرن سامنے آ گیا، اس پر بندوق چلانے کیلئے دل کو اکسانا شروع کیا تو ہرن آواز دیتا ہے، وہ بولا انسانی زبان میں، کہ دیکھو تم میرا شکار کرو گے، ایسا نہ ہو کہ تم خود بھی شکار ہو جاؤ، یہ اور دل کی تبدیل کرنیوالی بات ہو گئی اور کہا کہ اے ابراہیم! وہ ہرن بول رہا ہے ''الهذا خلقت او بهذا امرت'' کیا اللہ نے تمہیں اس لئے پیدا کیا کہ تم ہمیں مارتے رہو! ہماری زندگی خراب کرتے رہو! پھر اور دل پر چوٹ لگی، پھر تو کہتے ہیں میری سواری کی باگ ہے، زین ہے، ہر طرف سے یہ آواز آنی شروع ہو گئی ''الهذا خلقت او بهذا امرت'' ایسی دل پر چوٹ لگی، ایسی چوٹ لگی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے، اللہ کو یاد کرنا شروع کر دیا، بادشاہی کو رخصت کر دیا، فرماتے ہیں وہاں ایک غار تھی مکمل نو سال اللہ کی عبادت میں لگے رہے، اس کے بعد مکہ مکرمہ گئے ہیں، پیدل گئے ہیں، اور کئی واقعات ان کے ہیں، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے اس غار کی زیارت کی، اس میں مشک کی اتنی خوشبو آ رہی تھی، کہ ساری غار مشک سے بھر دی جاتی، اس کی اتنی خوشبو نہ آتی جیسے اس اللہ کے مقبول کی وجہ سے خوشبو آ رہی تھی، یہ فکر آخرت تھی جس نے بادشاہی چھڑوا دی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کے غلام کی فکر آخرت

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مبارک بھی، بڑے اونچے لوگوں میں سے ہیں، مفسر بھی ہیں، محدث بھی ہیں، فقیہ بھی ہیں، کسی نے ان کو بتایا کہ آپ کا جو غلام ہے، یہ قبرستان میں جاتا ہے، جب آپ کے کام سے فارغ ہوتا ہے، قبریں کھود کے لوگوں کے کفن چراتا ہے، اب ہمارے جیسا کوئی ہوتا تو آتے ہی اسے مارنا پیٹنا شروع کر دیتا، لیکن اللہ کے مقبولین جو ہوتے ہیں وہ تحقیق کرتے ہیں، پوری تفتیش

کرتے ہیں، پھر جا کے سزا دینی ہو یا کچھ کرنا ہو پھر کرتے ہیں۔ پہلے سن لیا دوسرے تیسرے دن پھر کسی نے کہا سنتے رہے، اخیر انہوں نے کہا میں جستجو تو کروں، تو یہ غلام ان کا کام کر کے شام کو جو رخصت ہوا یہ بھی پیچھے پیچھے چلے گئے، جا رہے ہیں دیکھتے ہوئے حتیٰ کہ واقعی قبرستان پہنچ گیا ان کو شبہ پھر اور زیادہ ہو گیا، اور قبرستان میں جا کے دیکھا کہ ایک قبر کو کھودنا شروع کر دیا، ان کا شبہ اور قوی ہو گیا، قبر کھود کے چاہیے تو یہ تھا کہ قبر کھود کے کفن نکال کے واپس آ جاتا، لیکن وہ اندر جا کے بیٹھ گیا، اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گیا، اس نے اپنی قبر بنائی ہوئی تھی، تا کہ اپنی عبادت تنہائی میں جا کے کروں، جہاں کوئی دوسرا میری عبادت میں خلل نہ ڈالے، ساری رات عبادت کرتا رہا روتا رہا، اللہ کے سامنے، یہ پاس کھڑے سنتے رہے، اس کی باتیں اس کی آہ وزاری اس کا ڈرنا اس کا رونا، اس کی فکر آخرت دیکھی کہ دن بھر کام کرتا ہے، رات کو یہاں آ کے عبادت کرتا ہے، بڑے متاثر ہوئے، جب صبح صادق ہوئی تو اس نے اندر سے نکلنا تھا تو یہ بھی پیچھے ہٹ گئے، نکل کے قبر کو ویسے بند کیا، تختے ڈالے، اور چلنا شروع کر دیا یہ حضرت ابن مبارک بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے چلتے چلتے، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ایک مسجد میں پہنچا، اور جا کے اس نے سنتیں پڑھیں اور سنتیں پڑھنے کے بعد فرض پڑھے جماعت کے ساتھ، پھر وہیں بیٹھا وظیفہ کر رہا ہے، پھر دعا کر رہا ہے، دعا یہ کر رہا ہے کہ یا اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ میں غلام ہوں، اور میں نے غلام ہونے کی حیثیت سے آقا کے ساتھ یہ عہد کیا ہے کہ میں آ کے روزانہ ایک درہم دوں گا، اب میرا آقا درہم مانگے گا میں کیا کہوں گا؟ مہربانی فرما کر مجھے درہم عطا فرما دیجئے، یہ پیچھے دور بیٹھ کے دیکھ رہا ہے، اس کی عبادت بھی سن رہا ہے، فرماتے ہیں میں کیا دیکھتا ہوں اچانک اس کے اوپر ایک نور نمودار ہوا، اس نور نے

پھر ایک درہم کی شکل اختیار کر لی، درہم اس کے آگے گر پڑا، اس نے اٹھا لیا کہ میں جا کے اپنے آقا کو دوں گا، اب یہ آئے اس کے پاس عبداللہ بن مبارک غلام کے پاس آئے اور اس کو کہا کہ کاش! میں تمہارا غلام ہوتا تو میرا آقا، اتنا اونچا تیرا مقام ہے، اب دیکھئے فکر آخرت کی وجہ سے دن بھر غلام کام کر رہا ہے، رات کو جا کے عبادت کرتا ہے، اور یہ اس کی کرامت ہے، اب اس غلام نے اس وقت جب یہ کہہ رہے تھے کاش! میں تیرا غلام ہوتا تو میرا آقا ہوتا، وہی اس نے کہا یا اللہ اب میرا بھید ظاہر ہو گیا ہے، اب مجھے اٹھا لیجئے، وہیں بیٹھے بیٹھے انتقال ہو گیا، حضرت ابن مبارکؒ نے جو لباس اس کا تھا اسی میں اس کو دفن کر دیا، تو رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ! تو نے ہمارے دوست کو ٹاٹ کے لباس میں دفن کر دیا، کیا تیرے پاس کوئی کفن نہیں تھا؟ اندازہ کیجئے بات چل رہی ہے یہ کہ فکر آخرت ہونی چاہیے، ایسے بہت سے واقعات ہیں فکر آخرت کے، جنہوں نے اپنی فکر کی ہے، اپنی آخرت بنانی تھی، سنوارنی تھی، آخرت کے عذاب سے ڈرتے تھے، دوزخ سے ڈرتے تھے، اللہ سے ڈرتے تھے، نافرمانی سے ڈرتے تھے، ایسے بہت سے واقعات ہیں۔

آج اپنا معاملہ صاف کر لیں

ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنی آخرت کی فکر کر لیں، یہ آج ہماری جیتی جاتی زندگی جو ہے، یہ دن ہے، یا رات ہے، یہ آ رہے ہیں، مہینے سال آ رہے ہیں، نا معلوم کب ہمارا زندگی کا چراغ گل ہو جائے، یہ زندگی کب ختم ہو جائے، کب سانس ختم ہو جائے، کوئی پتہ نہیں ہے، اس وقت سے پہلے پہلے ہمیں چاہیے کہ اپنی سچی پکی توبہ کر لیں، گناہ

معاف کرالیں، لوگوں کے حقوق جو ہمارے ذمے ہیں، کسی کو مارا پیٹا، غیبت کی، ظلم کیا، اس سے معاف کرالیں، کسی کا قرض ہے اسے ادا کردیں یا معاف کرالیں، حقوق اللہ واجبہ ہیں نمازیں وقت پر ادا نہیں کیں قضا کردیں روزے نہیں رکھے، زکوٰۃ نہیں ادا کی حج نہیں کیا، جس پر واجب تھا حج، یا صدقۃ الفطر ادا نہیں کیا، یا قربانی ادا نہیں کی، علماء سے مسائل پوچھ کے نمازوں کی قضا کریں، روزوں کی قضا کریں۔ حج فرض نہیں کیا تھا حج ادا کریں، زکوتیں ادا کریں مسائل پوچھ لے، قربانی کے مسائل پوچھ کے قربانی ادا کریں، آج اپنا معاملہ صاف کریں، اس سے پہلے کہ ہمارا سانس چلا جائے، ہماری موت کا وقت آجائے، اس سے پہلے اپنی موت کی تیاری کریں۔

سمجھدار شخص کون؟؟

''موتوا قبل ان تموتوا'' مرنے سے پہلے مرجاؤ مرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سارے حساب ٹھیک کرلو اپنے آپ کو تیار کرلو پوری طرح سے یہ وقت جارہا ہے بڑی تیزی سے جارہا ہے ہمارے گھروں سے میتیں جارہی ہیں ہمارے برادری والے فوت ہورہے ہیں بازاروں مساجد والے جارہے ہیں ہم نے بھی ایک دن جانا ہے سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنی تیاری کرے ''القیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت'' وہی شخص دانا اور سمجھدار ہوشیار ہے جو اپنے نفس کو مطیع کرے یہ نفس سرکش ہمیں گناہ کرنے کیلئے تیار کرتا ہے نیکی نہیں کرنے دیتا اس کو مطیع کرے وعمل لما بعد الموت اور مرنے کے بعد جو جو منزلیں پیش آنے والی ہیں ان کیلئے تیاری کرے ورنہ ایسا نہ ہو کہ اچانک توبہ کئے بغیر، اعمال کو سنوارے بغیر موت آجائے اور آخرت میں نقصان ہو پریشانی اور سزا ہو۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

محبتِ الٰہیہ

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ. وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ''

محبت الٰہی کے ثمرات

اللہ تعالیٰ کی محبت کا کل بیان چل رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہی بہت زیادہ ایمان والوں کے دل میں ہوتی ہے۔ شدت محبت ہوتی ہے تو محبت کی اہمیت اور محبت کے حاصل کرنے کے طریقے کل عرض کر دیئے گئے تھے۔ اب فرماتے ہیں جب محبت دل کے اندر گھر کر جاتی ہے تو پھر اس کے آثار ہوتے ہیں۔ اس کی علامات ہوتی ہیں اس کی نشانیاں ہوتی ہیں جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہو جاتی ہے وہ پھر سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے نہ کسی سے لالچ ہوتا ہے نہ کسی سے خوف ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ جل شانہ کی اطاعت، فرمانبرداری، ان کے ذکر کو ہی مقصود سمجھتا ہے اور جو لوگ دنیا دار، دنیا دار سے مراد یہ ہے کہ گناہ کر کر کے دنیا کمانا ایسی تدبیریں کرنا کہ پیسہ آئے، کسی طریقے سے بھی آئے۔ فرماتے ہیں ایسی عقل کو وہ ٹھکرا دیتے ہیں ایسی مصلحت پر نظر نہیں رکھتے۔ سود ہے سودی کاروبار ہے، سٹے کا کاروبار ہے دھوکے سے کرتے ہیں، غلط کام کرتے ہیں، ناجائز کام کرتے ہیں، تو اُن لوگوں کے دل میں چونکہ ایک اللہ تعالیٰ کی محبت سمائی ہوئی ہے کہ ہر چیز پر قادر مطلق ہے۔ روزی دینے والا بھی وہ ہے روزی مقسوم بھی ہے، مقرر کر دی گئی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ میں حرام میں کیوں پڑوں؟ میں حلال کیوں نہ اختیار کروں؟ تو جو حرام طریقے ہیں کہ دنیا والوں کی جو عقل ہے اس کے وہ خلاف ہوتے ہیں۔ ان کی مصلحت کے خلاف ہوتے ہیں۔

محبت الٰہی کی وجہ سے صحابہ کرام کو بُرا بھلا کہا گیا

اب جو لوگ ناجائز طریقے اختیار کر کے پیسے کماتے ہیں عہدے حاصل کرتے ہیں، بڑے بن جاتے ہیں ان کا معیار جو ہے عقل کا یا سمجھ کا، وہ تو ہو گیا اور یہ

اللہ والوں کا معیار یہ ہو گیا تو وہ لوگ چونکہ دنیا کو مقصود بنائے ہوئے ہیں اور اللہ والے اللہ کو مقصود بنائے ہوئے ہیں۔ تو وہ دنیا کو مقصود بنانے والے، ان کو بے وقوف سمجھتے ہیں کہ دیکھو ہم نے اتنا پیسہ کما لیا ہے یہ کرتا نہیں ہے یہ کام، کہتے ہیں یہ پاگل ہے اتنی تھوڑی سی بات میں اتنے پیسے مل سکتے ہیں۔ تو کیوں نہ لئے جائیں، تو ایسے لوگوں کو پاگل کہتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں غم نہیں کرنا چاہیے، صحابہ کرام کے متعلق بھی یہی کہا گیا ہے کفار یہ کہتے تھے ''اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ'' کہتے ہیں ہم ایمان لائیں جیسے یہ بیوقوف ایمان لائے ہیں (معاذ اللہ استغفر اللہ) صحابہ کرام کو بے وقوف کہتے تھے۔ وہی بات ہے جو دنیا کو حاصل کرنے کے طریقے انہوں نے اختیار کر رکھے تھے۔ انہوں نے چھوڑ دیئے سارے، یکدم چھوڑ دیئے۔ تو کہتے ہیں یہ بیوقوف ہیں۔

محبت الٰہی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا گیا

اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلوب بیان، طرز بیان پھر اس کا جو اثر ہوتا تھا تو وہ کہتے تھے یہ تو شاعر ہے۔ شاعرانہ کلام ہے، اس کی وجہ سے اثر ہوتا ہے یا مضمون کا جو اثر ہوتا تھا کہتے تھے یہ جادو کرتا ہے۔ یہ جادو کی وجہ سے اثر ہوتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ حقیقت کو مان لیتے لیکن وہ عقلِ دنیا کے اعتبار سے وہ معیار بنا ہوا تھا انکا، دنیا کو سب کچھ سمجھتے اس واسطے جو دین کو سمجھنے والے ہیں اللہ کے ساتھ جو تعلق رکھتے ہیں ان کو وہ بے وقوف اور احمق اور شاعر اور ساحر کہتے تھے۔ پاگل اسی لئے کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہ کے مقابلے میں ساری مصلحتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ دنیاوی عقل والے حرام اور ناجائز تدبیریں کر کے خوش ہوتے ہیں۔ یہ ان کو چھوڑ کر

خوش ہوتے ہیں وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تعلق حاصل ہو کہ اللہ کی محبت حاصل ہوگی، تو ایسے دنیاوی عقل والے ایسے لوگوں کو بے وقوف کہتے ہیں۔

اصل دیوانگی اللہ تعالیٰ کی محبت ہے

اسی کا مولانا جواب دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں تم ہم کو بیوقوف کہتے ہو ہم کہتے ہیں:

"اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد"

ہم کہتے ہیں دیوانہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل نہیں ہوئی۔

"اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد
مر اصل را دید و زر خانہ نشد"

کہ اصل دیوانگی تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل کے اندر آجائے۔ کہتے ہیں تم ہمیں دیوانہ کہتے ہو ہم تم کو کہتے ہیں دیوانہ۔ "اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد" بے وقوف دیوانہ وہی ہے پاگل وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی دیوانگی اور محبت اور عشق حاصل نہ ہوا ہو، کہتے ہیں

"ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم
عشق آں ساقی وآں پیمانہ ایم"

اگر تم ہمیں قلاش کہتے ہو دیوانہ کہتے ہو تو معلوم بھی ہے کہ ہم کس کے دیوانے ہیں؟ ہم اس اللہ کے دیوانے ہیں جس نے اپنی محبت کا جام پلایا ہے جس نے اپنی محبت ہمیں بخشی ہے ہم ان کے دیوانے ہیں۔

ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم
عشق آں ساقی وآں پیمانہ ایم

تو فرماتے ہیں کہ یہ تو راستہ ہی ایسا ہے یہ اللہ کی محبت کا راستہ ہی ایسا ہے کہ اپنے آپ کو مٹانا پڑتا ہے مٹائے گا تو کچھ حاصل ہوگا مٹائے گا نہیں تو حاصل نہیں ہوگا۔

اللہ کا اتنا ذکر کرو کہ لوگ تمہیں بیوقوف کہنے لگیں

در رہِ منزل لیلیٰ خطرہاست وجانے
شرطِ اول آنست کہ تو مجنوں باشی

لیلیٰ کے پاس پہنچنے کیلئے بڑے خطرات آتے ہیں، بڑی منزلیں طے کرنی پڑیں گی، بڑی مشکلیں آئیں گی لیکن اس کیلئے مشکل ہے جو مجنوں نہ بنے۔ مجنوں ہو گیا اس کے اوپر عاشق ہو گیا تو اب ساری مشکلیں اس کیلئے آسان ہو جاتی ہیں۔ تو دنیاوی عقل والے لوگ یعنی وہ لوگ جو حرام حلال کی تمیز نہیں کرتے، جو جائز ناجائز کا خیال نہیں کرتے اور دنیا کماتے ہیں اور یہ جو اللہ سے تعلق رکھنے والے ہیں ایسی دنیا کو چھوڑتے ہیں تو وہ ان کو دیوانہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو اتنے پیسے کما لئے اتنے روپے کما لئے اتنے عہدے لے لئے یہ بیوقوف ہیں انہوں نے کچھ کیا نہیں، تو یہ اللہ کی محبت دل کے اندر آتی ہے تو پھر اس کو جائز و ناجائز حلال وحرام کا فکر ہو جاتا ہے جائز اور حلال چیزیں اختیار کرتا ہے ناجائز نہیں اختیار کرتے۔

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں یہ خاصیت بھی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھی ہے "اذکر و اللہ حتیٰ یقولو انہ المجنون" اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری، تابعداری اللہ کا ذکر اتنا کرو کہ اتنا کرو کہ لوگ بے وقوف کہیں، لوگ تو

اس طرف لگنے کو حماقت ہی سمجھتے ہیں ناں، لیکن جب اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے تو پھر یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ بے وقوف ہیں کہ جو اللہ کی محبت حاصل نہیں کرتے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کا دورانِ حجامت ذکر جاری رکھنا

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ حجامت بنوا رہے تھے، حجام نے خط بنایا اور مونچھیں صاف کرنے لگا کہا کہ حضرت آپ برابر ذکر کئے جا رہے ہیں بڑا اچھا ہے مگر میں اب مونچھوں پر قینچی چلاؤں گا ایسا نہ ہو کہ میری غلطی سے ہونٹ کٹ جائیں آپ کے ہونٹ بار بار ہل رہے ہیں، تو مہربانی فرما کر تھوڑی دیر کیلئے ذکر بند کر دیں قینچی سے صاف کر دوں لبیں آپ کی، اب دیکھئے اللہ کی محبت میں سرشار تھے، اللہ کا نام لے کے ان کے دل کو لذت ملتی تھی، ایک کیف تھا ان کا، کہنے لگے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اللہ کا نام چھوڑ دوں یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا ہونٹ کٹتے ہیں کٹ جائیں جڑتے رہیں گے پھر، لیکن اللہ کا نام نہیں چھوڑ سکتا ہوں، یہ ایک حال تھا ان پر، اب فرماتے ہیں دنیاوی عقل والے ایسے شخص کو بے وقوف ہی کہیں گے ناں؟ کہ ہونٹ ہی کٹوا لئے لیکن ان سے پوچھو کہ ان کا کیا کیف ہے۔

محبت الٰہی کا ایک واقعہ

ایک بزرگ تھے بڑے اللہ کی محبت میں روتے رہتے تھے کسی نے کہا کہ حضرت کم رویا کریں کہ آنکھوں کا نقصان ہو جائے گا، آنکھوں کی بینائی جاتی رہے گی تو انہوں نے جواب میں اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے کہ

اگر مجھے اللہ تعالیٰ کا جمال دکھائی دے کیا غم ہے، اللہ تعالیٰ کے جمال دیکھنے میں دو آنکھیں چلی جائیں تو کونسی بات ہے، دو آنکھیں تو کم ہیں جان قربان

کرنی چاہیے ان کیلئے تو اور اگر اللہ تعالیٰ کا جمال نہیں دیکھتی ہیں اگر نورِ حق نہیں دیکھتیں، میری آنکھیں، جمال نہیں دیکھتیں تو ایسی آنکھیں چلی جائیں مجھے پرواہ نہیں ہے ان کی۔ ایک حال تھا کیف تھا ان پر، تو ایسے لوگوں کو لوگ بے وقوف ہی کہیں گے لیکن ان سے پوچھو کہ ان کی محبت کا کیا حال ہے یہ تو اونچے لوگوں کا حال ہے۔

ہو فنا ذاتِ الٰہی میں کہ تو نہ رہے

ہم لوگوں میں کم از کم جو فرض درجہ جو ہے اقل درجہ جو ہے کہ رضائے حق کو غالب رکھیں مخلوق کی رضا کے سامنے اسی کو فرماتے ہیں

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے
تیری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے

اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سامنے اپنے آپ کو مٹا دینا چاہیے، جتنا بھی تعلق اللہ تعالیٰ سے بڑھتا جاتا ہے دوسروں کو فنا کرتا چلا جاتا ہے۔

یہ جو مثالیں دی گئی ہیں پھر ایسے لوگوں کو دنیاوی عقل والے احمق اور بے وقوف ہی کہیں گے نا پھر:

ایک بزرگ کا روٹی کی جگہ صرف ستو پر گزارہ کرنا

ایک بزرگ ان کا محبت میں یہ حال تھا کہ ہر وقت اللہ کی یاد میں لگے رہتے تھے یاد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زبان سے بھی یاد ہوتی ہے، دل سے بھی یاد ہوتی ہے اور اپنے اعضاء کو بھی اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں استعمال کرتے رہتے ہیں، جس وقت جو حکم ہوتا ہے اس کو بجا لاتے ہیں، یہ سب اللہ کی یاد ہے، تو وہ بزرگ صرف روٹی کے ٹکڑے باریک کر کے یا ستو لے کے گھول کے پی لیا کرتے تھے، کسی نے

کہا جی آپ تازہ روٹی کیوں نہیں کھاتے ہو؟ تو فرمانے لگے بھائی تازہ روٹی کو توڑیں پھر کسی چیز کے ساتھ ملا کے کھائیں جتنا وقت خرچ ہوتا ہے اس کا میں نے اندازہ لگایا ہے اور یہ ستو گھول کے پی لیتا ہوں، تو اگر میں ستو گھول کے پیتا ہوں تو میں چالیس یا پچاس آیتیں زیادہ پڑھ لیتا ہوں تو پھر میں کیوں روٹی کے ٹکڑے تازے کھاتا رہوں۔ اب یہ کیف ہے یہ اللہ کی محبت کا کرشمہ ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی فنائیت کا واقعہ

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فتویٰ لکھا فتویٰ لکھ کے اس کے نیچے دستخط کرنے تھے طلباء بیٹھے تھے اب دستخط کرنا چاہتے ہیں دستخط یاد نہیں ہیں، نام یاد نہیں ہے اپنا، طلباء سے پوچھا کہ میرا کیا نام ہے، وہ ہنس پڑے، فرمایا میں نام پوچھتا ہوں تم بتاتے نہیں ہو؟ پھر ایک طالب علم نے بتایا جی یہ نام ہے، پھر نام لکھا انہوں نے

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے
تیری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے

ایسا مٹا رکھا تھا اللہ کی محبت کا ہر وقت ایسا استحضار تھا، ایسی اللہ کی محبت کی یاد تھی کہ اپنا نام بھی یاد نہ رہا، یہ ایک حال ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوذرؓ کی فنائیت کا حال

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر بھی ایک دفعہ ایسا حال غالب تھا۔ اپنی لڑکی کے ساتھ ایک دفعہ جا رہے تھے، چھوٹی سی سات آٹھ سال کی لڑکی تھی کوئی اور صحابی ملے انہوں نے پوچھا یہ آپ کی بچی ہے اس کو دیکھ کر کہنے لگے ہاں بھائی گھر والے کہتے تھے تمہاری بچی ہے۔

ایسا اللہ تعالیٰ کی یاد کا غلبہ ہے کہ اپنی بچی کا بھی خیال نہیں رہا، یہ اونچے لوگوں کا حال ہوتا ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مرادآبادی کی فنائیت کا واقعہ

ابھی تھوڑا زمانہ گزرا ہے حضرت شاہ فضل الرحمان صاحب گنج مرادآبادیؒ ان کے ہاں ان کے پوتے کی شادی تھی اور ان کے لڑکے نے برادری کے کچھ لوگوں کو بلایا تھا تو یہ اپنی جگہ کمرے میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہیں لوگ جا رہے ہیں جا رہے ہیں، کہا جی یہ لوگ کیوں پھر رہے ہیں؟ کہا حضرت یہ آپ کے پوتے کی شادی ہے اس واسطے برادری کے لوگ آئے ہوئے ہیں اچھا، پھر اللہ کی یاد میں، دھن میں لگے ہوئے ہیں، لگے ہوئے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کہ بھائی یہ لوگ کیوں پھر رہے ہیں؟ کیا بات ہے؟ کہا حضرت آپ کے پوتے کی شادی ہے اس واسطے اعزہ و اقرباء آئے ہوئے ہیں ہاں بھائی ابھی آپ نے بتایا تو تھا میں بھول جاتا ہوں، کچھ دیر کے بعد پھر پوچھنے لگے فرمایا حضرت آپ کے پوتے کی شادی ہے اس وجہ سے لوگ اکٹھے ہوئے ہیں، ہاں بھائی ہاں دو تین دفعہ پہلے بھی پوچھا آپ سے تم نے بتایا تھا پھر بھول جاتا ہوں کیا کروں، اچھا اب میں پوچھوں تو بتانا بھی نہیں۔ یہ حال تھا اللہ کی یاد میں، گو یہ مقصود نہیں ایک حال کا درجہ ہوتا ہے لیکن آپ اندازہ لگائیں کہ ایسے لوگ بھی گزرے ہیں اللہ کی یاد میں، ایک ہم ہیں کہ اللہ کا حکم پس پشت ڈال کر لوگوں کو راضی کرنے کیلئے طرح طرح کے کام کرتے ہیں ایک ہم، ہمیں اتنا تو چاہیے کم از کم اللہ کے حکم کے سامنے لوگوں کا حکم نہ مانیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شانِ فنائیت

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ تیس برس تک مسجد میں نماز پڑھتے رہے لیکن ایک حال کا غلبہ تھا راستہ یاد نہیں ہوا، حالانکہ آدمی ایک وقت کسی مسجد میں نماز پڑھے تو راستہ یاد ہوجاتا ہے، ایک دن نہیں، دو دن نہیں، تیس برس برابر، راستہ یاد نہیں رہا۔ ایک ان کا تعلق والا تھا مرید تھا، وہ آگے حق حق کہتا جاتا تھا اس کے قدم پر قدم رکھتے ہوئے مسجد پہنچ جاتے تھے۔ ایک نماز قضا نہیں ہوئی ایک سنت قضا نہیں ہوئی، اطاعت کا فرمانبرداری کا اللہ کی یاد کا اتنا غلبہ تھا راستہ نہیں یاد رہتا تھا دنیاوی عقل ایسی تھی۔ تو وجہ یہ ہے کہ اللہ والوں کے دل میں ایک ایسی چیز سما جاتی ہے کہ پھر دوسری کی گنجائش نہیں رہتی اس کے اندر۔

جیسے کل میں نے عرض کیا تھا حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کی یاد ہمارے دل میں رچتی نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ تم نے رچایا نہیں اگر ایک دفعہ صحیح طور پر اللہ کی یاد دل کے اندر رچ گئی تم نکالنا بھی چاہو گے تو نکلیں گے نہیں، ایسے مہربان ہیں وہ۔ تو اللہ والوں کے دل میں ایک ایسی چیز سما جاتی ہے کہ دوسرے کی گنجائش نہیں رہتی، دنیاوی عقل والے مجنون کہہ دیتے ہیں یہی شیخ عبدالحق دہلویؒ اسی غلبہ حال میں فرماتے ہیں کہ

منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بہ فریاد آمد

ایں جامہ دا خند کہ دریا ہا

فرماتے ہیں کہ منصور بچہ تھا ایک اس کو جلوہ نظر آیا اور بول بیٹھا انا الحق کہہ بیٹھا، یہاں ایسے اللہ کے بندے ہیں کہ دریا کے دریا محبت کے پی جاتے ہیں ڈکار بھی

نہیں لیتے۔ منصور کو برداشت نہیں تھی اس نے برداشت نہیں کیا الحمد اللہ ہمیں اللہ نے برداشت کا مادہ دیا ہے تو تیس برس تک راستہ یاد نہیں ہوا ایک نماز فوت نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا آسان راستہ اتباع سنت ہے

یہ سب سنت کی اتباع کی برکت تھی اور سنت کی اتباع ہی طریقہ ہے، وصول کا، اللہ تعالیٰ سے ملنے کا، اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق کا، اللہ تعالیٰ سے محبت شدید کا، سب سے زیادہ قریب راستہ ہے۔ اس سے جلدی وصول نصیب ہوجاتا ہے کیونکہ خود فرماتے ہیں: ''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ'' اگر تم کو میری محبت چاہیے تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میرے رسول کی اتباع کرو میں تم کو محبوب بنالوں گا۔

یہاں کی محبت کا صلہ اگلے جہان میں ملے گا

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ کے سامنے ایک دنیا دار نے، انگریزی پڑھے ہوئے شخص نے دنیاوی عقل کو سامنے رکھتے ہوئے، دنیاوی معیار کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جی آپ کیا کچھ بھی نہیں ہیں؟ آپ کیا کرتے ہیں کماتے کچھ بھی نہیں ہیں؟ یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے۔ ہم دیکھو اتنے کماتے ہیں عیش کرتے ہیں یہ ہے وہ ہے۔ وہ شاعر تھے انہوں نے شعر پڑھ دیا

وہاں یعنی اگلے جہان میں،

وہاں اپنی حقیقت تجھ کو دکھلاؤں گا اے مسٹر!

یہاں رکھتی ہے میری کامرانی شکل حرمانی

یہاں اگر ہم محروم ہیں تو یہاں جو محنت کر رہے ہیں اس کا صلہ اگلے جہاں ملے گا، وہاں تم محروم ہوگے یہاں تم کھالو پی لو، عیش کرلو وہاں تم کو پتہ چلے گا اصل چیز کیا تھی نقل چیز کیا تھی۔ یہ فانی دنیا، اس کیلئے تم اتنی محنت کر رہے ہو اور تمہیں اتنی عقل نہیں ہے باقی رہنے والی چیز کیلئے کتنی محنت کرنی چاہیے۔ وہاں اپنی حقیقت تجھ کو دکھلاؤں گا اے مسٹر

یہاں رکھتی ہے میری کامرانی شکل حرمانی

یہ نہ سمجھو کہ ہم محروم ہیں، ہمارے جتنے بھی عمل ہیں سب آخرت کیلئے ہیں۔ اگلے جہاں میں ہمیں صلہ ملے گا، اور تم کو دنیا میں مل گیا جو مل گیا اگلے جہاں میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شریعت کا اتباع کرنیوالے، دنیوی مصلحتوں کو، جہاں دین کے ساتھ ٹکر ہو وہ پیش نظر نہیں رکھتے، دنیاوی مصلحت کتنی اونچی سے اونچی ہو بظاہر فائدے کی چیز ہو لیکن اس سے دین کا نقصان ہوتا ہو تو کبھی وہ اس کو قبول نہیں کرتے۔

خدا بھی راضی ہو اور مخلوق بھی یہ نہیں ہوسکتا

تو فرماتے ہیں کہ دو چیزیں اکٹھی نہیں ہوسکتیں ناجائز دنیا کا عیش بھی کرو جتنے بھی ناجائز کام ہیں سارے کرو اور عیش سمجھو اس کو تم اور دین بھی تم کہتے ہو الگ الگ نصیب ہو، یہ اکٹھا نہیں ہوسکتا۔ تم مخلوق کو بھی راضی کرو خدا بھی راضی کرو یہ نہیں ہوسکتا پھر، ان مخلوق کو ناجائز طریقوں سے راضی کرو اور اللہ کو راضی کرو یہ نہیں ہوسکتا، مخلوق کو بھی راضی کرنا اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کے حکم کے تحت ہو کر جب جا کے ٹھیک ہوگا، تو اللہ والا بس اللہ کو راضی کرنے کی فکر میں ہوتا ہے مخلوق سے قطع نظر کر لیتا ہے۔

اتباع سنت میں ملامت کی پرواہ نہ کریں

اب فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ دنیا والوں سے لڑنا شروع کر دو، ان کی ذلت کرنا شروع کردو، ان سے لڑو بھڑو تو یہ نہیں لیکن مخلوق کے پیچھے بھی نہیں پھرو، ایک اللہ کے پیچھے رہو تم، یہ شان اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان سنت کا اتباع کرتا ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتا ہے پھر اس کا دل بڑا مضبوط ہو جاتا ہے، اور جب یہ دل مضبوط ہو جاتا ہے تو ایسا شخص ''وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ'' کوئی ملامت بھی کرتا ہے تو اس کی فکر نہیں ہوتی اس کو، وہ پرواہ نہیں کرتا اس کی، اللہ کی محبت کی شان یہ ہوجاتی ہے کہ اللہ کی محبت کے راستے میں اللہ کی اتباع کے راستے میں، اللہ کے احکام ماننے کے راستے میں ان کی فرمانبرداری میں دنیا ملامت کرے یہ پرواہ نہیں کرتا ہے ''وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ'' لوگ ہنسیں طعن کریں یہ شخص غم گیر نہیں ہوتا پھر، اس لئے کہ صحابہ کرامؓ کو یوں کہا گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یوں کہا گیا تھا پھر اللہ کا تعلق غالب ہوتا ہے جب کسی اللہ والے کی رہنمائی میں کام کرتا ہے، پھر اللہ کی محبت دل میں بیٹھتی چلی جاتی ہے، پھر یہ شخص اپنا لباس ٹھیک کر لیتا ہے، وضع قطع، ڈاڑھی وغیرہ، سر کے بال، ٹھیک کر لیتا ہے، شادی غمی کی رسوم چھوڑ دیتا ہے، پردہ گھر میں نہیں ہے تو پردہ کرنا شروع کر دیتا ہے تو فرماتے ہیں اس وقت ''وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ'' اللہ کی فرمانبرداری میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرتا نہیں ہے پھر یہ، کوئی برا مانتا ہے برا مانتا رہے، کوئی چھوڑتا ہے چھوڑ دے کسی سے توقع نہیں رکھتا سب سے توقع توڑ کے ایک اللہ تعالیٰ سے توقع رکھتا ہے پھر یہ، خواجہ صاحب کا شعر ہے

"بند جب سب در ہوئے میرے لئے

یعنی دنیاوی دروازے جب بند ہوئے میرے لئے لوگوں نے اختلاف کرنا شروع کردیئے

بند جب سب در ہوئے میرے لئے
غیب سے پیدا نیا ایک در ہوا

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا دروازہ کھول دیا میرے لئے

جب توقع اٹھ گئی مخلوق سے
مجھ پر فضل خالق اکبر ہوا

یعنی جب مخلوق سے نظر ہٹ گئی اللہ سے لگاؤ لگالیا تو میرے اللہ کا مجھ پر فضل ہوگیا

مجھ پر فضل خالق اکبر ہوا
جب توقع اٹھ گئی مخلوق سے
مجھ پہ فضل خالق اکبر ہوا

اور فرماتے ہیں:

دشمنی خلق میری رہنما ہونے کو ہے

مخلوق کی دشمنی ہے ظاہر میں دشمنی لیکن حقیقت میں یہ میری رہنمائی ہو رہی ہے

دشمنی خلق میری رہنما ہونے کو ہے
اب میرا دست طلب دست دعا ہونے کو ہے

پہلے میں مخلوق سے امید رکھتا تھا اب میں اللہ سے امیدیں رکھتا ہوں ان کے سامنے ہاتھ اٹھاتا ہوں، پہلے مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلاتا تھا اب اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہوں، میری مرادیں اللہ تعالیٰ پوری کردیتے ہیں اور اب اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق پیدا ہوگیا ہے۔

اب تو میں ہوں اور شغل یار ہے دوست
سارے جھگڑوں سے فراغت ہو گئی

کس کس کو راضی کرو گے؟

یہ محبت کے کرشمے ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت آتی ہے تو یہ حال ہوجاتا ہے آدمی سوچے تو صحیح کس کس کو راضی کرے گا؟ ہر شخص جو ہے اس کا مزاج الگ ہوتا ہے، ایک دیہاتی کا مزاج اور ہے شہری کا مزاج اور ہے، پڑھے ہوئے کا مزاج اور ہے اور جاہل کا مزاج اور ہے۔ اب کس کس کو راضی کرو گے؟ ایک اللہ کو راضی کرلو اس کے قبضے میں لوگوں کے دل ہیں وہ دلوں کو پھیر سکتے ہیں نہ پھیریں تو تم اللہ کے کامیاب بندے تو ہوجاؤ گے۔

تو خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مقابلے میں، کسی کی ناراضگی کا یہ خیال نہیں کرتے اللہ والے، حضرتؒ فرماتے ہیں باؤلے تو نہ بنو کہ اب تم کو دین مل گیا ہے دوسروں کو پاگل بے وقوف ایسا ویسا کہنا شروع کردو۔ باؤلے نہ بنو، ہر ایک کو برا بھلا نہ کہنے لگو لیکن خود شریعت پر پکے رہو

تیری رضا میں سارا جہاں خفا ہم سے

تیری رضا میں ہے سارا جہاں خفا ہم سے
اور یہی ہے زیاں تو کچھ زیاں نہ ہوا

اے اللہ! اگر آپ کو راضی کرنے کیلیے لوگ ناراض ہو جائیں تو مجھے کیا فکر؟ آپ راضی ہو جائیں تو پھر نقصان تھوڑی ہے تو اللہ والوں کا یہ حال ہوتا ہے جب اللہ کا تعلق آجاتا ہے اور ایک اللہ والوں کی شان یہ ہوتی ہے جب اللہ کی محبت آجاتی ہے ''اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ'' مومنین کے ساتھ بڑے نرم ہوتے ہیں اور اللہ کے منکرین کے ساتھ سخت ہوتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد
فدائے یک تن بے گانہ کاشنا باشد

ہزار اپنے عزیز ہوں لیکن اللہ کے نافرمان ہوں، ہزار اپنے عزیز ہوں لیکن اللہ سے نا آشنا ہوں، اللہ کے خلاف ہوں، میں ان سب کو ایک اس شخص پر قربان کردوں گا جو اللہ کا آشنا ہے جو اللہ سے محبت کرنے والا ہے۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد
فدائے یک تن بے گانہ کاشنا باشد

بھائی سوچنے کی بات ہے کہ برادری کی ناراضگی برداشت نہیں ہوتی تو کیا خدا کی ناراضگی برداشت کرلیتے ہو؟

عشق کی مشکل نے ہر مشکل کو آسان کردیا

آج یہ حال ہو رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق نہیں ہے، کہتے ہیں برادری والے رہیں، اللہ ناراض ہو جائے پرواہ نہیں کرتے، اور یہ بڑی سخت غلطی کی بات ہے۔ یہ فرض وواجب کے ترک کرنے کا گناہ کبیرہ ہوتا ہے اس سے، ایک دل میں اللہ بھی ہو اس کا مخالف بھی ہو یہ نہیں ہوسکتا۔ اور ایک اور علامت اللہ والوں کی ہوتی ہے۔ ''يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ'' اللہ کی محبت کے راستے میں چل رہے ہیں سخت سے سخت کام بھی آجاتا ہے دین کے لیے تو اس کو برداشت کرلیتے ہیں، کسی انسان پر ناگوار حالتیں آئیں، مقدمے آئیں، بیماریاں آجائیں کوئی جانی و مالی نقصان ہو جائے ان کی ایک اللہ پر نظر ہوتی ہے انہی کا دھیان رہتا ہے، یہ گھبراتے نہیں ہیں، سخت سخت کام کرنے کیلیے بھی تیار ہو جاتے ہیں فرماتے ہیں

اب تو میں ہوں اور شغل یار ہے دوست
سارے جھگڑوں سے فراغت ہو گئی
دردِ دل نے سب دردوں کا درماں کر دیا
عشق کی مشکل نے ہر مشکل کو آسان کر دیا

اللہ تعالیٰ کا ایسا تعلق دل کے اندر آجاتا ہے کہ بڑی سے بڑی چیزوں کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ ہر مشکل کو اللہ تعالیٰ آسان فرمادیتے ہیں اس کیلیے ''يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ'' اللہ کو راضی کرتے کرتے کیسی بھی دشواریاں سامنے آجائیں کیسی مشکلیں پیش آجائیں یہ سب کو برداشت کرتا ہے مقابلہ کرتا ہے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

خلاصۂ وعظ

جیسے پہلے عرض کیا تھا ''وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ '' اللہ کی محبت جب آتی ہے تو ملامت کرنے والوں کی ملامت سے پھر ڈرتا نہیں ہے یہ۔ خدا سے کامل محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے پوری مشقت اٹھاتا ہے کسی کی ملامت سے ڈرتا نہیں ہے یہ، یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں ان کے دل میں اللہ کی محبت سمائی ہوئی ہوتی ہے، یہ عمل میں بڑے پختہ ہوتے ہیں، جو شخص عمل میں پختہ ہو اور اللہ کی محبت کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی ہو ایسے ہی شخص کو قلندر کہا جاتا ہے۔ قلندر ایسے شخص کو کہتے ہیں، آج تو قلندر کہتے ہیں جو سارے بالوں کا صفایا کردے وہ قلندر ہوتا ہے لیکن صوفیاء کی اصطلاح میں قلندر وہ ہے جس کے دل کے اندر محبت کی آگ کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی ہو اور اللہ کا پورا پورا مطیع اور فرمانبردار ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

''بدنظری اور اُس کا علاج''

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ۔ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

''يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ○''

ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی امانت ہے

بیان چل رہا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ آنکھیں امانت کے طور پر دی ہیں، آنکھیں کیا سارا جسم ہمارا، امانت ہے۔ مال بھی امانت ہے، دولت بھی امانت ہے، جس طرح وہ کہیں اس طرح استعمال کرنا ہے، اس کے خلاف استعمال کرنے والا گناہگار ہے، نافرمان ہے، سرکش ہے، باغی ہے۔

تو فرماتے ہیں ہم تمہاری آنکھوں کی خیانت کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں، ساری دنیا سے تم چھپا سکتے ہو، لیکن ہم سے تم نہیں چھپا سکتے ہو، تو آنکھوں کا گناہ بڑا سخت ہے اس میں بہت لوگ مبتلا ہو رہے ہیں، اور اس سے بچنے کا بہت انتظام کرنا چاہیے۔

حفاظت نظر کا آسان نسخہ

جس اللہ تعالیٰ نے آنکھیں عنایت فرمائی ہیں، اس اللہ پاک نے ان کو صحیح استعمال کیلئے اور برائی سے بچانے کیلئے بڑا آسان علاج تجویز فرما دیا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہم کرتے نہیں ہیں۔ فرماتے ہیں: ”قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ“ اے ہمارے حبیب! آپ ایمان والوں کو بتا دیجئے کہ جب یہ چلا کریں تو اپنی نگاہوں کو نیچے رکھ کر چلا کریں۔ جب نیچے رکھ کر چلیں گے تو کوئی چیز نظر ہی نہیں آئے گی، تو آپ کے جسم میں تحریک ہی کوئی نہیں ہوگی، کہ کسی کا خیال بھی نہیں آئے گا دوبارہ، سہ بارہ دیکھنے کا، خیال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ نیچے دھیان کر کے چلے اپنا راستہ دیکھے، راستے میں کوئی تکلیف دہ چیز ہو تو اس سے بچے، بس نیچے دھیان کر کے انسان اپنا راستہ طے کرتا ہے۔ تو حق تعالیٰ جل شانہ، نے بہت آسان علاج بتا

دیا، لیکن اگر آپ اس علاج پر عمل نہیں کرتے، اپنی مرضی سے کوئی راہ اختیار کریں گے تو آپ کو بہت پریشانی آ جائے گی، نہ کہیں نظر پڑے گی، نہ خیال آپ کے خراب ہوں گے، نہ کسی اور ترغیب کی ضرورت پڑے گی۔ کہیں نظر ڈال لیں تو پھر خیال کو کنٹرول کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اب ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، نہ کسی کو دیکھ رہے ہیں، نہ کوئی خیالات چل رہے ہیں، نہ کوئی تقاضہ ہو رہا ہے، کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ اسی طرح اگر انسان چلتے ہوئے نظر نیچی رکھتا ہے تو دیکھا نہیں کسی کو، تو خیالات بھی نہیں آئیں گے، تو ان شاء اللہ نگاہ پاک رہے گی، دل پاک وصاف رہے گا۔

شیطان چار سمتوں سے بہکا سکتا ہے دو سمتوں سے نہیں

اور دوسری بات یہ ہے کہ جب شیطان لعین مردود ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس کو مہلت دے دی قیامت تک، تو اس نے اعلان کیا ”لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ“ شیطان مردود نے اللہ تعالیٰ کو کہا کہ اے اللہ! آپ نے مجھے دھتکار تو دیا ہے، میں بھی آپ کی جو مخلوق ہے اس کا جو صراط مستقیم ہے، وہاں بیٹھ جاؤں گا اور دائیں طرف سے بھی آ کے ان کو بہکاؤں گا، ایسی ایسی چیزیں، ایسے ایسے خیالات دل میں ڈالوں گا تاکہ وہ راستہ بھٹک جائیں، بائیں طرف سے بھی آؤں گا، سامنے سے بھی آؤں گا، پیچھے سے بھی آؤں گا، چاروں سمتوں سے آ کر میں ان کو ورغلاؤں گا، بہکاؤں گا، پھسلاؤں گا تاکہ وہ میرے کہنے میں آ کر جو خیال اور وساوس ان میں ڈالوں ان پر عمل کر کے وہ آپ کا راستہ چھوڑ دیں، یہ اس نے کہا تھا۔

تو معلوم ہوا کہ جب ہم چلتے ہیں تو شیطان سامنے سے بھی حملہ کرتا ہے، پیچھے سے بھی حملہ کرتا ہے، دائیں سے بھی حملہ کرتا ہے، بائیں سے بھی حملہ کرتا ہے، اس نے اعلان کیا ہوا ہے، وہ کرتا ہے، برابر کرتا ہے۔ تو جو شخص اس کی دسترس سے بچنا چاہے تو جس طرف سے وہ حملہ نہیں کرتا اس طرف دھیان رکھے، خیال رکھے، نظر رکھے۔ وہ اوپر کی سمت بھی بھول گیا، نیچے کی سمت بھی بھول گیا، اب دو ہی اس کے علاج ہیں، کہ آدمی کی نظر خراب نہ ہو، یا نیچے دیکھے، یا اوپر دیکھے۔ اوپر دیکھ کے چلے گا تو ویسے تو مامون رہے گا لیکن ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز آنکھ میں پڑ جائے، ہو سکتا ہے کہیں ٹھوکر کھا جائے، کوئی کیچڑ ہو، کوئی اور خرابی کی چیز ہو، موذی جانور ہو، اس کے اوپر پاؤں آجائے تو تکلیف کا ذریعہ بن سکتا ہے اوپر دیکھ کے چلنا، اور نیچے دیکھ کے چلے گا تو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، راستہ دیکھتا چلا جائے گا اور پھر اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر بھی عمل ہو جاتا ہے "قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ" اور یہ مردوں کو نہیں عورتوں کو بھی حکم ہے "وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ" عورتوں کو بھی یہ حکم ہے کہ جب چلا کریں نگاہ نیچی رکھ کر چلا کریں اور نیچی سمت جو ہے محفوظ ہے۔

نیک بندوں کی صفات

اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن مجید میں اپنے نیک بندوں کی صفت بیان فرمائی ہے۔ "وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا" رحمان کے بندے وہ ہیں، عباد الرحمان کی کئی صفتیں اس رکوع میں بیان فرمائی ہیں اللہ جل شانہ نے۔ اس آیت مبارکہ میں فرماتے ہیں، رحمان کے بندے وہ ہیں جب چلتے

ہیں تو عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں، نگاہ نیچی کر کے چلتے ہیں، تو معلوم ہوا اللہ تعالیٰ جل شانہ، اپنے بندوں کی تعریف میں بیان فرماتے ہیں کہ نیچی نگاہ سے چلنے والے، عاجزی کے ساتھ چلنے والے میرے بندے ہیں۔ اس واسطے نیچی نگاہ رکھ کے چلنے کی انسان مشق کرے اور ہر وقت دائیں بائیں آگے پیچھے نہ دیکھتا رہے اور جس غرض کیلئے جانا ہے وہاں پہنچنا ہے وہاں پہنچنے کیلئے کیوں راستہ میں گناہ انسان کرتے کرتے اپنے نامہ اعمال میں زیادتی کرتا چلا جائے؟ یہ کون سی عقلمندی کی بات ہے؟

نیکی اور برائی سب لکھی جا رہی ہے

آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے دونوں کندھوں پر فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں، دائیں کا فرشتہ نیکیاں لکھتا رہتا ہے اور بائیں طرف والا برائیاں لکھتا رہتا ہے۔ آپ نیکی کریں گے وہ نیکی لکھ لے گا برائی کریں گے برائی لکھ لے گا۔ آپ چلے ہیں یہاں سے اسٹیشن کو اور راستے میں آپ کئی جگہ بدنظری کر کے بائیں کندھے والے کو کہا لکھ لو، اس نے لکھ لیا، یہ کتنی احمقانہ حرکت ہے؟ کتنی عقل کے خلاف بات ہے کہ ہم خود اپنے نامۂ اعمال کو خراب کراتے چلے جا رہے ہیں، ہم لوگ تو ضروری نقصان والی چیزوں سے نہیں بچتے ہیں۔

نظر کو محفوظ رکھنے کیلئے حد درجہ احتیاط

ایک بزرگ تھے انہوں نے اسی نظر کو محفوظ رکھنے کیلئے کتنا اپنے آپ کو بچایا کرتے تھے؟ جو مرد ہیں ان کو بھی نہیں دیکھتے تھے۔ کسی نے کہا مردوں کو دیکھنا گناہ تھوڑی ہے، فرمایا کہ بات یہ ہے کہ دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ لوگ ہیں جن کو میں پہچانتا ہوں اور دوسرے وہ ہیں جن کو نہیں پہچانتا ہوں، جن کو پہچانتا ہوں وہ

تو آواز سے بھی پہچان لیتا ہوں، دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور جن کو نہیں پہچانتا، ان کو دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بس جو پوچھے گا جواب دے دوں گا، جھگڑا ختم ہے۔ اس لئے کہ شریعت نے فرمایا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے ''من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ'' آدمی کا اسلام اس وقت خوبصورت بنتا ہے، ہر شخص کا اسلام اس وقت اچھا لگتا ہے، بڑھتا ہے، سنورتا ہے جب وہ لایعنی امور سے پرہیز کرے، لایعنی باتیں نہ کرے لایعنی کام نہ کرے اور لایعنی کام ہوتا ہے، عبث ہوتا ہے، فضول ہوتا ہے ایسے کاموں کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے۔

بدنگاہی کے خوف سے پہاڑوں میں سکونت اختیار کرنا

ایک بزرگ تھے انہوں نے اس ڈر کی وجہ سے ''یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾'' اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو اور دل کے بھید کو جانتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اگر میں شہر میں رہوں گا تو خواہ مخواہ نظر میری پڑتی رہے گی، چھوڑو شہر کو کیا کرنا، گزارہ ہمارا اللہ تعالیٰ کرا دیتے ہیں کھانے پینے کا، کہیں پہاڑ کی غار میں چلے گئے وہاں رہا کرتے اللہ کی عبادت کرتے رہتے تو شیخ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بزرگے دیدم اندر کوہسارے
قناعت کرد از دنیا و دارے

کہ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ پہاڑ کے غار میں بڑی قناعت کے ساتھ، بڑی تسلی کے ساتھ عبادت میں لگا ہوا ہے

گفتم چرا بہ شہر اندر نہ آئی
کہ بارے بہ بندے دل برکشائی

میں نے ان سے کہا کہ آپ شہر میں کیوں نہیں آتے؟ انسان اکیلا پڑا پڑا دل اداس ہو جاتا ہے، عوام میں دل بہل جائے گا۔

فرماتے ہیں وہاں طرح طرح کے آدمی عورتیں ہوتی ہیں نظر پڑ جائے گی تو وہ لکھ لی جائے گی، کل قیامت کو پوچھا جائے گا، تو کیا جواب دوں گا؟ تو جہاں انسان کے پھسلنے کے امکانات ہوں وہاں سے انسان کو پرہیز کرنا چاہیے۔

جب کیچڑ بہت ہو تو ہاتھی بھی پھسل جاتا ہے

مثال دی اس نے کہ جب کیچڑ ہوتا ہے تو وہاں اتنا بڑا ہاتھی جانور ہوتا ہے یحیم شحیم موٹا، تو وہ بھی پھسل جاتا ہے، کیچڑ میں جب ہاتھی جیسا بڑا جانور کیچڑ میں پھسل جاتا ہے تو ہمارے جیسے ایسی جگہ جہاں ہر جگہ زناں نظر آتی ہوں، وہاں سے کیوں نہیں پھسلوں گا میں؟ تو میں نے اپنے آپ کو اس پھسلانے سے بچانے کیلئے غار کے اندر رکھا ہوا ہے، ایک یہ بزرگ ہیں کہ اپنے آپ کو بچانے کیلئے غار میں گئے ہوئے ہیں تا کہ میری نظر خراب نہ ہو اور ایک ہم ہیں کہ دیدہ دانستہ ٹی وی پر بیٹھ کر تماشے دیکھتے ہیں وی سی آر پر فحش حرکات دیکھتے ہیں، اندازہ کیجئے کہ جانا کہاں چاہیے اور جا کہاں رہے ہیں؟

بدنگاہی بیت اللہ میں بھی حرام ہے

ایک بزرگ تھے وہ یک چشم تھے، ایک آنکھ تھی ان کی، طواف کر رہے تھے ڈرتے ڈرتے یہ پڑھ رہے تھے'' اللھم انی اعوذ بك من غضبك'' اے اللہ! میں آپ کے غصے سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ کسی نے پوچھا کہ کیوں اس قدر ڈر رہے

ہو؟ کیوں ایک ہی دعا کرتے جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میری نظر ایک بری پڑ گئی تھی کسی پر، اسی وقت غائب سے ایک طمانچہ لگا تو میری آنکھ نکل گئی، اس اللہ کے غضب سے میں ڈرتا ہوں، اس واسطے میں کہتا ہوں یا اللہ آپ کے غضب سے میں آپ ہی کی پناہ میں آتا ہوں، اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھئے، میں آپ کے غضب کو برداشت نہیں کرسکتا۔ تو جب پکڑ ہوتی ہے ایسی ہوتی ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ نے ڈھیل دے رکھی ہے، ہم بڑے دلیر ہو رہے ہیں کہ نقصان ہی کوئی نہیں ہوتا۔ جب انہوں نے فرمادیا کہ نقصان دہ چیز ہے، تو ہر وقت نقصان کیوں نہ سمجھیں اس کو۔

بدنگاہی کی وجہ سے قرآن مجید کا بھولنا

ایک دفعہ حضرت جنید بغدادیؒ تشریف لے جا رہے تھے اور ان کے ساتھ ایک ان کا مرید بھی تھا، سامنے سے ایک عیسائی لڑکا سفید رنگ کا خوبصورت سا آ رہا تھا، تو اس مرید نے اس شکل کو دیکھ کے اس پر محبت کا تعلق ٹپکا اور کہنے لگا حضرت جنید بغدادیؒ سے کہ حضرت ایسی اچھی صورتوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈالیں گے؟ تو اب حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ تجھے حیا نہ آئی کہ تیری اتنی عادت پکی ہوگئی کہ میری موجودگی میں دیکھا اس کو؟ پھر اس کو چھپانے کیلئے اس طرح کی بات کر رہا ہے؟ عنقریب تجھے سزا ملے گی اس کی، چنانچہ وہ حافظ تھا چند دنوں میں سارا قرآن مجید بھول گیا۔

خود کو بزرگوں پر قیاس مت کریں

بعض پرانے بزرگ گزرے ہیں جو کہ اچھی چیز پسند کرتے تھے، اچھی شکل کو، اچھی چیز کو، اچھی بات کو پسند کرتے تھے تو بعض لوگ ہوتے تو ناقص ہیں لیکن ان کی مثال سامنے رکھ کے حسن پرستی میں لگ جاتے ہیں یہ بالکل غلط بات ہے اسی کو فرماتے ہیں

"کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
مانند در نوشتن شیر و شیر

کہ اپنے کو پاک لوگوں کے ساتھ قیاس نہ کرو، ان کا حال اور ہے تمہارا حال اور ہے، شیر اور شیر کاغذ پر لکھو، تختی پر لکھو کسی چیز پر لکھو تو ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں لیکن شیر (جانور) وہ ہے جو انسان کو کھا جاتا ہے، اور شیر (دودھ) وہ ہے جس کو انسان کھا جاتا ہے، کتنا فرق ہے؟ اسی طرح وہ لوگ جو پاک لوگ تھے وہ کسی خوبصورت چیز کو دیکھ لیتے تو ان کا حال کچھ اور ہوتا تھا ہم اگر دیکھیں تو ہمارا حال اور ہوگا، ان کے دل نورانی ہوتے تھے، ان کے خیالات بھی نورانی ہوتے تھے۔ ہمارے دل بھی تاریک ہیں خیالات بھی تاریک آئیں گے، ظلماتی خیالات آئیں گے۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کی نازک مزاجی

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کو اچھی چیز اچھی لگتی تھی اور ہر بری چیز بری لگتی تھی۔ ہر بے ڈھنگی چیز سے بھی تکلیف ہوجاتی تھی، جب اس زمانے میں یہ تانگے موٹر تو ہوتی نہ تھی، پالکی میں جایا کرتے تھے، تو پالکی میں جاتے تھے تو جب بازار سے گزرتے تو پالکی پر پردہ ڈلوا دیتے تھے یا دروازہ بند کروا دیتے تھے، کسی نے پوچھا کہ حضرت یہ دروازے کیوں بند کروا دیتے تھے؟ یہ پردہ کیوں ڈلوا دیتے تھے؟ فرمانے لگے کہ بات یہ ہے کہ جب میں بازار دیکھتا ہوں تو لوگوں نے کئی چیزیں بے ڈھنگے پن سے بے ڈھنگے طریقے سے رکھی ہوتی ہیں اور ان کو دیکھ کے مجھے تکلیف ہوتی ہے، سر میں درد ہوجاتا ہے، اس لئے اس طرح نظر پڑے گی نہ تکلیف میں مبتلا ہوں گا۔

اکبر بادشاہ ثانی ایک دفعہ ان کی زیارت کیلئے آیا اور جو دعا کرانی تھی یا کوئی بات پوچھنی تھی پوچھنے کے بعد، جانے لگے تو پیاس لگی ہوئی تھی تو عرض کیا کہ میں پانی پی لوں صراحی سے؟ فرمایا ہاں پی لیں۔ پی لیا اور صراحی پر کٹورا جو تھا وہ ٹیڑھا رکھ دیا، میرے سر میں درد پڑ گیا وہ ٹیڑھا پن دیکھ کے، بڑے نازک مزاج تھے، واپس جاتے وقت کہنے لگے حضرت اگر اجازت ہو تو میں آپ کیلئے خادم بھیج دوں؟ اگر خادم کوئی نہیں، وہ آپ کے مہمانوں کی خدمت کرے گا، آپ کی خدمت کرے گا تو ایک آدمی بھیج دیتا ہوں۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ نے وقت کے بادشاہ کو کہا ہندوستان کے بادشاہ کو کہا کہ پہلے تم تو آدمی بنو، جب سے تم نے کٹورا ٹیڑھا رکھا میرے سر میں درد ہو رہا ہے تمہارا آدمی بھی تو ایسا ہی ہوگا جیسے تم ہو، جب تمہارے اندر تہذیب نہیں تو تمہارے نوکروں کے اندر تہذیب کیا ہوگی؟

تو یہ حسن پسند تھے تو لوگ ان سے غلط مثال لے لیتے ہیں، وہاں یہ حال بھی تو تھا۔ ایسے ہی ایک دفعہ ایک شخص انگور لایا بہت اچھے اچھے اور کہا حضرت نوش فرمایئے میں چن کر بڑے اچھے بڑے بہترین انگور لایا ہوں حضرت نے کھا لئے دو چار انگور، اب اس انتظار میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے میٹھے بھی، بڑے سائز کے بھی اور دیکھنے میں بھی بڑے اچھے لگ رہے ہیں۔ انگور لایا تھا، حضرت تعریف فرمائیں گے، لیکن حضرت نے کچھ بیان نہیں فرمایا پھر خود ہی پوچھنے لگے حضرت انگور کا ذائقہ کیسا تھا؟ پسند آئے آپ کو! فرمایا انگور تو اچھے لیکن ان میں مردوں کی بو آ رہی تھی۔ جب تحقیق کرائی گئی تو معلوم ہوا جس جگہ انگوروں کا باغ ہے وہاں پہلے قبرستان تھا۔ تو کتنی باتوں میں ملوث ہو جائیں گے اگر ہم بھی حسن پرست بن جائیں، تو ہمیں نقصان ہو گا، ان لوگوں کا حال اور تھا۔

بزرگوں کی ظاہری بے احتیاطی کو جواز مت بنائیں

ایسے ہی ایک بزرگ تھے حسین لڑکے ان کی خدمت کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی ان بچوں کو پیار بھی کر لیتے تھے، ایک دن ان کے مرید نے ایک لڑکے کو پیار کر لیا، پیر سمجھ گئے کہ اس نے مجھے دیکھ کر یہ سبق لیا ہے، ایک دن بازار گئے ایک لوہار کی دکان پر لوہا سرخ ہو رہا تھا تو ان پیر صاحب نے جا کر اس سرخ لوہے کو ہاتھ میں پکڑ لیا اور ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا اس پر، اور اس کو کہا آیئے آیئے آپ بھی ایک دفعہ اس کو پیار کیجئے گا، اب وہ کترا گیا، گرم لوہے کو کیسے ہاتھ لگا سکتا تھا وہ؟ اس وقت انہوں نے ڈانٹا کہ خبردار جو کبھی میرے اوپر اپنے آپ کو قیاس کیا تو۔

اسی طرح ایک بزرگ تھے بچوں سے پاؤں دبوا رہے تھے تو ایک شخص آیا اس کو خیال آیا کہ یہ کیسے شیخ ہیں بچوں کو پاؤں کے پاس بٹھایا ہوا ہے پاؤں دبوا رہے ہیں، ان کو کشفاً معلوم ہو گیا کہ یہ وسوسہ اس شخص کو آیا ہے انہوں نے ایک انگیٹھی منگوائی جو دہک رہی تھی تو ان بزرگ نے اپنے پاؤں ان میں رکھ لئے، فرمایا ہم کو کچھ حس نہیں ہے ہمیں کچھ احساس نہیں ہوتا، آگ ہو یا لڑکا میرے لئے سب برابر ہیں۔ یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں ان سے ہمیں سبق نہیں لینا چاہیے ان سے اس طرح کی باتیں نقل نہیں کرنی چاہئیں لیکن ایک بات یاد رکھنے کی بات ہے کہ جس سے آپ کو کوئی بات خلافِ شرع نظر آوے اس سے تعلق نہ رکھے کیونکہ یہ کوئی بات غلط بتا دے گا تو آپ کو نقصان ہوگا۔

ایسے بزرگ قابلِ اقتداء نہیں ہوتے

بزرگ تو تہمت کے موقع سے اور بدگمانی کے موقع سے بھی بچتے ہیں اور یہ سنت بھی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو تہمت کا موقع ہو اس سے بھی بچو۔ اس لئے جو شخص اس قسم کا ہو کہ جس سے بظاہر شریعت کے خلاف بات ہو رہی ہو، آپ اس کو دیکھیں۔ بعض لوگ تو ہوتے ہیں کہ اوپر سے تو ایسی حالت ہوتی ہے لیکن اندر سے وہ ہوتے ہیں باطن کے مکار، وہ تو مردود ہیں ان سے تو بالکل دور رہنا چاہیے ایسے سے تو تعلق رکھنا نہیں چاہیے۔ دوسرے قسم کے وہ لوگ ہیں جن سے کوئی ایسی بری بات بظاہر معلوم ہو رہی ہے لیکن دل ان کا صاف ہے، دل کے بڑے اونچے لوگ ہیں لیکن وہ بھی اقتداء کے لائق نہیں ہیں کہ آپ ان کے پاس جاؤ اور ہدایت لو، ایسے ہو سکتا ہے کبھی نہ کبھی آپ کو نقصان ہو سکتا ہے۔ اقتداء کے لائق وہی ہوگا جو سنت کے مطابق چلنے والا ہوگا، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم قدم پر چلنے والا ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی طرح کے کسی ابہام، وہم والی بات پر بھی مبتلا نہ خود کیا اپنے آپکو، اور نہ لوگوں کو ہونے دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کو بدگمانی سے بچانا

ایک دفعہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرما رہے تھے مسجد نبوی میں، اور حجرے ساتھ ہی تھے، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھانا لے کے آئی ہیں یا کوئی چیز لے کے آئی ہیں، یا کسی کام سے آئیں ہیں، وہ کام پورا ہو گیا تو وہ جانے لگیں، مسجد کے ساتھ ہی حجرے کا دروازہ تھا، دور جانا نہیں پڑا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حجرے کے دروازے تک پہنچانے کیلئے ساتھ ساتھ جا رہے تھے، سامنے سے دو آدمی آرہے تھے، صحابی تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''علی رسلکما'' یعنی آپ وہیں ٹھہر جاؤ، ان کو دروازے تک پہنچا کے دروازہ بند فرما دیا پھر فرمایا کہ یہ صفیہ میری بیوی تھی کوئی اجنبی عورت نہیں تھی۔ اندازہ کیجئے ان لوگوں کو خیال ہو سکتا تھا؟ خیال فرمایا حضور نے، فرمایا یہ صفیہ تھی میری بیوی ہے کوئی اجنبیہ عورت نہیں تھی۔ صحابہ نے جب یہ بات سنی تو ان کو بڑا خیال آیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ آپ پر تو ہمیں گمان بھی نہیں آسکتا، فرمایا نہیں نہیں شیطان جو ہے آدمی کے اندر خون کی جگہ دوڑتا رہتا ہے اور میں نے خیال کیا ایسا نہ ہو اب نہیں پھر تمہارے دل میں خیال اگر ایسا آیا، نبی کے متعلق خیال اگر ایسا آیا تو تمہارا ایمان تباہ ہو جائیگا، تمہارے ایمان کو تباہی سے بچانے کیلئے میں نے ایسا کیا ہے۔

تو جو صحیح لوگ ہوتے ہیں وہ سنت کے قدم بہ قدم چلنے والے ہوتے ہیں۔ جو قابل ہیں کہ ان کی بات سنی جائے اور مانی جائے۔ تو خلاصہ اس کا یہ ہے کہ کوئی سہارا بدنگاہی کے متعلق نہیں ہے بدنگاہی ہر پہلو سے بڑا سخت گناہ ہے۔

آنکھوں کی طرح دل سے بھی بدنگاہی ہوتی ہے

آگے فرماتے ہیں صرف آنکھ سے بدنگاہی نہیں بلکہ دل سے بھی بدنگاہی ہوتی ہے۔ دل سے یعنی جن کو دیکھا ہے ان کا خیال لانا، سوچنا اور دل دل میں مزے لینا، یہ بھی شیطان کی ایک بڑی چال ہوتی ہے اور بعض دفعہ دل سے سوچتے سوچتے اور زیادہ فتنہ ہو جاتا ہے ایسی دل کے اندر بات جمتی ہے کہ نکلتی نہیں دل سے۔ اور اسی طرح اپنے کانوں کی بھی حفاظت کرنی چاہیے۔ آنکھوں کی طرح کانوں کی بھی حفاظت کرنا بڑی ضروری ہے، بات جو دل کے اندر پہنچتی ہے کانوں کے ذریعے ہی پہنچتی ہے، انسان وہ باتیں سن کے ان سے تلذذ حاصل کرتا ہے۔ ایسی لوگوں کی باتیں نہ سنے جو فحش باتیں کرنے والے ہوں، ایسی جگہ نہ جائے جہاں فحش حرکات ہوتی

ہوں، جہاں گانا ہو بجانا ہو اور طرح طرح کی فحش حرکات ہوں ایسی جگہ نہ جائے اور بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ آنکھ بھی واسطہ نہیں ہے، کان بھی واسطہ نہیں ہے مثلاً پہلے جو دیکھی صورتیں وہ یاد آ رہی ہیں ان کو سوچ سوچ کے پھر انسان وہی دل کا گناہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس واسطے کسی قسم کا بھی گناہ کرنا دل کے متعلق ہو یا آنکھ کے متعلق ہو یا کسی چیز کے متعلق ہو سب سے منع کر دیا گیا ہے۔ پھر بری آنکھ سے کسی کو دیکھے گا تو ہو سکتا ہے کہ کسی کو پتہ بھی چل جائے، دل ہی دل میں کسی کا خیال لے کے مزے لے رہا ہے تو اس کا کسی کو پتہ نہیں لگ سکتا اس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ۝١٩'' کہ جو جہاں جہاں بھی تمہاری آنکھ بہکتی ہے اور امانت میں خیانت کرتی ہے تو اس کو بھی اللہ پاک جانتے ہیں اور جو دل کے اندر تم طرح طرح کی باتیں سوچ سوچ کے تلذذ حاصل کر رہے ہو مزے لے رہے ہو اس کو بھی جانتے ہیں، دل کے بھید سے بھی وہ واقف ہیں۔ ''اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ'' جو سینے کے اندر چیزیں چھپتی ہیں وہ سب سے واقف ہیں۔

خلاصہ وعظ

تو ایسی ذات گرامی جس کو ساری واقفیت ہو، ایسی ذاتِ گرامی جو پوری پوری طاقت اور قدرت رکھنے والی ہو، جو سزا دے سکتی ہو، اور دینے والی ہو، پھر ایسی ذات گرامی جو اپنی طرف سے منسوب کر کے یہ حکم دے رہے ہیں تو حکم کا پورا پورا فائدہ اٹھا کے، انسان کو عمل کرنا چاہیے، اور ایسی بری بات سے باز رہنا چاہیے اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

''شانِ عبدیت''

وعظ بتاریخ: 26-6-96

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ۔ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝٥٦''

ہماری خواہشات اللہ کی مرضی کے تابع ہوں

اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ جل شانہ، جنوں اور انسانوں کی پیدائش کی غرض وغایت بیان فرمارہے ہیں کہ میں نے جنوں کو اور انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اپنی غلامی کیلئے پیدا کیا ہے، جتنی جتنی غلامی میری کرتے جائیں گے جتنا جتنا بندگی کا ثبوت دیتے جائیں گے اتنا ہی میرے قریب ہوتے چلے جائیں گے اور جتنا قرب ہوتا چلا جائے گا اتنی ہی ان کو میری معرفت حاصل ہوتی چلی جائے گی۔ اسی واسطے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے ''لیعرفون'' تاکہ جن اور انسانوں کو میری معرفت حاصل ہو جائے میری پہچان حاصل ہو جائے۔ پہچان اسی وقت حاصل ہوتی ہے جتنا قرب حاصل ہوتا چلا جاتا ہے جتنا انسان غلامی میں بڑھتا چلا جاتا ہے اتنا ہی اپنے آقا کے نزدیک ہوتا چلا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جو ہمارے آقا اور مالک حق تعالیٰ جل شانہ چاہیں وہی ہم کریں جس سے وہ خوش ہوں اسے ہمیں بھی خوشی سے بجالانا چاہیے جو بات اللہ تعالیٰ کو پسند ہو وہ ہمیں بھی پسند ہونی چاہیے اور دوسرے لفظوں میں مطلب یوں بھی ہو سکتا ہے کہ ہم انسانوں اور جنوں کی تمام خواہشات اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع اور غلام بن جاویں۔

حق تعالیٰ جل شانہ جو چاہتے ہیں جو مرضی ان کی ہوتی ہے جو خواہشات ان کی ہوتی ہیں وہ ساری پاک ہوتی ہیں جب ہماری مرضیات اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے مطابق ہو جائیں گی تو ہماری مرضیات بھی پاک ہو جائینگی۔ جب اس طرح انسان ہو جاتا ہے تو ہمارے تمام اعضاء سے پھر پاکیزہ اعمال صادر ہوتے ہیں

پسندیدہ اعمال صادر ہوتے ہیں۔ ظاہر بھی ہمارا پاکیزہ ہو جاتا ہے اور باطن بھی پاکیزہ ہو جاتا ہے۔

رضا تیری حاصل ہو کون و مکاں میں

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہر وقت ہماری نگاہ لگی رہے گی ہر وقت چپکی بندھی رہے گی کہ ہم کون سا عمل کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو جائیں ہر وقت ایسا شخص جس کو اللہ کی رضا مقصود ہے وہ یہی کوشش کریگا کہ اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائیں، اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں۔ رضا پر ان کی نیت ہوتی ہے اسی کو کسی نے خوب فرمایا ہے

رضا تیری حاصل ہو کون و مکاں میں
یہی تو اب میں خدا چاہتا ہوں
جو مرضی ہو تیری وہی میں بھی چاہتا ہوں
یہی تو اب اے خدا چاہتا ہوں

تو جب اللہ تعالیٰ کی مرضی پر بندوں کی نگاہ جم جائے گی، تو اللہ تعالیٰ کی مرضی بھی پھر ہمارے ساتھ ہو جائے گی، کیونکہ ہماری ہر خواہش، ہر چاہت، ہر مرضی کا مقصد یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائیں، تو پھر وہ پاک خواہشات اور پاک مرضیات ہم سے صادر ہوں گی۔ اسی کو کہتے ہیں

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے
دونوں جانب سے یہ اشارے ہو چکے

ہماری روح کیساتھ اللہ تعالیٰ کا تعلق رہتا ہے

انسان کام کرے تو تب پتہ چلتا ہے کہ اس راستے سے کیا کیا چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ ترقی تو اعمال سے ہوتی ہے صرف باتوں سے نہیں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے عالم ارواح سے ہم کو اس عالم اجسام میں منتقل فرمایا ہے۔ پھر جب ہمارا انتقال ہوجاتا ہے تو پھر یہ روح جسم کو چھوڑ جاتی ہے، پھر عالم برزخ میں منتقل ہوجاتی ہے روح، قیامت میں پھر یہی جسم مل جائے گا، تو اس دنیا میں آنے کا مقصود یہی ہے جو فرمایا کہ ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝'' کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور معرفت حاصل کرنے کیلئے ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہماری ربوبیت فرماتے ہیں، روح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تعلق وقتاً فوقتاً مختلف طریقے سے ہوتا رہتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم کوئی گناہ کرتے ہیں اور وہ گناہ کو چھپا لیتے ہیں تو یہ ان کی ستاری کا علم ہوتا ہے، ان کے اسماء حسنیٰ ہمارے ساتھ کام کر رہے ہیں، ہم کوئی گناہ کرتے ہیں وہ معاف کردیتے ہیں، تو یہ غفاریت کا علم ہوتا ہے۔ ہم بھوکے ننگے ہوں اور ان سے مانگیں اور وہ ہم کو دیتے ہیں تو یہ ان کے رزاق ہونے کا علم ہوتا ہے۔

قضائے حاجات کا وظیفہ

اسی واسطے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ انسان کو جس قسم کی کوئی حاجت ہوتی ہے اسی کے مناسب اللہ تعالیٰ کا نام منتخب کرکے کثرت سے اس کا ورد کرے تو ان شاء اللہ اس کی حاجت جلدی پوری ہوجائے گی۔ جیسے کوئی غریب ہے مسکین ہے حاجات پوری نہیں ہوتیں تو یہ یَا مُغْنِیُ اے غنی کرنیوالے! اس کا ورد کثرت سے کرے گا تو انشاء اللہ اس کو غنا حاصل ہوجائے گی۔ اسی طرح تمام اسماء حسنیٰ کی توجہ بندوں کی تربیت کے ساتھ کام کرتی ہے۔

اللہ کی عبدیت اہل عبدیت سے حاصل ہوتی ہے

تو بیان یہ چل رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو اور انسانوں کو اپنی معرفت کیلئے پیدا کیا ہے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کو پہچانیں۔ اب پہچانیں کس طرح؟ ان کی پہچان کس طرح ہو؟ ہر شخص تو نہیں پہچان سکتا، تو فرماتے ہیں: ''اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝'' اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے کچھ باخبر بندے ہوتے ہیں جن کو اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ جن کے اندر عبدیت کاملہ ہوتی ہے، وہ رحمان کی شان کو جانتے ہیں، تو ایسے باخبر بندوں سے پوچھنا چاہیے تم کو، ایسے باخبر بندے جو ہیں ان سے پوچھ پوچھ کے چلو، پھر تمہیں بھی ان شاء اللہ عبدیت اور معرفت حاصل ہوجائے گی، اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ باخبر لوگ جو ہیں ان کا کیسے پتہ چلے؟ کہ یہ لوگ جو ہیں باخبر ہیں، یہ عبدیت والے ہیں، یہ معرفت والے ہیں، جن سے ہم پوچھ پوچھ کے چلیں، ان کا ہمیں پتہ کیسے چلے گا؟ وہ پہچانے کیسے جائیں؟ ان کی علامات کیا ہیں؟

صفاتِ عبدیت

تو اس کا جواب بھی خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں دیا ہے۔ ''وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا'' پھر آٹھ نو صفات بیان کی ہیں اپنے نیک بندوں کی کہ وہ بندے جو عبدیت کاملہ سے نوازے گئے ہیں وہ بندے جن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے، وہ بندے جو اللہ کے باخبر ہیں ان سے پوچھ پوچھ کے چلنا چاہو تو ان کی یہ صفات ہیں

پہلی صفت ''عاجزی''

ان کی پہلی صفت فرماتے ہیں: ''وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا'' کہ ہمارے جو خاص بندے ہیں وہ زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔ کیوں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں؟ اس واسطے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کبریائی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہیبت، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جلالتِ شان کا مشاہدہ کرلیا ہے۔ وہ اللہ کی شان سے واقف ہیں، جب ایک بڑا آدمی سامنے ہو، بڑی ہستی سامنے ہو، تو ان کے سامنے انسان پستی اختیار کرتا ہے، تواضع اختیار کرتا ہے، عاجزی اختیار کرتا ہے، تو ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کی عظمت سے باخبر ہیں، عظمتِ الٰہیہ کی معرفت کا استحضار ہوتا ہے، تو چلنے میں بھی بڑی عاجزی کے ساتھ چلتا ہے کہ اللہ میاں مجھے دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے میں اکڑ کر کیوں چلوں؟

ہمارا کوئی بڑا ہو جس کا ہم بڑا احترام کرتے ہوں تو اس کے سامنے ہم چلیں گے، تو ایسے اکڑ کر نہیں چلیں گے، اس واسطے کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے، اور جس کے ذہن میں یہ ہو کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے جن کے برابر کسی کی عظمت نہیں، ہیبت نہیں، جلالتِ شان نہیں، کبریائی نہیں تو اس کا پھر کیا حال ہوگا؟ فرماتے ہیں کہ ہمارے باخبر جو بندے ہیں ان کی ایک نشانی یہ ہے کہ ان کی چال ڈھال سے عاجزی، تواضع، بندگی، ظاہر ہوتی ہے، اسی واسطے کہ ہر وقت ان کے سامنے اللہ کی عظمت ہوتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، جو بڑی شان والا ہے، تو ان کی چال سے غلامی کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ ان کی چال کا جواون ہے، تزلزل ہے اس امر کی خبر دیتا ہے کہ انہوں نے اللہ کی بندگی، عظمت اور کبریائی کو پہچان لیا ہے۔

اللہ والوں کی چال میں بھی عبدیت ہوتی ہے

تو اللہ تعالیٰ کے باخبر بندے جو ہیں ان کی ایک پہچان یہ ہے کہ ''الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا'' اور قرآن مجید میں دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝'' کہ زمین پر اکڑ کر مت چل، یہ زمین کو تو پھاڑ نہیں سکے گا، نہ پہاڑوں کی لمبائی تک پہنچ سکے گا۔ پھر اکڑ کر چلنے کا کیا فائدہ؟ کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جو ہیں یہ اپنی چال سے پہچان لیے جاتے ہیں۔

جیسے اچھا انسان، شریف انسان، اپنی چال چلن سے پہچان لیا جاتا ہے برا انسان اپنی چال چلن سے پکڑ لیا جاتا ہے اسی طرح اللہ والوں کی بھی چال یہ ہوتی ہے کہ اس میں عاجزی اور پستی اور عبدیت کی شان ہوتی ہے۔ تو ''ھون'' کے معنی ہیں لغت میں ذلت کے تو ذلت یعنی پستی اللہ تعالیٰ کے سامنے، پستی کا اظہار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے، اپنی بڑائی نہیں سمجھتے ہیں۔

اس واسطے فرماتے ہیں کہ ''وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا'' ہمارے خاص بندے ان کی ایک پہچان یہ ہے کہ جب وہ چلتے ہیں تو ان کی چال سے عاجزی، تواضع اور پستی کا پتہ چلتا ہے، اور یہ تواضع جو ہے یہ ان کے سارے اعمال میں ہوتی ہے، ساری زندگی میں عاجزی ہوتی ہے ان کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی اور عظمت ہر وقت ان کے ذہن میں مستحضر رہتی ہے۔

دوسری صفت ''سلامتی کی بات کرنا''

پھر آگے فرماتے ہیں: ''وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾''

اپنی چال کا تو یہ حال ہے اور جب دوسرے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، ناواقف لوگ، جاہل لوگ جب ان سے واسطہ پڑتا ہے، تو وہ جہالت کی بات کرتے ہیں، تو یہ ان سے الجھتے نہیں ہیں، یہ بات کو ٹال جاتے ہیں، سلامتی کی بات کرتے ہیں۔ رفع شر کی بات کرتے ہیں، ان کی چھیڑ چھاڑ میں اپنے آپ کو پھنساتے نہیں ہیں، انکی بے تمیزی پر غصہ تو آتا ہے مگر وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اللہ کو یاد کرنا ہے، اللہ کی یاد کیلئے جو نیک اعمال ہیں ان کیلئے وقت نکالنا ہے، اگر کسی جاہل سے، اکھڑ مزاج سے الجھ جائیں گے تو وہی پریشانی ہروقت دل میں رہے گی، اللہ کی یاد نہیں کرسکیں گے، تو اپنے یار کی یاد کیلئے، اپنے دل کو فارغ رکھنے کیلئے، جہالت والے کی چھیڑ چھاڑ میں نہیں آتے ہیں۔ ''وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾''

تو اللہ کے جو خاص بندے ہیں۔ ''اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾'' جو اللہ کے خبردار بندے ہیں جن سے ہمیں پوچھ پوچھ کے چلنا چاہیے، ان کی ایک نشانی تو یہ بتائی گئی ہے، کہ جب وہ چلتے ہیں تو عاجزی اور پستی کے ساتھ چلتے ہیں، ان کی زندگی میں تواضع ہوتی ہے، اور دوسری شان یہ بتائی گئی کہ جب ان سے، جب ان کا واسطہ جاہل لوگوں سے پڑتا ہے، تو سلامتی کے ساتھ ٹال جاتے ہیں، رفع شر کی بات کرتے ہیں، ان سے الجھتے نہیں ہیں، اس لئے کہ اپنے دل کو اللہ کی یاد کیلئے فارغ رکھنا چاہتے ہیں۔ ان سے الجھیں گے تو پھر دل ادھر نہیں جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ کے جو باخبر بندے ہیں وہ اپنے وقت کی بہت قدر کرتے ہیں زندگی کے ہر لمحہ کو اللہ کی امانت سمجھتے ہیں۔

کچھ وقت ذکر اللہ کیلئے خالی کرنا چاہیے

اس واسطے ان کا ذوق تو یہ ہوتا ہے کہ ایک لمحے کیلئے اللہ کا نام لینا نصیب ہوجائے تو ہفت اقلیم کی سلطنت سے بہتر ہے۔ ہفت اقلیم کی سلطنت تو فانی ہے اللہ کا نام باقی ہے، تو اللہ کا نام لینے کیلئے اپنے دل کو فارغ رکھتے ہیں، اور جاہل لوگوں سے الجھتے نہیں ہیں، یہ نشانی بھی رحمان کے بندوں کی ہوتی ہے، جو جاہل لوگوں کی چھیڑ چھاڑ میں آتے نہیں ہیں۔ تو وہ اپنے اوقات کو اللہ کی یاد کیلئے فارغ رکھنا چاہتے ہیں۔

حدیث شریف میں بھی آتا ہے کہ وقت کچھ خالی رکھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرکے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگا کرے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرے، تسبیحات بیان کرے اور اپنے گناہوں کو یاد کرکے، اپنی کوتاہیوں کو یاد کرکے، اپنی غلطیوں کو یاد کرکے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے، اور ان کا نام لیتا رہے، یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ ایک وقت مقرر کرے۔

ذکر کے فوائد

ایک جگہ یہ بھی آتا ہے کہ ''من لا ورد له لا وارد له'' جس کا کوئی ورد وظیفہ نہیں ہوتا اس کے دل کے اندر کوئی خاص جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ شوق پیدا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ سے تعلق خصوصی پیدا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کے اندر خصوصی باتیں نہیں ڈالتے ہیں۔ جو شخص اللہ کو یاد کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ سے تعلق گہرا کرتا چلا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی پھر اس کے ساتھ تعلق گہرا کرکے، اس کے دل کے اندر اچھی اچھی باتیں ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ جوں جوں ترقی ہوتی چلی جاتی ہے، انسان آگے بڑھتا چلا جاتا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ بھی اس کے ساتھ خصوصی تعلق پیدا فرما

دیتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں:

بینی اندر خود علوم انبیاء
بے کتاب و بے معید و اوستا

ایسا تعلق گہرا اللہ تعالیٰ جل شانہ سے ہو جاتا ہے کہ ایسے ایسے علوم اس کے دل میں ڈالتے ہیں جو نبیوں کے ہوتے ہیں۔ نبیوں نے کتابیں تو نہیں پڑھی ہوتیں، اُمی ہوتے ہیں، کوئی کتاب نہیں دیکھی انہوں نے، کوئی مددگار استاد نہیں جس نے بتایا ہو۔ دل کے اندر اللہ تعالیٰ ایسی ایسی باتیں ڈال دیتے ہیں جو صفائی قلب کی وجہ سے، اللہ کی یاد کی وجہ سے، اس کو نصیب ہوتی رہتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگے رہتے ہیں۔

تنہائی میں ذکر کرنے والا عرشِ الٰہی کے سایہ میں ہوگا

اور پھر یہ بھی آپ نے سنا ہوگا کہ عرش کا سایہ قیامت کے دن ہوگا جس دن کوئی اور سایہ نہیں ہوگا، یہ سورج دو کمان کے فاصلے پر آ جائے گا، زمین تپ رہی ہو گی، بڑی سخت گرمی ہوگی، صرف ایک عرش کا سایہ ہوگا، جس میں سات قسم کے خوش نصیب ہیں، جن کو وہ سایہ نصیب ہوگا، ورنہ سارے تپ رہے ہوں گے، بڑی پریشانی ہوگی، کہتے ہیں ستر ستر ہاتھ تک پسینہ جائے گا انسان کا، اور ہر شخص اپنے پسینے میں ڈوب رہا ہوگا، بڑی سخت تکلیف ہوگی۔

تو فرماتے ہیں ان سات خوش نصیبوں میں سے ایک وہ شخص ہے ''رجل ذکر اللہ خالیاً ففاضت عیناہ'' وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اللہ کو یاد کر کے اللہ کا خوف دل کے اندر چھا گیا، یا اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات یاد

آ گئے اور اس کو آنسو آ گئے، رونا آ گیا، آنکھیں بہہ رہی ہیں، ایسے شخص کو بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ، جب شدتِ تپش سے، گرمی سے، بچائیں گے جب لوگوں کے سر کھولتے ہوں گے، اللہ تعالیٰ پکاریں گے کہاں ہیں؟ وہ بندے جو مجھے تنہائی میں یاد کر کے رویا کرتے تھے، وہ میرے عرش کے سایہ میں آ جائیں۔ تو اللہ کے خاص بندے جب جاہل لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، تو ان کی چھیڑ چھاڑ میں اپنے کو الجھاتے نہیں ہیں، بلکہ سلامتی کی بات کر کے ٹال دیتے ہیں۔ رفع شر کی بات کرتے ہیں، ان سے الجھتے نہیں ہیں، کیونکہ اپنے دل کو فارغ رکھنا چاہتے ہیں، کس کیلئے؟ اللہ کی یاد کیلئے فارغ رکھنا چاہتے ہیں، اور اللہ کی یاد بڑی قیمتی چیز ہے۔

تو رحمان کے خاص بندوں کی صفات بیان ہو رہی ہیں، فرماتے ہیں: ''اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۹﴾'' رحمان کی شان کو معلوم کرنا چاہو، رحمان کی عبدیت اور معرفت حاصل کرنا چاہو تو، جو باخبر بندے ہیں ان سے پتہ کیا کرو، ان کے پاس بیٹھو اٹھو، ان کی باتیں سنو، تم کو ایسی ایسی باتیں معلوم ہوں گی، کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق تمہارا بھی گہرا ہوتا چلا جائے گا، تو ان لوگوں کی صفات ہیں ''وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا'' رحمان کے باخبر بندے، اللہ تعالیٰ کی عظمت کو جاننے والے، ان کی کبریائی کو، ان کی جلالت شان کو سمجھنے والے، مشاہدہ کرنے والے بندے سارے کاموں میں تواضع اختیار کرتے ہیں، چلتے ہیں تو بھی تواضع کے ساتھ چلتے ہیں، پستی ان کے اندر ہوتی ہے، اور دوسری صفت یہ فرمائی کہ ''وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾'' جاہل لوگوں کے چھیڑ چھاڑ کے وقت سلامتی کی بات کر کے ٹال دیتے ہیں، اور شر کو دور کر دیتے ہیں الجھتے نہیں ہیں، اپنے دل کو اللہ کی یاد کیلئے فارغ رکھتے ہیں۔

تیسری صفت ''راتوں کو عبادت کرنا''

اور آگے تیسری صفت بیان فرماتے ہیں: ''وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ﴿۶۴﴾'' یہ جو باخبر بندے اللہ تعالیٰ کے ہیں ان کی تیسری پہچان یہ ہے کہ وہ راتوں کو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام میں رات گزار دیتے ہیں، نماز میں لگے رہتے ہیں، بندوں کے ساتھ ان کا معاملہ وہ ہوا، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ معاملہ ہے، کہ راتوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کبھی کھڑے ہیں، کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں ہیں، کبھی رو رو کے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ ایسا تعلق ان کا اللہ تعالیٰ سے ہو جاتا ہے، جو رحمان کے خاص بندے ہیں، جن سے ہمیں دین معلوم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، رحمان کی شان والوں کا حکم دیا گیا ہے وہ ایسے ہیں کہ لوگوں کے ساتھ اچھا معاملہ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی، اس وقت کا انتظار کرتے ہیں کہ کب دن کے جھگڑے ختم ہوں، دل فارغ ہو تو محبوب حقیقی کو یاد کریں، تو راتوں کو اللہ والوں کو اللہ کی عبادت میں بڑا لطف آتا ہے۔ یہ وہی جان سکتا ہے جس کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے، وہ لذت ان کو ایک مخفی راہ سے آتی ہے، ہر ایک کا تعلق اللہ تعالیٰ سے الگ الگ ہوتا ہے، جتنا تعلق گہرا ہوتا چلا جاتا ہے، اتنا ہی مخفی راستہ بھی کھلتا چلا جاتا ہے کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ، آفتاب حقیقی ہیں ان کے اور ان کے دل کے درمیان ایک مخفی راستہ بن جاتا ہے، راستہ ہے، لیکن کسی اور کو خبر نہیں ہوتی ہے۔ اسی کو اردو میں کہتے ہیں

ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربط خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

تم سا کوئی ہمدم کوئی دم ساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

یہ تعلق جب مل جاتا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ سے، تو پھر ایسی ایسی باتیں ہوتی ہیں، ہم لوگ کورے ہیں، ہمیں اس کا خیال بھی نہیں، کوشش بھی نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں نہیں ہوتیں، اس واسطے ہمیں کچھ محسوس نہیں ہوتا ہے، لیکن جن کو محسوس ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں ایسی ٹھنڈک آنکھوں میں آتی ہے کہ ہم کیا بتا سکتے ہیں۔

نماز میں اللہ تعالیٰ سے ایک خاص تعلق پیدا ہوتا ہے

اسی واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''قرۃ عینی فی الصلوٰۃ'' میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، اور ایک جگہ آتا ہے ''ان المصلی ینادی ربه'' نماز پڑھنے والا جب نماز پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے، ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے، یہ تو آپ نے کئی دفعہ سنا ہے کہ جب بندہ کہتا ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱﴾'' تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ''حمدنی عبدی'' میرا بندہ میری حمد بیان کر رہا ہے۔ جب بندہ کہتا ہے ''الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۲﴾'' تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اثنی علی عبدی'' میرا بندہ میری ثناء بیان کر رہا ہے، جب ''مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳﴾'' کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''مجدنی عبدی'' میرا بندہ میری بزرگی بیان کر رہا ہے ''اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴿۴﴾'' جب کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مانگو کیا مانگتے ہو۔ آگے ہم کہتے ہیں ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۵﴾'' یا اللہ ہمیں سیدھا راستہ عطاء فرما، تو فرماتے ہیں کہ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے، ہمیں آپ کو معلوم نہ ہو، دوسری بات ہے ایسے اللہ کے بندے دنیا میں آج

کل بھی موجود ہیں جن سے میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے، تو فرماتے ہیں مجھے صاف معلوم ہوتا ہے کہ میرا اللہ مجھ سے بات کر رہا ہے، میری بات کا جواب اللہ پاک دے رہے ہیں۔ یہ تعلق کی بات ہے، وہی رحمان کے باخبر بندے ہوتے ہیں جو ہمیں اللہ کی شان سے باخبر کرنے والے ہیں، اللہ کی عبدیت بتانے والے ہیں، اللہ کی مغفرت حاصل کرنے کیلئے وہی ہمارے رہنما ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مرادآبادی کا سجدہ

حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب گنج مرادآبادیؒ فرماتے ہیں، حضرت تھانویؒ تشریف لے گئے ان کے پاس، تو ان سے فرمانے لگے کہنے کی بات تو نہیں ہے لیکن تم سے کہتا ہوں، کہ مولوی جی! جب میں سجدہ کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے پیار کرتے ہیں، اور ہمیں آپ کو خبر نہیں، ہم جاہل ہیں پتہ نہیں ہے، ان سے پیار کرتے ہیں، کس طرح کرتے ہیں؟ وہ جانتے ہیں۔

تو جتنی جتنی انسان اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا ہے، ترقی کرتا ہے، اور وہ حاصل ہوتی ہے کثرت ذکر، اور دوام طاعت سے، وہ ایسے نہیں، ہم جیسے غافل ہیں، دنیا کے دھندوں میں پھر رہے ہیں، اللہ کو یاد نہیں کرتے، وہ ان کو حاصل ہوتی ہے کوشش کرنے والا پالیتا ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا ذوقِ عبادت

تو اللہ تعالیٰ سے ایک خصوصی راہ بن جاتی ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے متعلق ایک شخص نے یہ سوچا کہ آج میں خفیہ طور پر خانقاہ میں رہتا ہوں اور دیکھتا ہوں، حضرت حاجی صاحب کے رات کے کیا معمولات ہیں، تو

حضرت کا معمول یہ تھا کہ لوگوں کو کہتے کہ جاؤ بھائی جاؤ، آرام کرو میں بھی آرام کرتا ہوں، کونڈی لگا دیا کرتے تھے، یہ چھپ کر ان کی چارپائی کے نیچے لیٹ گیا، حضرت حاجی صاحب نے آ کے کونڈی لگا کے وضو فرمایا، تازہ کیا، اور نفلوں میں لگ گئے اور کہتے ہیں کچھ دیر نماز پڑھنے کے بعد ساری رات سجدے میں پڑے رو رہے ہیں۔

''اے خدا! ایں بندہ رار سوا مکن''

یا اللہ! میں عاجز گناہگار بندہ ہوں مہربانی فرما کر مجھے رسوا نہ کرنا۔ اگرچہ میں برا ہوں لیکن میری برائی کو چھپا لینا یا اللہ! کون سا جذبہ تھا؟ کون سی بات تھی؟ جو ساری رات سجدے میں پڑے یہی بار بار پڑھ رہے ہیں، یہ تعلق ہے اللہ تعالیٰ سے، اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق کر لیا، ایسا تعلق جوڑ لیا ان سے کہ سر اٹھانے کی توفیق نہیں دیتے، وہ بس یہی چاہتے ہیں میرا بندہ اپنا سر میرے قدموں میں ڈال کے پڑا رہے، مجھے یاد کرتا رہے۔

اللہ کے گھر میں بغیر اللہ کی توفیق کے کوئی نہیں آسکتا

ایک مرتبہ کسی رئیس نے مچھلی خرید کی، اس کو گھر تک لے جانے کیلئے ایک مزدور کی ضرورت تھی، اس نے ایک مزدور سے کہا کہ یہ مچھلی میرے گھر تک پہنچانی ہے، اس کی تمہیں مزدوری ملے گی، اس نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ وہ مزدور مچھلی اٹھا کر چل پڑا، وہ رئیس شخص بھی ساتھ تھا۔ راستہ میں اذان کان میں پڑی تو مزدور نے رئیس صاحب سے کہا کہ، میرے آقا کا بلاوا آگیا ہے، لہٰذا میں پہلے نماز پڑھوں گا۔ آپ کا دل چاہے تو دوسرا مزدور کر لو یا پھر میرا انتظار کر لو۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے میں انتظار کرتا ہوں۔ وہ مسجد گیا جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، سب لوگ ایک ایک

کر کے چلے گئے مگر وہ مزدور نہ آیا۔ رئیس نے آواز دے کر کہا، باہر کیوں نہیں آتا؟ اس نے کہا جی آنے نہیں دیتا۔ کہنے لگا یہاں تو کوئی نہیں؟ کون نہیں آنے دیتا؟ اس نے کہا جو تم کو مسجد میں نہیں آنے دیتا وہ مجھ کو باہر نہیں آنے دیتا۔ تو یہ آپ اندازہ لگائیے حاجی صاحب کے دل میں کون سا جذبہ تھا؟ کون سی کشش تھی؟ کہ ساری رات سجدے میں پڑے ہوئے یہ شعر پڑھتے رہے

یا الہی بندہ را رسوا مکن

تو یہ خصوصی تعلق ہوتا ہے یہ خصوصی ربط ہوتا ہے

کیفیتِ احسانی

تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کے خاص بندوں کو عبادت کے اندر لذت ملنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس دھیان سے کرتے ہیں کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ میں نیت باندھ رہا ہوں تو اللہ مجھے دیکھ رہا ہے ہیں، میں اللہ اکبر کہہ رہا ہوں تو وہ دیکھ رہے ہیں، میں ثناء بیان کر رہا ہوں وہ دیکھ رہے ہیں، ہر وقت یہی نیت ہوتی ہے، عبادت میں بھی، چلنے میں، پھرنے میں، باتیں کرنے میں، ہر وقت یہی سوچ ہے، میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اسی کو احسانی کیفیت کہا جاتا ہے ''فان لم تکن تراہ فانہ یراك'' اس کا ہمیشہ انسان کو خیال رکھنا چاہیے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، ہر جگہ دیکھ رہا ہے۔

تو جس درجہ کا انسان کو یقین ہو جائے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق گہرا نصیب ہوتا ہے اتنی ہی پھر اس کو لذت ملتی ہے اس نیکی کرنے میں، تسبیح پڑھنے میں، دعا کرنے میں، تلاوت کرنے میں، نماز پڑھنے میں،

ذکر کرنے میں پھر اس کو اتنی لذت ملتی ہے، فرماتے ہیں

ہیچ گنجے بے درد و بے دام نیست
جز بخلوت رضائے حق آرام نیست

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی خلوت دار کونہ ایسا ہے کہ وہیں آرام مل سکتا ہے وہیں سکون مل سکتا ہے ورنہ دنیا کا کونہ کونہ ڈھونڈ مارو کہیں تم کو آرام چین نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ دل ان کے قبضے میں ہے ''اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾'' دل جو ہے اس کو تسلی دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، ہم اسباب تسلی کو تلاش کرتے ہیں ایسے اسباب جن سے راحت ملے آرام ملے ان کے پیچھے تو پڑتے ہیں لیکن تسلی اور آرام تب ملے گا جب اللہ تعالیٰ کی غلامی اختیار کریں گے۔

اہلِ عبدیت فنافی اللہ ہوتے ہیں

تو ایسے اللہ کے بندے جنہوں نے اپنی ہر خواہش کو اللہ کی خواہش میں مٹا دیا ہوتا ہے اپنی ہر مرضی کو اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کرتے ہیں، اپنی ہر چاہت کو ایسا مٹاتے ہیں کہ جو اللہ چاہتا ہے وہی یہ بھی چاہتے ہیں، اپنے آپ کو بالکل مٹا دیا ہے، اب یہ شخص جس نے اپنے آپ کو بالکل مٹا دیا ہو اللہ تعالیٰ کے سامنے مٹا دیا ہو، وہ کبھی کوئی اللہ تعالیٰ کے خلاف بات کریگا؟ اللہ تعالیٰ کے خلاف کوئی حرکت کریگا؟ بس شرط یہ ہے کہ صحیح مٹا ہوا ہو، صحیح فانی ہو۔ ایسا شخص اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہیں کرتا کہ ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے

مردانِ خدا خدا نہ باشند
ولیکن از خدا جدا نہ باشند

اس لئے کہ وہ جو بھی بات کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بات کرتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کی بات نہ کریں تو مردانِ خدا نہ رہیں گے وہ رجال اللہ نہیں رہیں گے وہ عبادالرحمان سے خارج کردیئے جائیں گے، عبادالرحمان اس وقت تک رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری، تابعداری اور مرضی اور چاہت کے مطابق چل رہے ہیں۔

تو خداوند جل شانہ جس کو اپنی محبت سے نوازتے ہیں وہ بڑا خوش نصیب ہوتا ہے، اس سے زیادہ کون خوش نصیب ہوسکتا ہے؟ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ جل شانہ آجائیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں میری سمائی کہیں نہیں ہے، نہ آسمانوں میں، نہ زمین میں، میری سمائی اگر ہوسکتی ہے تو مؤمن کے دل میں ہوسکتی ہے۔

بر دل مؤمن بگنجیدم چوں ضیف
بے زچوں و بے چگوں بے زکیف

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی سمائی مؤمن کے دل میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس دل میں تب آتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار اور غلام ہوجاتا ہے تابعدار بن جاتا ہے۔

کثرتِ ذکر و دوامِ طاعت کا فائدہ

جب کثرتِ ذکر، دوامِ طاعات اس کا شعار ہوجاتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق چلتا ہے، پھر اس کا ظاہر بھی ذاکر ہوتا ہے، باطن بھی ذاکر ہوتا ہے، زبان بھی ذکر کررہی ہے، آنکھیں بھی، کان بھی، زبان بھی، ہاتھ بھی، پاؤں بھی، سب ذاکر ہیں۔ ذاکر کا مطلب اللہ کی یاد میں مصروف ہیں، زبان اللہ کی یاد کررہی ہے، یہ

تو ہماری سمجھ میں آتا ہے، آنکھ کیسے یاد کرتی ہے؟ جہاں حکم ہے وہاں دیکھتی ہے، جہاں حکم نہیں وہاں نہیں دیکھتی ہے، یہ آنکھ کی یاد ہے، کان کا ذکر یہ ہے، جہاں حکم ہے وہاں سنے گا، جہاں حکم نہیں وہاں نہیں سنے گا۔ اسی طرح ہاتھ ہیں، پاؤں ہیں، جہاں حکم ہوتا ہے وہاں ہاتھ لگتے ہیں، یہ ہاتھوں کا ذکر ہے، دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، سب اللہ کی یاد میں ہیں۔ تو ایسے لوگ جو ہیں ان کے ظاہر بھی ذاکر، باطن بھی ذاکر ہوجاتا ہے، زبان بھی ذاکر، قلب بھی ذاکر، اور اعضاء بھی اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ ''کل مطیع فھو ذاکر'' ہر اللہ تعالیٰ کا تابعدار، فرمانبردار بندہ اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والا ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان کاروبار کررہا ہے، اس میں کوئی حرام کام نہیں کرتا، ناجائز کام نہیں کرتا، کون سی چیز مجبور کررہی ہے کہ ناجائز کام نہ کرے وہ اللہ کی یاد ہے، اللہ کی محبت ہے اللہ کا تعلق ہے۔ اس واسطے فرماتے ہیں: کہ یہ جو اللہ کے خاص بندے ہیں پہلی بات ان کی یہ تھی کہ وہ ہر وقت ہر طرح سے ان کی تواضع ہوتی ہے چلتے ہیں تو تواضع سے چلتے ہیں۔

''الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾'' جاہل لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے تو سلامتی کی بات کرکے ٹال دیتے ہیں، رفعِ شر کردیتے ہیں الجھتے نہیں ہیں اپنے دل کو فارغ رکھتے ہیں۔

اور تیسری صفت یہ بیان فرمائی ''وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾'' اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، رات کو ایسے نہیں جانے دیتے، ایک وقت لگالیتے ہیں اس میں خوب دل لگا کے توجہ سے دھیان سے یاد کرتے ہیں، یہ بھی اللہ والے بندوں کی شان ہوتی ہے۔

تہجد کا وقت

فرماتے ہیں کوئی اللہ کا ولی ایسا نہیں ہوا جو تہجد نہ پڑھتا ہو، اب تہجد کے متعلق یہ ہے کہ اصل وقت تو وہی ہوتا ہے جو آخری تہائی کی رات کا ہوتا ہے، سو کے اٹھنے کے بعد ہوتا ہے، لیکن آج کل بعض لوگوں کو مشاغل بہت ہو جاتے ہیں، بہت سے کام ہوتے ہیں، تو انسان اس وقت اٹھ نہیں سکتا، تو محروم رہتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ دلائل سے معلوم یہ ہوتا ہے ''اقرب الی الدلیل'' یہ ہے کہ تہجد۔ سنتِ مؤکدہ ہے، اور سنتِ مؤکدہ کا لگاتار چھوڑنا تو گناہ ہو جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محرومی ہوتی ہے، تو فرماتے ہیں کہ تم اگر عشاء کے وتروں سے پہلے کچھ نوافل تہجد کی نیت سے پڑھ لو تو وہ بھی صلوٰۃ اللیل میں آجاتا ہے۔ ''قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۙ‏﴿۲﴾'' اس سے تہجد کا مشروع ہونا معلوم ہوتا ہے، تو وہ بھی تہجد کے قائم مقام ہو سکتی ہے، بشرطیکہ اس وقت نہ اٹھ سکو، ہاں اٹھ جاؤ تو دوبارہ پڑھ لو۔ تو لوگوں نے اس واسطے چھوڑ رکھی ہے کہ صاحب اس وقت تو ہم اٹھ نہیں سکتے، رات کو نیند پوری نہیں ہوتی، تو ایسے مشغول لوگوں کو جن کی صحت اجازت نہ دے، یا مشغولی کی وجہ سے ان کی نیند پوری نہ ہو تو وہ عشاء کے وقت پڑھ لیا کریں۔

اللہ کا راستہ محدود نہیں ہے

اس کا بڑا اونچا مقام ہے، تو بہر حال بات یہ چل رہی تھی کہ اللہ کے مقبولین جو ہیں راتوں کی بڑی قدر کرتے ہیں، جب مخلوق سو رہی ہوتی ہے، یہ اللہ کو یاد کرتے ہیں، اللہ کے ساتھ مناجات کرتے ہیں کبھی ان کے سامنے کھڑے ہیں کبھی ان کے سامنے رکوع کر رہے ہیں، کبھی سجدے کر رہے ہیں کبھی ہاتھ جوڑ کے رو رو کے

دعائیں مانگ رہے ہیں، یہ خصوصی تعلق قائم ہوتا چلا جاتا ہے، یہ تعلق پھر مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے، وہ تعلق پھر بڑھتا چلا جاتا ہے، پھر ترقی کرتا چلا جاتا ہے انسان، دنیا کی جو باتیں اور کام اور چیزیں ہیں ان کی طرح راستہ نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا۔

اے برادر بے نہایت در گہیست
ہر چہ بروے میرسی بروے مائیست

اللہ کا راستہ کوئی محدود نہیں ہے

زانکہ نہ محدود نہ آید در حدود

جو نا محدود و لا محدود ہو وہ حدود میں کیسے آسکتا ہے؟

اس واسطے اگر اللہ تعالیٰ کا تعلق آپ بڑھا رہے ہیں تو اس تعلق کی انتہا معلوم نہیں ہوگی۔ چلتے رہیے، بڑھتے رہیے، یہ کام کرتے رہیے، ترقی ہو رہی ہے ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ کا تعلق بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس محبت کا کوئی کنارہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی تمام صفات لامحدود ہیں، جیسے ذات لامحدود ہے، صفات بھی لامحدود ہیں، بڑھتا رہے انسان، عمل کرتا رہے، ترقی ہوتی رہتی ہے۔

بحریست بحر عشق کہ ہیچ اوست کنارہ نیست

اللہ کی محبت کا سمندر ایسا ہے کہ اس کا کوئی کنارہ نہیں، اسی میں انسان اللہ کی فرمانبرداری کرتے کرتے، ترقی کرتے کرتے، جان قربان کردے۔

خلاصہ وعظ

تو اللہ کے مقبولین جو ہیں رات میں اپنے اللہ کو یاد کرتے ہیں، یہ ان کی تیسری صفت بیان کی ہے باقی ان شاء اللہ کل اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو بیان کریں گے۔ بہر حال مطلب سارا یہ ہے کہ ہمیں اس دنیا میں آنے کا مقصد، جو بیان کیا گیا ہے وہ اللہ کی عبادت کرنا ہے، اللہ کی معرفت حاصل کرنی ہے، اللہ کی غلامی حاصل کرنی ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننا ہے، جس وقت کا جو حکم ہو اسی کا نام عبدیت ہوتی ہے، ہر وقت ایک اللہ تعالیٰ کا حکم لے کے آتا ہے، اس وقت اس اللہ کے حکم کو مان لیا یہی عبدیت ہوتی ہے، کھانا کھاتے وقت کھانا کھانا اللہ کا حکم ہے اسی میں عبدیت ہے، اسی میں غلامی ہے، اسی میں ثواب ملتا ہے، نماز کے وقت نماز کا حکم ہے، کوئی کاروبار جائز کرتا ہے، حلال کرتا ہے، اس کیلئے وہ عبادت بن جاتی ہے، اس واسطے بس ہمیں اس دنیا میں آ کے غلامی اختیار کرنا ہے۔ ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝'' اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا صرف اس لئے کہ ہم اللہ کے پورے پکے غلام بن جائیں، تابعدار بن جائیں، عبدیت حاصل ہو جائے، اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔''

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اصلاح قلب

بتاریخ: 23-08-96

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ. وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْدُ:

فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ان فی الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب.

حدیث مبارکہ کا مفہوم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ خوب اچھی طرح کان کھول کے سن لو۔ خبردار ہو جاؤ! جسم کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ ٹھیک ہو جاتا ہے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ وہ کونسا گوشت کا ٹکڑا ہے؟ وہ دل ہے۔

دل کی اصلاح سے پورے بدن کی اصلاح ہوتی ہے

تو دل کی اصلاح سے پورے بدن کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں۔ دل کی اصلاح سے پورے بدن کی اصلاح ہو جاتی ہے اور دل کی خرابی سے پورے بدن کی خرابی ہو جاتی ہے، سارے اعمال خراب ہو جاتے ہیں۔ تو اس حدیث میں جو قلب کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ باطن کی اصلاح کرنا ضروری ہے۔

کچھ اعمال ہوتے ہیں ظاہرہ، جیسے حج ہے، نماز ہے، روزہ ہے، زکوۃ ہے، جو ظاہری اعضا سے کئے جاتے ہیں، کچھ اعمال باطنہ ہیں، جن کا تعلق دل سے ہے، جیسے اللہ کی محبت، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، یہ دل میں ہوتی ہے۔ آخرت کی فکر، یہ دل میں ہوتی ہے، صبر ہے دل سے انسان کرتا ہے، شکر ہے دل سے کرتا ہے، اللہ کی طرف سے جو کچھ پیش آجائے وہ راضی رہتا ہے، رضا بالقضاء، جو بات ہو اس کو وہ تسلیم کرتا ہے، تواضع کرتا ہے، صدق ہوتا ہے، اخلاص ہوتا ہے، توکل ہوتا ہے، یہ باطنی ہیں، ان کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ کچھ اعمال ظاہرہ ہیں، کچھ اعمال باطنہ ہیں۔

دل کی اصلاح کیئے بغیر ظاہری اعمال میں پختگی نہیں ہوتی

جب تک دل کی اصلاح نہ ہو تو ظاہری اعمال میں بھی پختگی نہیں ہوتی، یا اعمال ہوتے ہیں مگر وزن دار نہیں ہوتے، بے مغز کھوکھلے ہوتے ہیں۔ اس واسطے انسان کو اپنی اصلاح کی فکر کرنا چاہئے، جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خبر دہی فرما رہے ہیں، اور رذائل کو دور کرنا چاہئے، مثال کے طور پر ایک آدمی کے دل کے اندر تکبر ہے وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، اپنے اختیار سے سمجھتا ہے، میں بڑا ہوں اور جب اپنی بڑائی ذہن میں ہوتی ہے تو دوسروں کو ذلیل سمجھتا ہے، یہ تکبر ہے۔ ایسا آدمی غیبت کرے گا، حسد کرے گا، دوسروں کو تکلیف پہنچائے گا، تکبر کو ام الامراض کہا جاتا ہے، تو کتنے بڑے نقصان کی بات ہے، اس واسطے تکبر کا علاج ضروری ہوا۔

اصلاح سے معرفت حاصل ہوتی ہے

جب انسان رذائل کو دور کر لیتا ہے اوصاف حمیدہ پیدا ہو جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت ذکر اور فکر سے بڑھتی چلی جاتی ہے، حق تعالیٰ جل شانہ کو اس سے خصوصی تعلق پیدا ہوتا چلا جاتا ہے، جتنی محبت میں ترقی ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کو عارف کہتے ہیں۔

عارف باللہ کی دو رکعت غیر عارف کی ہزار رکعت پر بھاری ہوتی ہیں

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ فرمایا کرتے تھے کہ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی ہزار رکعت سے افضل ہوتی ہیں، کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ عارف کے اندر اخلاص کوٹ کوٹ کے بھر دیا گیا ہے، ریا اس کے اندر نہیں ہے اخلاص ہے۔

اخلاص باطنی صفت ہے اور اخلاص بڑی اونچی چیز ہے اس کو تصوف بھی کہا جاتا ہے۔ تو عارف کے اندر اخلاص ہے اس کی برکت سے اس کی دو رکعت ہزار رکعت سے بڑھ جاتی ہیں۔

اخلاص سے عمل میں وزن پیدا ہوتا ہے

اور حدیث شریف میں بھی آتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا صحابی نصف مد جو خیرات کرے، آدھا سیر جو خیرات کرے، تو غیر صحابی اگر احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے، تو میرے صحابی کا آدھا جَو خیرات کرنا اُحد پہاڑ جتنے سونے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ کیا وجہ تھی؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے چوٹی کا اخلاص ان کے اندر آ گیا تھا، اخلاص اعمال کو بڑا اونچا لے جاتا ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اخلص یا معاذ یکفیك العمل القلیل۔

اے معاذ! اخلاص اختیار کرو تھوڑا عمل بھی تمہیں کافی ہو جائے گا، اخلاص عمل کو اونچا لے جاتا ہے۔

جب دل بگڑتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے

تو مقصد یہ ہے کہ ہمارے دل کے اندر جو روگ ہیں، جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب دل بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے۔ تو باطن کے جو روگ ہیں باطن کی جو بیماریاں ہیں، تکبر ہے، حسد ہے، بغض ہے، ریا ہے، کینہ ہے، جھوٹ ہے، فریب ہے، مال کی محبت ہے، جاہ کی محبت ہے، ناجائز

غصہ ہے، ناجائز شہوت ہے ان سب بیماریوں کو ٹھیک کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ آج کل حال یہ ہے کہ ظاہری اعمال کا تو کچھ کرتے ہیں لیکن ان باطنی رذائل کی فکر نہیں کرتے، حالانکہ اتنی اہم چیز ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں۔

اخروی کامیابی کا مدار تزکیۂ نفس ہے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾

کامیابی اسی کو نصیب ہوگی، فلاح اسی کو حاصل ہوگی، جنت اس کو نصیب ہوگی، جہنم سے وہ بچے گا، جو تزکیہ کرے گا، جو نفس کا تزکیہ کرے گا یعنی یہ باطنی بیماریاں دور کرے گا۔ باطن کو، دل کو باطنی بیماریوں سے صاف کر دے گا، اصلاح کر لے گا، باطن کے اندر روگ نہیں رہیں گے یہ شخص فلاح پائے گا۔ وَقَدْ خَابَ اور جس نے اس دل کو میلا رکھا، اس کی اصلاح کی فکر نہ کی وہ ناکام ہو جائے گا۔

تو جب فلاح کا دارومدار، آخرت کی کامیابی کا دارومدار، حق تعالیٰ کی رضا کا دارومدار اسی پر ہے کہ اللہ کے غیروں کو نکال دیا جائے، کہ جتنے بھی باطنی امراض جن کا ذکر کیا جا رہا ہے، یہ جتنے بھی رذائل ہیں، یہ اللہ کے غیر ہیں، اللہ کے غیروں کو نکالا جائے تب اللہ کی محبت، اللہ کا تعلق دل کے اندر آتا ہے۔

ایک جگہ قرآن مجید میں یوں فرمایا ہے:

''اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ''

کیا ابھی وقت نہیں آیا ایمان والوں پر کہ اللہ کے ذکر سے ان کے دل ڈر جائیں۔ تو یہ خوف وخشیت بھی اصلاح کی بات ہے۔

ریا کار عالم کی ہلاکت

آپ نے سنا ہوگا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جو مقدمہ پیش ہوگا ایک عالم قاری حافظ کا پیش ہوگا۔ ایک سخی کا پیش ہوگا ایک شہید کا پیش ہوگا۔ عالم قاری حافظ سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے یہ یہ نعمتیں تم کو دیں تم نے کیا حق ادا کیا؟ وہ عرض کریں گے یا اللہ! میں آپ کے راستے میں خوب محنت کرتا رہا علم حاصل کرتا رہا، قران مجید کی تعلیم حاصل کرتا رہا، پڑھنے کا طریقہ سیکھتا رہا، خوب محنت کی میں نے، پھر میں لوگوں کو پڑھاتا رہا، میں نے ساری عمر اس میں وقف کردی۔ حق تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرمائیں گے کہ میں نے تجھے پیدا کیا، میں نے تیرا دماغ و دل پیدا کیا، مجھے سب پتہ ہے کہ تو نے کیوں کیا؟ میں دنیا میں بھی تیرے ساتھ ساتھ تھا، دنیا میں بھی تجھے دیکھتا رہا، تو کیا کر رہا ہے؟ تیری نیت یہ نہیں تھی کہ کل قیامت کے دن ثواب کام آئے، تیری نیت یہ تھی کہ لوگ کہیں تو بڑا اچھا قاری ہے، بڑا اچھا عالم، بڑا اچھا حافظ ہے، صرف اسی نیت سے تو نے ساری محنت کی، پڑھا بھی، پڑھایا بھی، اس کا صلہ تو دنیا میں تجھے مل گیا، یہاں آخرت میں تیرے لئے کچھ نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ بولیں گے، تو جھوٹ بولتا ہے، تیری نیت سے میں خوب واقف تھا، تو فرماتے ہیں فرشتے سارے بیک زبان بولیں گے جھوٹ ہے، جھوٹ ہے، جھوٹ ہے۔ ایسا ذلیل ہوگا وہ شخص۔ تو کیا تھا؟ ریا تھی اس کے اندر، دکھاوا تھا، لوگوں کی نظر میں بڑا بننا چاہتا تھا، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے یا ثواب کے لئے یا آخرت کے لئے نہیں کیا تھا اس واسطے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ملا اس کو۔

ریا کار سخی کی ہلاکت

اسی طرح ایک سخی پیش ہوگا حق تعالیٰ جل شانہٗ ان نعمتوں کا اظہار فرمائیں گے، تجھے یہ دیا، یہ دیا، یہ دیا، تو نے کیا حق ادا کیا؟ وہ اقرار کرے گا کہ آپ نے بڑی نعمتیں دیں یا اللہ! پھر میں نے بھی کوئی محتاج نہیں چھوڑا، کوئی بیوہ نہیں چھوڑی، کوئی یتیم نہیں چھوڑا کوئی حاجت مند نہیں چھوڑا، کوئی مسجد نہیں چھوڑی، کوئی مدرسہ نہیں چھوڑا، ہر جگہ میں نے خوب اچھی طرح آپ کا دیا ہوا پیسہ خرچ کیا۔ اس کو بھی فرمائیں گے اللہ جل شانہ، کہ جھوٹ بولتا ہے تو، فرشتے بھی کہیں گے جھوٹ ہے۔ فرمائیں گے تو نے اس جہاں کے لئے، آخرت کے لئے کچھ نہیں کیا، میری رضا کے لئے نہیں کیا، تیری نیت یہ تھی کہ لوگ کہیں بڑا سخی ہے، سخاوت تیری مشہور ہوگئی یہاں تیرا کوئی صلہ نہیں ہے۔

ریا کار شہید کی ہلاکت

اسی طرح ایک شہید پیش ہوگا اس کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں شمار کرائیں گے وہ نعمتوں کا اقرار کرے گا اور کہے گا یا اللہ! میں نے بڑی محنت کی، بڑی بہادری کے اندر میں کافروں کو تہہ تیغ کرتا رہا، اور آپکا دین بلند کرنے کے لئے میں کرتا رہا، اس کو بھی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، تو جھوٹ بولتا ہے، تیری نیت صرف یہ تھی کہ لوگ کہیں تو بڑا بہادر ہے۔ ریا تھی تیرے اندر، کہ لوگ کہیں بڑا بہادر ہے، تیرے دل کے اندر یہ نیت ہوتی کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہوجائے آخرت میری بن جائے، ثواب مل جائے یہ ہوتی تو آج تجھے مل جاتا۔ ان تینوں کے لئے حکم ہوگا کہ ان سب کو اوندھے منہ دھکیل کر جہنم میں ڈال دو۔

اصلاح باطن کی فکر کریں

آپ نے اندازہ لگایا! کتنے اونچے اعمال تھے؟ یہ علم ہے، قرآن مجید کا حفظ ہے، فن قرأت ہے، سخاوت ہے پھر شہادت ہے کتنے اونچے اعمال ہیں؟ لیکن یہ سارے اعمال حبط ہوگئے، ضائع ہوگئے، کیوں ضائع ہوئے؟ اس لئے کہ ریا تھی، دکھاوا تھا، لوگوں کی نظر میں بڑا بننا تھا، اس واسطے یہ اعمال حبط ہوگئے، ضائع ہوگئے، ختم ہوگئے، اور آخرت کے لئے نہیں کیا تھا اس واسطے کوئی صلہ آخرت میں نہیں ملا اس کو۔

اس واسطے انسان کو یہ گندی بیماریاں جو ہیں، بری بیماریاں جو ہیں، باطن کی بیماریاں جو ہیں، باطن کے روگ ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آج ہمیں فکر نہیں ہے کہ ہمارے نفس کی اصلاح ہوجائے، ہمارے دل سے یہ روگ دور ہوجائیں، اب دیکھئے صحابہ کرامؓ کا کتنا اونچا مقام ہے ان کو فکر تھی اپنی اصلاح کی۔

مقام حضرت صدیق اکبرؓ

حضرت صدیق اکبرؓ ان کا مقام اتنا اونچا ہے کہ تمام انبیاء کے بعد مخلوق میں سب سے اونچا مقام حضرت صدیق اکبرؓ کا ہے، اور یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، وہ دس خوش نصیب جن کو حضور نے جنت کی خوشخبری دنیا میں دیدی تھی۔ جب غار ثور میں ہجرت کر کے تشریف لے گئے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابوبکرؓ تھے جب دیکھا کہ کفار ان کی تلاش میں غار کے اوپر آگئے ہیں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ، یا رسول اللہ! یہ تو آگئے، یہ دیکھئے کھڑے ہیں اوپر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! فکر نہ کرو، ہم اللہ کے حکم

سے ہجرت کر رہے ہیں، ان شاء اللہ مدینہ منورہ پہنچیں گے۔ ''لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا'' غم نہ کرو، فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

اس بات کو لے کر کئی مرحلوں میں ابوبکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص میرا ساتھ بالکل نہ دے میرے ساتھ میرا اللہ ہے، اللہ تعالیٰ میرا ساتھ دیں گے کہ جب یہ آیت اتری تھی، تو اس وقت میں تھا، اور میرا رسول تھا، اور کوئی نہیں تھا میرے ساتھ میرا اللہ ہے یہ اتنا اونچا مقام تھا۔

شان حضرت صدیق اکبرؓ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے میں نے سب کے حقوق ادا کردیئے لیکن ابوبکر کے میرے اوپر اتنے احسان ہیں کہ ان کا میں حق ادا نہیں کرسکتا، اور فرماتے ہیں جنت میں جب جائیں گے تو جنت کے آٹھوں دروازے پکاریں گے، اے ابوبکر! اس دروازے سے داخل ہوجا، اُس دروازے سے داخل ہوجا۔ اتنا اونچا مقام ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ اور اصلاح نفس

ایک دن حضرت عمرؓ ان کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ، اپنی زبان پکڑ کے کھینچ رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے مھما یا خلیفۃ المسلمین یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ٹھہریئے ٹھہریئے! اب ان کا جواب سنئے فرماتے ہیں: ان ھٰذا اوردنی الموارد یہ زبان جو ہے مجھے برے گھاٹ اتارتی ہے، غیر ذمہ داری کی بات کبھی کر جاتی ہے، تو میں اس کو سزا دے رہا ہوں، تا کہ آئندہ غیر ذمہ داری کی بات نہ کرے۔ اتنا اونچا مقام! یقیناً جنتی! پھر اپنے نفس کی اصلاح

کیلئے زبان کو کھینچ رہے ہیں، کوئی ضرورت تھی یا نہیں تھی؟ ان کو محسوس ہوتی تھی، ضرورت ہمیں نہیں محسوس ہوتی ہے۔

ہماری بداعمالیاں اور غفلت

ایک ہم ہیں جو جھوٹ گالی، غیبت، حسد، بغض تکبر، ناجائز شہوت، غصہ، مگر فکر نہیں ہے اصلاح کی۔ ایک جھوٹ ہے، جھوٹ بولنے سے رحمت کا فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔

غیبتیں کرتے ہیں ہم، فکر نہیں ہوتا، خوش ہوتے ہیں ہم، فرماتے ہیں جب اعمال نامہ قیامت کے دن سامنے دیکھے گا تو نیکیوں سے اعمال نامہ خالی ہوگا، کہے گا، میں نے ایسی ایسی نیکیاں کی تھیں، اس میں موجود نہیں ہیں، اس کو بتایا جائے گا، جن لوگوں کی تو نے غیبت کی تھی، وہ لے گئے ساری نیکیاں، ختم ہوگئیں تیری نیکیاں۔ ایسی ایسی مہلک بیماریاں ہمارے اندر ہیں لیکن ہمیں فکر نہیں کہ ہم ان کی اصلاح کریں۔

شانِ فاروق اعظمؓ

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا بڑا اونچا مرتبہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے لو کان بعدی نبیًا لکان عمر اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔ کئی آیات قرآن مجید کی ایسی اتری ہیں کہ ان سے پہلے حضرت عمرؓ نے اظہار کر دیا تھا یہ بات یوں ہونی چاہئے۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عمر جس گلی سے گزر جاتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔ یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، وہ دس خوش نصیب جن کو حضورؐ نے زندگی میں خوشخبری دیدی تھی پھر ان کی بیٹی حضرت حفصہؓ حضور کے گھر میں ہے مگر ان کو بھی بڑا اصلاح کا فکر تھا۔

حضرت عمرؓ اور فکرِ اصلاح

ایک دن دوپہر کو دیکھا گیا کہ میل دو میل دور جا کے کنویں پر سے مشک پانی کی بھر کے اپنے کندھے پر اٹھا کے آ رہے ہیں اور غریب لوگوں کے گھروں میں پانی بھر رہے ہیں، پھر جاتے ہیں پھر آتے ہیں، پھر جاتے ہیں پھر آتے ہیں، پانی بھر رہے ہیں۔ کسی نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا کہ بھائی آج سفیر آئے تھے دو تین ملکوں کے، انہوں نے میرے انتظام کی بڑی تعریف کی، تو میں اپنے دماغ کی، اپنے نفس کی اصلاح کر رہا ہوں، میرے دل میں عجب نہ پیدا ہو جائے، کہ میں اچھا ہوں، اس واسطے میں اپنی اصلاح کر رہا ہوں، اپنے آپ کو حقیر اور ذلیل سمجھ رہا ہوں، میں تو مخلوق کا خادم ہوں، میں بڑا کہاں سے آ گیا؟ تو فکر تھا کہ نہیں تھا؟ اتنا اونچا مقام ہونے کے باوجود اتنا فکر تھا۔

جماعت فوت ہونے پر قیمتی زمین خیرات کرنا

ایک دفعہ ایک وقت کی جماعت قضا ہوگئی، جماعت نہیں مل سکی تو ایک زمین تھی دو لاکھ درہم کی وہ سب اللہ کی راہ میں خیرات کر دی کہ کیوں تو نے سستی کی؟ کیوں جماعت میں شامل نہیں ہوئے؟ ان کو فکر تھی اپنی اصلاح کی۔

اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا

شام کو بیٹھ جاتے اپنا محاسبہ کرتے، ایک درہ جوان کا مشہور تھا، اپنے پاؤں پر مارتے۔ ما عملت الیوم اللاخرة آج اے عمر! تو نے آخرت کے لئے کیا کیا کام کئے ہیں؟ بتاؤ پھر دماغ سے سوچتے، کہ آج کون کون سے کام میں نے ٹھیک کئے، کون کون سے غلط کئے؟ اپنا محاسبہ کرتے تھے، فکر تھی آج ہمیں فکر نہیں۔

حضرت علیؓ اور اصلاح نفس

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ جمعہ کے دن خطبہ دیا، اور نیا کرتہ پہن کے گئے، تو بار بار کرتے پر نظر جاتی، تو خیال آجاتا کہ میرا کرتہ بڑا اچھا ہے، چاروناچار خطبہ ختم کیا، پھر قینچی منگوائی اور ایک آستین کاٹ دی، چھوٹی کر دی، اس کو دھبہ لگا دیا، عیب دار کر دیا۔ فرمایا اب بھی دیکھو گے کیا؟ کسی نے کہا کہ آپ نے اس کو عیب دار کر دیا، فرمایا کہ! یہ اللہ کی طرف توجہ میں حائل ہو گیا تھا اس لئے میں نے اس کو عیب دار کر دیا۔ فکر تھی۔

نماز میں خلل آنے پر حضرت ابوطلحہ کا اپنا باغ صدقہ کرنا

حضرت ابوطلحہؓ کا باغ مسجد نبویؐ کے سامنے تھا، بڑا گھنا باغ تھا، بڑا سرسبز، ایک دفعہ اس کے اندر نفل پڑھ رہے تھے، ایک پرندہ اڑا وہ سامنے جاتا ہے، تو اس کو راستہ نہیں ملتا، بائیں جاتا ہے راستہ نہیں ملتا، دائیں جاتا ہے راستہ نہیں ملتا، اوپر جاتا ہے راستہ نہیں ملتا، پیچھے جاتا ہے راستہ نہیں ملتا۔ نماز ہی کے اندر خیال آتا ہے کہ میرا باغ اتنا گھنا ہے کہ پرندے کو نکلنے کے لئے راستہ نہیں ملتا، بس یہ خیال آ رہا تھا تو نماز پڑھ رہے تھے، تو اس میں سہو ہو گیا بھول ہو گئی۔ سجدہ سہو کرنا پڑا۔ تو فوراً گئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہ یا رسول اللہ! یہ باغ اللہ کی طرف توجہ کرنے میں حائل ہو گیا ہے، میں اس کو نہیں رکھنا چاہتا۔ آپ جس کو چاہیں خیرات کر دیں۔ تو فکر تھا کہ نہیں تھا؟

گناہوں کا سیلاب

ایک ہم ہیں کہ بیسیوں گناہ کرتے ہیں گناہوں کا سیلاب آ رہا ہے، ہماری شکل، ہماری وضع قطع ساری جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ دین کے مطابق نہیں ہے۔ گھروں میں پردے کا اہتمام جاتا رہا ہے۔

ایک وہ وقت تھا کہ غیرت اتنی تھی کہ وہ دیکھ نہ سکے اور آج وہ وقت آیا کہ گھر گھر کے اندر ٹی وی بھی ہے، وی سی آر بھی ہے، ڈش انٹینا بھی ہے، فحش فلمیں بھی دیکھتے ہیں، بے پردگی کے مظاہرے بھی ہوتے ہیں، فحاشی عریانی کی تصویریں دیکھی جاتی ہیں، شکلیں دیکھی جاتی ہیں۔ اور ان کا تاثر ہماری بیویاں، بچے سب لیتے ہیں اور اخلاق خراب سے خراب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں، چاہیے تو یہ تھا کہ ہم اسے سنوارتے، بناتے، بری باتوں کو چھوڑتے، اچھی باتیں اختیار کرتے، لیکن ہم آج خود پیسے خرچ کر کے ایسی برائیوں کو فروغ دے رہے ہیں، اور صرف یہ نہیں کہ اس کو برا سمجھیں، بلکہ ہم اس کو کہتے ہیں تفریح ہو رہی ہے۔ تھکے ماندے ہارے آئے ہیں کام کر کے آئے ہیں، کہتے ہیں تفریح کا کوئی سامان ہونا چاہئے اور تفریح اسی بات میں ان کی ہوتی ہے کہ ننگی فلمیں دیکھیں، فحش باتیں سنیں، گانے سنیں، راگ سنیں، باجے سنیں، بس یہ تفریح کا سامان رہ گیا ہے، یہ ہمارا معیار زندگی ہو گیا ہے۔ معیار شرعی اور معیار اسلامی ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے، اس سے ہم بہت دور ہو گئے ہیں، لیکن جس اللہ نے اور اللہ کے رسول نے ہمارے سامنے دین پیش کیا ہے، ایک دن اللہ کے سامنے پیشی ہونی ہے، ایک دن اس دنیا سے ہم نے جانا ہے، ایک دن حضرت عزرائیلؑ ہماری روح کھینچ لیں گے، یہ سارے لذات کے سامان یہیں دھرے رہ جائیں گے، نہ ٹی وی ساتھ جائے گا، نہ وی سی آر ساتھ جائے گا، نہ ڈش انٹینا ساتھ

جائے گا، نہ عیش وعشرت کے سامان جائیں گے، وہاں اگر جاسکتی ہے کوئی چیز! تو نیک اعمال جائیں گے، اس کے لئے انسان سوچ لے کہ میں نے کیا کیا ہے۔

آج ہم رذائل سے بڑا لطف لے رہے ہیں کل کو یہی سانپ اور بچھو بن کر ہمیں ڈسیں گے۔

غیر قوموں کا رواج ہمارا معیار نہیں ہے

شراب بڑی بری چیز ہے کہ سارے کام اس سے ہوجاتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں امریکہ میں یورپ میں بیرونی ممالک میں کتنی فحاشی ہورہی ہے؟ کتنے بے حیائی کے کام ہورہے ہیں؟ اوران کو باطنی بیماریاں تو لگ گئیں، ان کو ظاہری جسمانی بیماریاں بھی ہیں، جیسے ایڈز کی بیماری ایک نئی نکلی ہے، یہ بے حیائی کا نتیجہ ہے۔ برے کاموں کا نتیجہ ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم سمجھتے نہیں ہیں، ہمارے لئے توشریعت معیار ہے۔ غیر قوموں کا رواج ہمارے لئے معیار نہیں ہے، وہ غیر قومیں تو چاہتی یہ ہیں کہ ہم اپنے دین سے پھر جائیں، دین سے متنفر ہوجائیں اور عیش وعشرت میں پڑ کے خدا کو بھول جائیں۔

بے حیائی کی نحوست سے زوال سلطنت

کہا جاتا ہے کہ امریکہ نے جب افغانستان کے مجاہدین کا حال سنا اور دیکھا معلوم ہوا کہ مجاہدین کے اندر ایسی روح ہوتی ہے، کہ اپنی جان کی پروانہیں کرتے ہیں، اوران کے کارنامے نمایاں ہوتے ہیں، اور فتح نصیب ہوجاتی ہے، تو انہوں نے پھر اسپین میں مسلمانوں کی حکومت جو کافی عرصہ رہی ہے، تو وہاں سے معلوم کرایا کہ مسلمانوں کو زوال کیسے ہوا؟

تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ کہ مسلمان عیش وعشرت میں پڑ جائیں اپنے دین کو بھول جائیں، غیرت ان کی ختم ہوجائے، حیا ان کی ختم ہوجائے، بے حیائی کا فروغ ہوجائے، نیم عریانی، فحاشی ہر چیز کا فروغ ہوجائے، دین سے دور ہوجائیں، پھر یہ کمزور ہوجائیں گے، پھر ان کے اندر جہاد کی روح نہیں رہے گی، دین ختم ہوجائے گا ان کے اندر، لیکن افسوس ہم اس کا خیال نہیں کرتے۔

حسد سے نیکیوں کا ضائع ہونا

اور باطنی بیماریوں میں ایک حسد کی بیماری ہے۔ حسد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کو اچھی حالت میں دیکھ کر دل جلتا ہے کہ کیوں یہ اچھی حالت پر ہے، کیوں اس کو مال ودولت ملا ہے؟ کیوں اس کو عہدہ ملا ہے؟ کیوں اس کو مال، جائیدادملی؟ اس کو نہیں ملنی تھی مجھے مل جائے تو زیادہ اچھا ہے، جلن پیدا ہوتی ہے، گویا کہ اللہ تعالی کی تقسیم پر اعتراض کرتا ہے۔ فرماتے ہیں یہ ایسی بیماری ہے اس سے نیکیاں اس طرح جل جاتی ہیں جس طرح سوکھی لکڑی کو آگ جلادیتی ہے، تو سوچنے کی بات ہے، کہ کیا یہ اصلاح کے قابل نہیں ہے بیماری؟

اسی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سن لو! اچھی طرح سے کہ تمہارے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہوگیا سارا بدن ٹھیک ہوجائے گا، اگر وہ خراب ہوگیا سارا بدن خراب ہوجائے گا اور وہ دل ہے۔ لہٰذا ہمیں ان سب باتوں کا فکر کرنا چاہئے۔

جاہ و مال کی محبت

آدمی چاہتا ہے کہ لوگ میری عزت کریں، مجھے بڑا رتبہ مل جائے، لوگ میرے پیچھے پیچھے پھریں، یہ حب جاہ ہوتی ہے دنیا کی محبت ہے، مال آئے کسی طریقے سے آئے، رشوت سے آئے، سود سے آئے، حرام سے آئے، پروا نہیں ہوتی، یہ دنیا کی محبت ہے۔

غصہ و شہوت پرستی

باطنی بیماریوں میں سے ایک بیماری غصہ بھی ہے۔ انسان غصہ میں آکر یہ نہیں سوچتا کہ شریعت نے غصہ کہاں کرنے کا حکم دیا ہے؟ کہاں نہیں کرنے کا حکم دیا ہے، غصہ آیا جو مرضی کرتا ہے زبان سے، ہاتھ سے، پاؤں سے سب چیزیں استعمال کرتا ہے۔

شہوت زور پکڑتی ہے تو یہ نہیں سوچتا حلال جگہ کون سی ہے حرام جگہ کون سی ہے؟ آزاد سمجھتا ہے، نفس کا غلام بنا ہوا ہے نفس جیسے مجبور کرتا ہے کر لیتا ہے کام۔

روحانی معالج کے بغیر اصلاح مشکل ہے

کتنی بیماریاں ہیں؟ کیا یہ خود بخود چلی جائینگی، جس طرح انسان اپنی ظاہری بیماریوں کا علاج کرتا ہے ان روحانی بیماریوں کا علاج بھی کسی روحانی معالج سے کرانا پڑے گا تب جا کے ٹھیک ہوں گی ورنہ نہیں ہونگی، اول تو انسان خود ان بیماریوں کی تشخیص نہیں کرسکتا، اگر کوئی سمجھدار ہے اور خود وہ تشخیص کرے ٹھیک ہے، لیکن وہ علاج تشخیص نہیں کرسکتا اور اگر صحیح علاج بھی کر لے تو پرہیز معلوم نہیں ہوتی، پرہیز بھی کر لے اور اسے شفا مل جائے تو شفا کو نہیں سمجھتا، بعض دفعہ شفا نہیں ہوتی اور وہ شفا سمجھ لیتا ہے۔

اس واسطے کسی تجربہ کار، رفیق کار، سمجھدار آدمی کا ساتھ ہونا ضروری ہے کہ اس سے دین کے مشورے لیتا رہے اور ایک ایک کر کے ان سب چیزوں کو دور کرتا چلا جاوے۔ اصلاح ان برائیوں کی فرض ہے۔ لوگ بیعت کی رسم کے پیچھے تو پڑتے ہیں حالانکہ بیعت فرض نہیں ہے۔ اصلاح فرض ہے۔

اصلاح کا مطلب

اصلاح کا مطلب یہ ہے کہ یہ غیر انسانی صفات جو ہمارے اندر ہیں، غیر مہذبانہ اخلاق جو ہمارے اندر ہیں، یہ دور ہوں اور انسانیت کی صفات پیدا ہوں۔ تہذیب اخلاق ہو، انسان مہذب ہو۔ انسان ایسا بن جائے کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ معیاری مسلمان وہ ہے، صحیح مسلمان وہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے، اس کی زبان سے، کسی کو تکلیف نہ پہنچے، یہ اس وقت ہوگا جب انسان کے سارے رزائل دور ہو جائیں گے اور صفات حمیدہ پیدا ہو جائیں گی۔

یہ پیری مریدی کا نچوڑ یہی ہے، تصوف کا نچوڑ یہی ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ۔ جن اخلاق کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے ان اخلاق کو اختیار کیا جائے۔

کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا: کان خلقہ القرآن۔ قرآن مجید جن اخلاق کو پسند کرتا ہے وہ سارے اخلاق بدرجۂ اتم موجود تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔

اسی واسطے ہر شخص حضور پر قربان ہوتا تھا کبھی کسی نے نہیں سنا کہ حضور نے کسی کو تکلیف دی ہو۔

تو انسانیت اور تہذیب اخلاق ہونا ہی اصلاح ہوتی ہے، تصوف کوئی ہوا نہیں ہے بلکہ انسان کو صحیح انسان بنانا ہے، انسان کو تہذیب یافتہ بنانا ہے، انسان کے اخلاق اچھے ہونے چاہئیں، انسان بے ضرر ہو جائے، مسلمان بے ضرر ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک دھن اور دھیان لگ جائے، نیک اعمال کرتے کرتے حال بن جاتا ہے۔ جب انسان سے بے تکلفی سے یہ سارے نیک اعمال کا صدور ہوتا ہے تو حال کے درجے کی یہ ایک چیز ہوتی ہے۔ جس طرح فرض کرو، بیوی اور بچے کی محبت ہوتی ہے تو دل میں بھی ہوتی ہے اظہار بھی کرتے ہیں اور ان کے حقوق بھی ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کی محبت ہمارے دل میں ہوگی، اخلاق اچھے ہوں گے تو ہمارے دل میں بھی قدر ہوگی، اظہار بھی کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے سارے حقوق ادا کریں گے، تو اس کے لئے انسان کو نیت صحیح کرنا چاہئے۔

انسان کا مقصد تخلیق اللہ کی عبادت ہے

''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝٥٦''

اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے صرف اپنی عبادت کے لئے اپنی فرمانبرداری کے لئے، تاکہ انسان اللہ کا فرمانبردار بندہ بن جائے۔ پھر کرتے کرتے ان کی محبت بڑھے گی، پھر اللہ کی معرفت ہوتی چلی جائے گی۔

تو جس طرح اللہ کا حکم ہو ویسے کرنا، جس وقت جو حکم ہو، وہ بجالانا، یہ عبادت ہوتی ہے۔ تو ہر شخص جو کام کرے، جو بات کرے، جو قول، فعل، عمل، ہو نیت یہ کرے، کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو۔ میں جو کام بھی کروں اللہ کی رضا کے لئے کروں۔ کرتے، کرتے، کرتے، جب باطن کی اصلاح ہوتی چلی جاتی ہے، نیک

اعمال کا صدور ہوتا چلا جاتا ہے، برائیاں دور ہوتی چلی جاتی ہیں، پھر فرماتے ہیں کہ تم ہر وقت یہ خیال کرو کہ میرا اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ ''وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ''۔

درجۂ احسان کا مفہوم اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ

اور عبادت کو بنانا، سنوارنا، اسی کو احسان کہتے ہیں، یہ اس وقت ہوتا ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جواب دیا تھا۔

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔

کہ اللہ کی ہر عبادت، چاہے تلاوت ہو، چاہے ذکر، چاہے نماز ہو، چاہے صدقہ و خیرات ہو، ہر نیک عمل کرتے وقت، اس کو بنا سنوار کے کرنا چاہئے، صحیح طریقے سے کرنا چاہئے اس طرح بناؤ سنوارو کہ گویا اللہ تعالیٰ سامنے موجود ہیں اور فرماتے ہیں، اگر یہ تم تصور نہیں کر سکتے، تو کم از کم یہ تو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ تم تو اللہ کو دیکھ نہیں سکو گے، اللہ تو تمہیں یقیناً دیکھ رہا ہے۔

جب انسان اس کی مشق کر لیتا ہے کہ ''میرے اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں'' میں گھر میں ہوں تو بھی دیکھ رہے ہیں، بازار میں ہوں تو بھی دیکھ رہے ہیں، جنگل میں ہوں تو بھی دیکھ رہے ہیں، ہر جگہ وہ موجود ہیں، ان کی موجودگی میں ان کے دیکھتے ہوئے پھر حیا آتی ہے۔ کہ میں برا کام کیوں کروں؟ تو یہ تصور جو ہے برے کام سے انسان کو روک لیتا ہے اور اسی کو احسان کہتے ہیں، اسی کو اخلاص کہتے ہیں، تو یہی تصوف کا نچوڑ ہوتا ہے۔ تو تصوف والے ہم کو صحیح انسان بنانا چاہتے ہیں، مہذب انسان بنانا چاہتے ہیں۔ وہ اخلاق جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے وہ ہمیں اپنانے چاہئیں۔

محبت الٰہی کا حصول ناممکن نہیں ہے

تصوف کوئی ہوّا نہیں ہے کہ انسان اسے ہوّا سمجھتا ہے، تو یہ انسان کوشش کرے تو انسان کو مل جاتا ہے سب کچھ۔ لوگوں نے محنتیں کی ہیں، مشقتیں برداشت کی ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت حاصل ہوئی ہے اپنے تجربہ سے انہوں نے ثابت کر کے ہمیں بتادیا ہے۔ کہتے ہیں تم محنت تو کرو پھر خود بخود اندازہ ہوجائیگا۔

آں شاہِ ابرار بہ برمی آید

نہ بزور ونہ بہ زاری نہ بذر می آید

پھر اللہ تعالیٰ تمہاری محنت دیکھیں گے تو ان شاء اللہ وہ خود تشریف لے آئیں گے۔ تمہارے دل میں بیٹھ جائیں گے، تمہارے دل کو سکون واطمینان حاصل ہوجائے گا۔

بادشاہ تک پہنچنے کا مختصر راستہ

ایک دفعہ ایک بادشاہ نے ایک بزرگ کو کہا میں کچھ مسائل پوچھنا چاہتا ہوں اگر آپ مہربانی فرمائیں، مجھے تو فرصت نہیں مل رہی، اگر آپ تکلیف فرمائیں تشریف لے آئیں تو بڑی مہربانی ہوگی، میرے اوپر بڑا احسان ہوگا۔ پہلے بھی وہ دین کی باتیں پوچھتا رہتا تھا وہ بزرگ چلے گئے اور راستے میں وہ سوچتے چلے جارہے ہیں کہ بادشاہ کی اتنی بڑی چوڑی فصیل ہوتی ہے، پہلے باہر چوکیدار ہوتا ہے، پھر اندر چوکیدار، پھر اندر چوکیدار، پھر اندر چوکیدار، کس طرح میں پہنچوں گا وہاں پر؟ سوچتے چلے جارہے

ہیں، بڑی تکلیف ہوگی، بڑی دیر ہوجائے گی، ہر چوکیدار کو تعارف کرانا پڑے گا، بادشاہ کو بتانا پڑے گا، بادشاہ سے پوچھے گا، پھر بات کرنا بڑا مشکل ہوجائے گا۔ چلے آرہے تھے تو جس راستے سے آرہے تھے بادشاہ اپنے محل کے اوپر بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا، انہوں نے بزرگوں کو آواز دی کہ حضرت لمبے چوڑے راستے سے نہ آیئے، میں یہاں کمند نیچے پھینکتا ہوں، آپ اسے پکڑ لیجئے، میں اوپر کھینچ لوں گا، تو آپ آسانی سے آجائیں گے۔ انہوں نے بادشاہ نے کمند پھینکی، انہوں نے پکڑلی اور کھینچ لیا، بادشاہ کے پاس پہنچ گئے، نہایت آسانی سے پہنچ گئے۔

تو بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت میں نے آپ کو تکلیف اس لئے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا آسان راستہ کیا ہے؟ فرمانے لگے کہ عملی طور پر تو آپ نے خود دیکھ لیا، میں آپ کے پاس آرہا تھا، کچھ تھوڑی مشقت کی، محنت کی، آرہا تھا آگے میں سوچ رہا تھا کہ آپ تک رسائی کیسے ہوگی؟ کتنے دربان ہیں؟ اتنے دروازے ہیں، کیسے پہنچوں گا؟ بڑی تکلیف ہوگی۔ بڑی دیر لگے گی، آپ سے پوچھ پوچھ کر سارے دربان اجازت دیں گے مجھے تو میں محل کی چھت کے پاس آیا تو آپ نے مجھے دیکھ لیا اور آپ نے مجھے کھینچ لیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ جل شانہٗ جب دیکھتے ہیں کہ بندہ محنت کررہا ہے، تھوڑی تھوڑی مشقت کررہا ہے، تو اللہ تعالیٰ خود بخود کھینچ لیتے ہیں۔

اس لئے انسان گھبرائے نہیں، اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بننے کیلئے، اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کیلئے، اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کیلئے، تھوڑی سی محنت کریں گے، تو وہ ایسا لیں گے جیسے گود میں اٹھالیا۔ یہ جس بزرگ نے اپنے تجربے سے بتایا ہے، مجاہدہ کر کے ان کو جب دولت حاصل ہوئی بتایا ہے۔

خلاصہ وعظ

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ جتنے بھی اخلاق رذیلہ ہیں ان کو دور کرنا ضروری ہے جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ ''یہ دل جب بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے'' اخلاق رذیلہ سے دل بگڑ جاتا ہے اور جب دل بن جاتا ہے تو سارا بدن ٹھیک ہو جاتا ہے، اخلاق حمیدہ سے دل بن جاتا ہے، سارا بدن ٹھیک ہو جاتا ہے۔

''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝''

کامیاب وہی ہے جو ان برائیوں سے اپنے آپ کو پاک کرلے اور وہ ناکام ہے جو ان برائیوں کو دل میں رکھے۔ اس واسطے ہمیں فکر چاہئے کہ ہم جب اللہ ہمارا مالک بھی ہے، خالق بھی ہے، اتنی نعمتیں بھی دے رہا ہے، پھر انہوں نے ہی ہمیں مارنا ہے، انہوں نے ہی حساب لینا ہے، انہیں کے پاس جانا ہے تو پھر ہم کیوں ان کی بغاوت کریں؟ کیوں ان کے حکموں کو ٹھکرائیں؟ کیوں ان کے حکموں کا انکار کریں؟ اور ان کے حکموں کو توڑیں؟ گناہ کیوں کریں پھر؟ اس واسطے انسان کو چاہئے پوری پوری کوشش کر کے اللہ کا فرمانبردار بن جائے جیسے اس حدیث میں آتا ہے لہٰذا اپنے اخلاق کی اصلاح کرانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

کثرتِ ذکرُ اللہ

وعظ بتاریخ: 17-9-89

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ ۔ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۔ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا ۔

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

''اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝''

اطمینانِ قلب کیسے حاصل ہو؟

کل اطمینان قلب، دل کا چین، دل کا سکون، دل کا آرام، اس کے متعلق عرض کیا تھا کہ آج یہ مخلوق پریشان ہے کہ کہیں سکون نہیں ملتا ہر جگہ پریشانی ہی پریشانی ہے۔ تو اس کے متعلق حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد گرامی ہے

”اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ؕ۝۲۸“

آگاہ ہو جاؤ! اچھی طرح سمجھ لو! خوب غور سے متنبہ ہو کر اس چیز پر غور کرو! تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اگر اطمینان قلب نصیب ہو سکتا ہے تو صرف اللہ کی یاد میں ہو سکتا ہے، یہ حق تعالیٰ جل شانہ کا دعویٰ ہے، چیلنج ہے، حق تعالیٰ جل شانہ ساری مخلوق کو پیدا کرنے والے ہیں، آرام، سکھ، چین، تکلیف، دکھ، پریشانی سب ان کے قبضے میں ہیں، وہ فرماتے ہیں اگر تم یہ چاہو تم کو سکون ملے، چین ملے، راحت ملے، آرام ملے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ میری یاد کرو۔ ”اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ؕ۝۲۸“ تو اس کی تفسیر کل بیان ہوئی تھی، تو اطمینان قلب تو ہر شخص چاہتا ہے، ہر شخص چاہتا ہی ہے کہ مجھے سکون ملے، راحت ملے، چین ملے اور ہر شخص کا مقصد بھی الگ الگ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں اگر تمہیں چین، سکون، راحت لینی ہے تو مجھے یاد کرو۔

ذکر اللہ کا مفہوم

یاد کرنے کا مفہوم کیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں صرف تسبیح لے کے بیٹھ جائیں اور اللہ اللہ کریں یہی اللہ کی یاد ہے۔ یہ کافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد کا مطلب یہ ہے کہ ہر طریقے سے ان کو یاد کیا جائے زبان سے بھی ان کو یاد رکھا جائے، دل سے بھی ان کو یاد رکھا جائے اور اپنے تمام اعضاء کے ذریعے بھی ان کو یاد رکھا جائے۔ اگر

ایک آدمی مسجد میں بیٹھ کر، چار گھنٹے ذکر کرتا ہے، تلاوت کرتا ہے، نوافل پڑھتا ہے اور پھر باہر نکلتا ہے بازار میں جاتا ہے، اپنی آنکھوں کو خراب کر دیتا ہے، اپنی زبان خراب کر لیتا ہے، اپنے کان خراب کر لیتا ہے، اپنے ہاتھ اور پاؤں ملوث کر لیتا ہے گناہوں میں، تو کہا جائے گا اس کے دل کے اندر ابھی اللہ کی یاد رچی نہیں، اس کے اعضاء جو ہیں غلط استعمال ہو رہے ہیں، جس دن اللہ تعالیٰ کی یاد اس کے دل کے اندر رچ جائے گی۔ اس کے تمام اعضاء اللہ تعالیٰ کے تابع ہو جائیں گے۔

ذکر کے معنی ہوتے ہیں یاد اور یاد کا ضد ہے نسیان، بھولنا، جب اللہ تعالیٰ کی یاد دل کے اندر رچ جاتی ہے، اس کا اثر پھر تمام اعضاء میں ظاہر ہوتا ہے، تمام اعضاء میں ظاہر ہوتا ہے، تو پھر یہ شخص پورا مطیع اور فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ دل میں بھی اللہ کی یاد رچی ہوئی ہے، روح میں بھی اللہ کی یاد ہے، تمام اعضاء اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر رہے ہیں، اس کو فرمایا جاتا ہے **کل مطیع فھو ذاکر**۔ ہر اللہ کا فرمانبردار جو ہے اللہ کا ذکر کرنے والا ہے۔ جو شخص اس طرح اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرمانبردار ہوگا، وہ شخص چین اور سکون اور راحت میں ہوگا۔ جب اللہ کی یاد ہوتی ہے تو ایسا شخص جتنے بھی حقوق اللہ ہیں ان کو پوری طرح ادا کرے گا اور جتنے بھی حقوق العباد ہیں ان کو بھی پوری طرح ادا کرے گا۔

ملازم اپنی ملازمت کا حق ادا کرے گا، تاجر اپنی تجارت کے دوران کوئی غلط کام نہیں کرے گا بلکہ اللہ کی فرمانبرداری کے تحت تجارت کرتا رہے گا، زراعت کرنے والا اپنی کھیتی باڑی کے کام میں کوئی ناجائز کام نہیں کرے گا۔ سب کے سب پوری طرح اللہ کے فرمانبردار ہو جائیں گے۔ جو پورا فرمانبردار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ کا، تو اس کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ سکون بھر دیتے ہیں تو یہ کل بیان کیا تھا کہ اگر سکون چین اطمینان حاصل کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پوری طرح سے کرنی چاہیئے۔

کثرت ذکر کا حکم

اور اس اللہ کی یاد کیلئے اللہ تعالیٰ نے، قرآن مجید میں بہت جگہ ذکر فرمایا ہے کہ میری یاد کرو۔ حضرت مجدد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں ذکر کا بیان فرمایا تقریباً اڑتالیس آیات قرآنی ساتھ بیان کی ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کا بیان فرمایا ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا''

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ اب کثرت سے ذکر کرنے کا حکم نماز کے بارے میں نہیں ہے نماز آپ ہر وقت نہیں پڑھ سکتے، سورج طلوع ہو رہا ہو، غروب ہو رہا ہو، زوال پر ہو آپ کو منع ہے کہ آپ نماز پڑھو۔ آپ کو حدث ہو گیا حدث اصغر یا حدث اکبر۔ آپ کو غسل کی حاجت ہے یا وضو نہیں ہے تو آپ نماز نہیں پڑھ سکتے ہو لیکن ذکر آپ ہر وقت کر سکتے ہیں، دل میں بھی اللہ کو یاد کر سکتے ہو، زبان سے بھی کر سکتے ہو۔

روزے ہیں آپ سارے سال میں پانچ دن روزے نہیں رکھ سکتے ہیں چھوٹی عید کے دن، بڑی عید کے دن اور اس کے بعد تین دن، یہ پانچ دن ایسے ہیں ان میں کوئی روزہ نہیں رکھ سکتا روزہ رکھنا حرام ہے۔

حج ہے ایک مخصوص دن سال میں آتا ہے، اس دن حج ہو سکتا ہے آگے پیچھے حج نہیں ہو سکتا لیکن ذکر کے متعلق فرما رہے ہیں کہ کثرت سے ذکر کرنا۔

اپنے آباؤاجداد کے تذکرے سے بھی بڑھ کر ذکر اللہ کا حکم

ایک جگہ فرماتے ہیں:

''فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا''

اللہ تعالیٰ کو یاد کرو ایسا کہ جیسے تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اور اس سے پہلے یہ ایک رواج تھا کہ جہاں بیٹھتے تھے اپنے آباؤاجداد پر بڑا فخر کرتے تھے میرے باپ نے یہ کہا، میرے دادا نے یہ کہا، میرے نانا نے یہ کیا، اپنے آباؤاجداد پر بڑا فخر کرتے تھے اور کثرت سے اپنے آباؤاجداد کے مناقب بیان کیا کرتے تھے تو اس چیز کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ۔ ''فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا''۔

جس طرح تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کرتے ہو اس سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہئے۔

اہل اللہ کی شان ہے ہمہ وقت ذکر میں مشغول رہنا

کہیں فرمایا: ''وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ'' حج کے دنوں میں فرمایا اللہ جل شانہٗ کا کثرت سے ذکر کرنا چاہئے۔

تو یہ سب کئی آیات ہیں جن میں کثرت ذکر کا حکم دیا گیا ہے کہیں فرماتے ہیں اپنے بندوں کی تعریف میں: ''اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ'' ہمارے بندے ایسے ہیں کہ کھڑے ہیں تو ہمیں یاد رکھتے ہیں بیٹھے ہیں تو ہمیں یاد رکھتے ہیں، لیٹے ہیں تو ہمیں یاد رکھتے ہیں، ہمیں کسی وقت بھولتے نہیں

ہیں۔ ذکر کا جب بھی مفہوم ہوتا ہے اس کا مطلب ہے یاد اور یاد کی ضد بھولنا ہوتا ہے، وہ ہمیں بھولتے نہیں ہیں ہر وقت یاد رکھتے ہیں۔

تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرے چاہے سمندر میں جا رہا ہو، چاہے فضا میں اڑ رہا ہو، چاہے زمین پر ہو، چاہے بیمار ہو، چاہے تندرست ہو، چاہے کسی کام میں لگا ہوا ہے اور زبان خالی ہے اس وقت اللہ کو یاد کرے، بیمار ہو یا تندرست ہو تو اللہ کو یاد کرے، رات ہو یا دن ہو تو اللہ کو یاد کرے، غریب ہو یا امیر ہو تو اللہ کو یاد کرے ہر حال میں اللہ کو یاد کرنا چاہیئے۔ جو انسان کو پیدا کرنے والا، جو انسان کو رزق دینے والا، جو انسان کی ربوبیت کرنیوالی ذات، پالنے والی ذات ہے اس کو یاد نہ کیا جائے تو کس کو یاد کرے؟

حضرت ثابت بنانیؒ کی عجیب شان

ایک دفعہ ایک بزرگ ہیں، تابعی ہیں حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ میرا اللہ مجھے کب یاد کرتا ہے۔ جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ حیران ہو گئے کہ یہ عجیب بات کر رہے ہیں۔ فرمایا جی کیسے معلوم ہے آپ کو؟ تو انہوں نے فرمایا: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ'' تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، تو میں جب اللہ کو یاد کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے یاد کرتے ہیں۔

اللہ کی یاد سب سے بڑی چیز ہے

ایک جگہ آتا ہے: ''وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ'' اللہ کی یاد سب سے بڑی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک تو یہ کہ جتنا تم یاد کرتے ہو اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ تم کو یاد کرتے ہیں اور ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی یاد ساری یادوں سے بڑا اونچا درجہ رکھتی ہے۔ بہر حال اللہ کو یاد کرنا چاہئے اللہ کی یاد دل کے اندر رچانا اور بسانا چاہیئے پھر ایسا شخص جو ہے اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرمانبردار ہو جاتا ہے۔

جسم انسانی خاکی ہے اس کی غذا بھی خاکی ہے

آپ جانتے ہیں کہ ہمارا جسم ہے اور یہ جسم جو ہے حضرت آدم علیہ السلام کا جسم بنایا، پھر وہاں سے ساری ان کی اولاد چلی ہے، تو ان کو مٹی سے بنایا گیا تھا، تو جسم کی غذا جو ہے ساری مٹی سے ہے، جسم کی جتنی بھی چیزیں ہیں کھانا ہو، کھانے کے سارے اجزاء مٹی سے پیدا ہوتے ہیں، پانی ہے، یہ مٹی سے آتا ہے، زمین سے آتا ہے۔ آپ کا لباس ہے، ظاہر ہے اس کی ساری چیزیں زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ تو جسم خاکی ہے اور اس کی غذا بھی خاک ہی سے اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے، تو اس جسم کی پرورش کے لئے زمین سے پیدا شدہ چیز جو ہے اس سے آپ کو غذا پہنچاتے ہیں۔

روح ایک لطیف چیز ہے اس کی غذا بھی لطیف ہے

لیکن روح ہے۔ روح کے متعلق فرمایا: ''قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ'' روح جو ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے، اللہ تعالیٰ کا امر ہے، جس طرح روح لطیف چیز ہے، ہمیں نظر نہیں آتی۔

ایک انسان ہے چل پھر رہا ہے، باتیں کر رہا ہے تو ہم کہیں گے یہ ذی روح انسان ہے، اسی کی روح پرواز کر جائے وہ لیٹا ہوا ہے اس کے ہاتھ بھی ہیں، اس کے پاؤں بھی ہیں، اس کی آنکھیں بھی ہیں، ناک بھی ہے، کان بھی ہے، دل بھی ہے، دماغ بھی ہے، پھیپھڑے بھی ہیں، سارے اعضاء صحیح سلامت ہیں لیکن ایک چیز نکل گئی ہے روح، روح آپ کو معلوم نہیں ہے کہاں ہے کیسے گئی؟ کہاں گئی؟ تو روح لطیف چیز ہے نظر نہیں آتی، صرف انسان کی حرکات سے، اس کے بولنے چالنے سے، آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ذی روح انسان ہے۔ تو روح کی غذا بھی لطیف ہے اور وہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کی تلاوت کرے، اللہ کا نام لے، نوافل پڑھے اور اللہ کے احکام کی فرمانبرداری کرے، اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری سے بھی روح کو طاقت آتی ہے، اللہ کا نام لینے سے بھی روح کو طاقت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھنے سے بھی روح کو طاقت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا، کھڑا ہونا، سجدہ کرنا یہ نماز اس سے بھی روح کو طاقت ملتی ہے۔ تو آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اس روح کی طاقت کا انتظام نہیں کرتے اور جسمانی طاقت کا انتظام کرتے ہیں۔

کثرت ذکر سے فرمانبرداری آسان ہو جاتی ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسلام کے احکام بہت ہیں مجھے یاد نہیں رہتے، آپ کوئی ایسا آسان نسخہ بتا دیجئے کہ میں سب پر عمل کر سکوں، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لایزال لسانك رطبا بذكر الله جہاں تک ہو سکے اپنی زبان کو اللہ کے نام کے ساتھ تر رکھ، اللہ کی یاد کے ساتھ تر رکھ زبان کو، تیری زبان ہر وقت اللہ کا نام لیتی رہے۔

اس سے مفہوم یہ تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، جب یہ بار بار اللہ تعالیٰ کا نام لے گا، بار بار نام لے گا تو اللہ تعالیٰ کی یاد دل کے اندر رچ جائے گی۔

آپ یہاں بیٹھے ہوئے کسی غائب شخص کو جو ہمارے ہاں موجود نہیں ہے اس کا آپ روزانہ ذکر کریں، تو اس سے آپ کو محبت ہو جائے گی، محبت سے آپ نام لیں گے، عظمت سے نام لیں گے، عزت سے نام لیں گے، تو فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کا نام لیتا رہے گا انسان تو لیتے، لیتے، لیتے، پھر دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی یاد رچ جائے گی، اللہ تعالیٰ کی محبت دل کے اندر پیدا ہو جائے گی، جب اللہ تعالیٰ کی محبت دل کے اندر پیدا ہو جائے گی تو محبت مجبور کرے گی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کیلئے، پھر سارے احکام پر بڑی آسانی سے تابعداری کو مان سکے گا۔ فرمانبرداری کر سکے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر لمحہ اللہ کو یاد رکھتے تھے

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک ہو سکے تیری زبان اللہ کی یاد سے تر رہے۔ اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کان یذکر اللہ فی کل احیانہ ہر حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو یاد کرتے تھے۔ کھڑے ہیں، بیٹھے ہیں، لیٹے ہیں کھانا شروع کر رہے ہیں کھانا ختم کر رہے ہیں، پانی شروع کر رہے ہیں پانی ختم کر رہے ہیں، مسجد میں جا رہے ہیں، مسجد سے نکل رہے ہیں، مسجد کے اندر ہیں، بیت الخلاء میں جا رہے ہیں، بیت الخلاء سے نکل رہے ہیں، بازار جا رہے ہیں وہاں نام اللہ کا ہے ہر ہر لمحہ اللہ کو یاد رکھتے تھے۔ کان یذکر اللہ فی کل احیانہ۔ ہر حالت میں اللہ کو یاد رکھتے تھے۔ کبھی اللہ تعالیٰ کو بھولتے نہیں تھے تو معلوم ہوا ہمیں بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ کو یاد رکھنا چاہئے۔

تمام عبادات سے بڑھ کر عبادت ذکر اللہ ہے

ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو خبر دوں ایسی چیز کی جو تمام چیزوں سے اچھی ہے، تم اللہ کی راہ میں سونا چاندی خرچ کرو، اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور کثرت سے عبادت کرو اس سے بھی اونچی چیز اللہ کا نام لینا ہے، اللہ کو یاد کرنا ہے۔ جہاد جو ہے یہ بھی اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے ہے صرف جہاد مقصود نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تابعداری، فرمانبرداری کیلئے ہے تاکہ مسلمان عزت کے ساتھ رہ سکیں اور اپنے دین پر چل سکیں۔ تو اس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے اللہ کا نام لینے کی۔

کثرت ذکر سے اللہ کی یاد دل میں رچ جاتی ہے

اور یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اس یاد سے، زبان کی یاد سے، مفہوم یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو بھولے نہیں، ذکر کے معنی یاد کے اور یاد کی ضد ہے نسیان اور بھولنا، اتنا اللہ تعالیٰ کو یاد کرے کہ کرتے کرتے ان کی یاد دل کے اندر رچ جائے، بس جائے اور وہ یاد جو ہے اللہ تعالیٰ کے تمام حقوق ادا کروائے، وہ یاد جتنے بھی حقوق العباد ہیں وہ سب ادا کرائے، تمام شریعت پر عمل کرائے، تو یہ ہے اصل میں اللہ کی یاد اور چونکہ اس کیلئے بنیادی طور پر اللہ کا نام لیا جاتا ہے، چاہے تسبیحات ہوں، چاہے کلمہ شریف ہو، چاہے استغفار ہو، چاہے درود شریف ہو، چاہے اسم ذات کا ذکر ہو یہ ایک ذریعہ بنتا ہے ان کا، جب بار بار اللہ کا نام زبان سے رٹا جاتا ہے تو یقینی بات ہے دل کے اندر اس کا اثر پیدا ہوتا ہے۔

ذکر الٰہی سے اخلاص پیدا ہوتا ہے

کئی بزرگ جو ہیں اپنے متعلقین کو ذکر تلقین کرتے ہیں تو اس کے لئے کچھ قیود بتا دیتے ہیں، یا بتا دیتے ہیں ضرب سے ذکر کرنا ہے یا بتا دیتے ہیں جہری ذکر کرنا ہے تو اس کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ کہ اس طرح ذکر کرنے سے انسان کے اندر جب حرکت ہوتی ہے تو خون بھی حرکت کرتا ہے، پھر اس کا اثر دل پر پڑتا ہے، جب دل پر اثر ہوتا ہے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ رقت پیدا ہوتی ہے، رقت پیدا ہوتی ہے تو پھر اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے تو پھر اس سے عبادت کے اندر اخلاص پیدا ہوتا ہے اور جس سے محبت ہو تو پھر اسی کو راضی کرنے کیلئے خالصتاً کام کیا جاتا ہے۔ ''وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ'' تو اخلاص کیلئے محبت کی ضرورت ہے، محبت کیلئے رقت کی ضرورت ہے، رقت کے لئے حرکت کی ضرورت ہے، حرکت کے لئے ذکر کی ضرورت ہے، قیود خاصہ کے ساتھ ذکر کرنا جو بتاتے ہیں، اس سے مطلب ان کا یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اتنا یاد کرے اتنا یاد کرے کہ اخلاص اس کے اندر پیدا ہو جائے، محبت اللہ تعالیٰ کی پیدا ہو جائے۔ تو جب محبت ہوگی، اخلاص ہوگا تو یہ شخص پورا پورا فرمانبردار ہوگا تو ذکر کر کے پہنچنا کہاں ہے؟ پورا اتباع کرنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کیلئے نمونہ ہیں

اور اتباع کس کا کرنا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ''

اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا نمونہ بنا کے بھیجا ہے ان کی اتباع کرنے سے پھر اللہ تعالیٰ کا تعلق نصیب ہوتا ہے کیونکہ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ"

اگر اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ میرا اتباع کرو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جائے تو "یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ" اللہ تعالیٰ تم کو محبوب بنالیں گے۔

تو ساری اللہ تعالیٰ کی محبت کو خرچ کہاں کرنا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اتباع میں اور اللہ تعالیٰ کے احکام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طریقہ سے سمجھا دیئے ہیں اور کر کے دکھا دیئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر عمل کرنا، یہ ساری اللہ کی یاد یہاں پہنچائے گی، جس سے تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا ہوتے ہیں، لیکن چونکہ شروع میں اللہ کی یاد ہوتی ہے اور زبان سے ذکر کیا جاتا ہے، اس واسطے اس کو بیان کیا جاتا ہے کہ ذکر جب زبان سے کرو گے، شروع کرو گے پھر آگے جا کے انتہا اس کی یہی ہوگی کہ تم اللہ تعالیٰ کے پورے فرمانبردار بن جاؤ گے۔

وساوس کی وجہ سے ذکر نہ چھوڑیں

بعض لوگ زبان سے ذکر شروع کرتے ہیں ان کو دل کے اندر کچھ وساوس آتے ہیں، طرح طرح کے خیال آتے ہیں اور ایک شاعر نے کہہ بھی دیا ہے

بر زبان تسبیح ودر دلِ گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے آرد اثر

کہ تیری زبان پر تو سبحان اللہ جاری ہے اور تیرے دل کے اندر مزے کے خیالات آرہے ہیں اس تسبیح کا کیا فائدہ؟ ایک اناڑی اور جاہل آدمی تو یوں سمجھے کہ صاحب اس ذکر ہی کو چھوڑ دو، حالانکہ شاعر کا مطلب یہ ہے کہ تو متوجہ ہو کے ذکر کر، اپنے اختیار کو استعمال کر، جب تک اختیار استعمال نہیں کرے گا پورا فائدہ نہیں ہوگا، شاعر کا مطلب تو یہ تھا، جاہل آدمی کہے گا چھوڑ دو کیا فائدہ اس کا؟

حضرت مجدد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے آدمی کے لئے جو یہ سمجھتا ہے کہ ذکر چھوڑ دینا چاہئے اس کے لئے شعر میں ترمیم فرمائی۔

برزبان تسبیح در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح ہم دارد اثر

فرماتے ہیں یہ بھی اثر کرتی ہے یہ خیال نہ کرو کہ یہ اثر نہیں کرے گی یہ بھی اثر کرتی ہے۔

ایک بت پرست کا بھولے سے اللہ کا نام لینے کا واقعہ

اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مثال دی ہے کہ ایک بت پرست تھا، کئی سال سے وہ بت کے آگے بیٹھ جاتا اور یا صنم! یا صنم! یا صنم! کہتا جاتا تھا یہ ہمیشہ سے معمول تھا سالہا سال گزر گئے۔ ایک دن بھولے سے اس کی زبان سے نکل گیا، یا صمد! بس اس کا یہ کہنا تھا کہ فوراً آواز آئی لبیک یا عبدی. اے میرے بندے! میں حاضر ہوں کہو کیا کہتے ہو؟ تو اس پر ایک حال طاری ہو گیا، اس بت کو ٹھوکر ماری کہ اے کم بخت! اتنا عرصہ تجھے یاد کرتے ہو گیا اور تو نے چھوٹے منہ سے کبھی جواب نہیں دیا، قربان جاؤں اس اللہ جل شانہ پہ کہ بھولے سے ان کا نام نکل گیا پھر بھی

انہوں نے جواب دے دیا تو میں ایسے خدا کو کیوں نہ مانوں؟ اور ایسے خدا کی کیوں نہ عبادت کروں؟ اسی کو حضرت فرماتے ہیں:

ایں چنیں تسبیح ہم دارد اثر

بے توجہی سے ذکر کرنا بھی مفید ہے

حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک دفعہ بیٹھے ہوئے تھے آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، تو پوچھا کہ اس مجلس میں کون کون آدمی موجود ہیں؟ حضرت مولانا الیاسؒ جو تبلیغی جماعت کے بانی ہیں وہ تھے اور ان کے بھائی تھے مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ عرض کیا جی ہم دونوں بھائی موجود ہیں فرمایا دیکھو اچھی طرح سن لو! ذکر جتنا بھی بے توجہی سے کیا جائے اس کا پھر بھی اثر ہوگا، مطلب یہ ہے کہ ذکر جو ہے ضرور اثر کرتا ہے اس لئے ذکر کو چھوڑنا نہیں چاہئے، کرتے، کرتے، کرتے، ہوتے، ہوتے ان شاء اللہ یہ کمال تک پہنچ جائے گا۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ذکر کے دوران میں وساوس آتے ہیں دل نہیں لگتا ہے اور چھوڑنا چاہتے ہیں، ان کے لئے فرماتے ہیں یہ ضرور اثر کرتا ہے اس کی فکر نہ کرو کرتے چلے جاؤ۔

دل نہ لگے تو بھی ذکر کریں

اور چونکہ اس اللہ کو یاد کرنے کے فائدے ہیں کہ اللہ کی یاد کرتے کرتے کمال فرمانبرداری تک پہنچنا ہے۔ اس واسطے اللہ والے فرماتے ہیں اگر کسی کا دل ذکر کے اندر نہ لگے تو اس کو یہ چاہئے کہ ابھی بطور دوا کے استعمال کرے، جب اللہ والوں نے تمہیں بتایا ہے کہ یہ ذکر یوں کرنا ہے تو بطور دوا کے استعمال کرو، دوا کڑوی بھی ہوتی ہے، کسائلی بھی ہوتی ہے، تکلیف بھی ہوتی ہے

پینے میں، یا ٹیکے لگوانے میں، یا اور طرح طرح کی دوائیں استعمال کرنے میں تکلیف ہوتی ہے لیکن صحت کی خاطر تمام تکالیف کو برداشت کر لیتا ہے انسان۔ تو فرماتے ہیں بطور دوا کے استعمال کرو، جب تم ذکر کرتے رہو گے، کرتے رہو گے، کرتے رہو گے تو ایک دن ایسا آئے گا کہ تم کو ایسی چاٹ لگے گی کہ اللہ تعالیٰ کو بھلانا چاہو گے تو بھی نہیں بھلا سکو گے، پھر تمہاری غذا بن جائے گی، ابھی دوا سمجھ کے استعمال کرو، پھر تمہاری غذا بن جائے گی۔

توفیقِ ذکر قبولیتِ ذکر کی دلیل ہے!

اب بعض لوگ اللہ کا نام لینا شروع کر دیتے ہیں۔ عرصہ سے لیتے رہتے ہیں اس کے جو فائدے ہیں وہ تو روح کو پہنچتے ہیں، جب روح لطیف ہے تو فائدے بھی لطیف ہوں گے، اس کو احساس کیا ہوگا؟ شیطان راہ مار لیتا ہے کہ صاحب تم کو فائدہ تو ہوتا کوئی نہیں، کیا فائدہ ملتا ہے تمہیں؟ کبھی اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجا ہے تمہیں؟ کبھی کوئی پیغام آیا ہے؟ کبھی تمہارے اعمال کی رسید آئی تمہارے پاس؟ تو کیا فائدہ؟ سر دھن رہے ہو بے کار۔ چھوڑو اس بات کو۔

چنانچہ ایک عام آدمی ذاکر و شاغل تھے، ان کو یہ شیطان نے پٹی پڑھائی کہ نہ وہاں سے پیغام آتا ہے، نہ کچھ جواب ملتا ہے تو کیا فائدہ سر دھننے کا؟ چنانچہ ایک رات، وہ جو تہجد میں حسب معمول اٹھتے تھے سالہا کا معمول تھا، اٹھے، لیکن شیطان نے جو پٹی پڑھائی ہوئی تھی کہ جب وہاں سے نہ سلام آیا، نہ پیام، تو کیا فائدہ ذکر کرنے کا؟ کیا فائدہ نماز پڑھنے کا؟ نہ نماز پڑھی اور نہ ذکر شروع کیا ایسے ہی لیٹا رہا، عادت تو تھی اٹھنے کی، کافی دیر گزر گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا کہ کیوں بھائی

کیا بات ہے آج تم اٹھے نہیں؟ وضو نہیں کیا؟ نوافل نہیں پڑھے؟ اللہ کو یاد نہیں کیا؟ تو کہنے لگا جی نہ وہاں سے کبھی کوئی سلام آتا ہے، نہ پیام آتا ہے، تو کیا فائدہ اس کے پڑھنے کا؟ تو اس واسطے میں نے چھوڑ دیا ہے، تو اس فرشتے نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا۔

گفت آں اللہ کہ تو لبیک ما است

انہوں نے فرمایا کہ جب تم ایک مرتبہ اللہ کہتے ہو دوسری دفعہ اللہ کہنے کی جو توفیق ملتی ہے یہی ہمارا جواب ہوتا ہے۔

گفت آں اللہ کہ تو لبیک ما است

یہ ذکر کے دوران میں کبھی تم کو جوش آتا ہے، کبھی دل خوش ہوتا ہے، کبھی ٹھنڈے سانس بھرتے ہو، کبھی آنسو آجاتے ہیں، یہی ہمارا جواب ہوتا ہے، یہی ہمارا پیغام ہوتا ہے، پھر اللہ نے اس کی مدد کی پھر اس نے ذکر جاری کر دیا۔

قبولیتِ ذکر کا ایک عجیب واقعہ

اس طرح ایک اور واقعہ ہے، ایک بزرگ تھے، وہ روزانہ اٹھتے اور اللہ کا نام لیتے، اللہ کو یاد کرتے رہتے۔ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا آواز آئی کہ کچھ بھی کرلو، قبول نہیں ہے۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ بھئی میرا کام تو کرنے کا ہے، قبول کرنا ان کا کام ہے۔ کوئی اور دروازہ ہو تو میں جاؤں، ایک ہی درازہ ہے، وہی میرا خالق ہے، وہی میرا مالک ہے، وہی میرا رب ہے، اس نے مجھے مارنا ہے، اسی کے پاس میں نے جانا ہے، اسی نے حساب لینا ہے، میں اس کی یاد کیوں چھوڑوں؟ قبول کرنا نہ کرنا ان کا کام ہے، میں جیسی بھی بے ڈھنگی عبادت کروں، جو بھی، میں تو

کرتا رہوں گا، اور دوسرے دن پھر حسب معمول اٹھے، تو اللہ کی طرف سے فرشتے نے جواب دیا کہ۔

قبول است اگرچہ ہنر نیستت
کہ جز ما پناہ دگر نیستت

جب تم نے یہ کہا کہ ہمارے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے تو جیسے کیسے بھی ہے ہم تمہارے اس ذکر کو، اس یاد کو قبول کر لیتے ہیں، تمہاری فرمانبرداری قبول کر لیتے ہیں۔

اس واسطے انسان یہ نہ سوچے کہ صاحب دل نہیں لگتا، اثر نہیں ہوتا ہے، اس کا خیال نہیں کرنا چاہیئے بلکہ انسان اللہ کی یاد میں لگا رہے کیونکہ اس یاد سے پہنچنا کہاں ہے؟ پہنچنا وہاں ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی پوری فرمانبرداری ہو، تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کیئے جائیں گے، پوری سنت کی اتباع میں زندگی گزرے گی، اس یاد کو وہاں پہنچانا ہے ہم نے، صرف یہ زبان تک یاد نہیں رہے گی بلکہ زبان سے چلتے چلتے دل میں رچے گی، پھر اعضاء میں رچے گی، روح میں رچے گی اور پھر یہ سارا ذریعہ بن جائے گی مکمل فرمانبرداری کا، اس واسطے یاد کو چھوڑنا نہیں چاہیئے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا بکثرت ذکر کرنا

اگرچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے رہتے تھے، تسبیح پڑھتے رہتے تھے کسی نے کہا، حضرت! اب تو آپ کو وصول ہوگیا ہے، جو انتہائی درجہ مقصود تھا وہ حاصل ہوگیا ہے، اب آپ کیوں ذکر میں زیادہ لگے رہتے ہیں؟ فرمایا جس یاد نے مجھے یہاں تک پہنچایا کیا میں اس یاد کا ساتھ چھوڑ دوں؟ میں تو ہمیشہ اللہ کا نام لیتا رہوں گا۔

سائیں توکل شاہ اور لذت ذکر

انبالہ میں ایک سائیں توکل شاہ صاحب تھے، حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خود ان سے سنا وہ فرماتے تھے: مولوی جی! جب میں اللہ کا نام لیتا ہوں تو میرا منہ میٹھا ہوجاتا ہے اور مولوی جی! یہ نہ سمجھنا کہ میں ایسے کہہ رہا ہوں، بالکل ایسے میٹھا ہوجاتا ہے جس طرح گڑ اور شکر سے میٹھا ہوجاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ان کو محسوس کروادیا تھا، ورنہ ذکر کی لذت اور چیز ہے، یہ احساس ظاہری طور پر ان کو محسوس کروادیا تھا۔ تو ذکر بڑی لذیذ چیز ہے لیکن پہنچنا ہمیں اس سے وہاں تک ہے کہ ساری یاد جو ہے ہمارے ہر عضو میں، ہڈیوں میں، رگوں میں، گوشت میں، پوست میں، کان میں، آنکھ میں، زبان میں، دل میں رچ جائے، پہنچنا ہمیں وہاں تک ہے۔

یہ سائیں توکل شاہ صاحب انبالے والے ہیں، انہوں نے بیان کیا ہے، حضرت تھانویؒ نے نقل کیا ہے کہ میری زبان گڑ اور شکر سے زیادہ میٹھی ہوجاتی ہے، تو آپ نے بھی تو اس کا احساس کیا ہوگا کہ کبھی یہ معنوی لذت آپ کو بھی محسوس ہوئی ہوگی، تو فرمایا: گڑ اور شکر کیا چیز ہے، شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہوجاتی ہے۔

لذت ذکر کا دوسرا واقعہ

ایک ہمارے دوست ہیں سکھر میں، وہ بھی صاحب حال ہیں، وہ ذکر کرنے لگے کہ گڑ اور شکر اور جو شہد ہے اس سے تو زبان کو مٹھاس حاصل ہوتی ہے، میں تو جب ذکر کرتا ہوں تو میرے جسم کا ہر ہر بال شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہوجاتا ہے۔ ہر ایک کا حال ہوتا ہے یہ، اللہ تعالیٰ معنوی لذت بھی محسوس کروادیتے ہیں لیکن اصل مقصد جو

ہے اللہ کی یاد کا، وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں لگانا ہے اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی تابعداری اور فرمانبرداری میں پوری طرح لگ جاتا ہے، اس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اس کو سکون مل گیا۔

"اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿٢٨﴾"

اللہ کی یاد، اللہ سے جب تعلق ہوجاتا ہے تو غیر اللہ سے دھیان ہٹ جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کا واقعہ

بعض دفعہ یہ بھی محسوس ہوجاتا ہے، لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے، مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ایک فتویٰ لکھا، فتویٰ لکھنے کے بعد اللہ کی یاد اتنی دل کے اندر رچی ہوئی تھی کہ اپنا نام بھی یاد نہیں آیا، ایک طالب علم بیٹھے ہوئے تھے ان سے پوچھا بھائی میرا کیا نام ہے؟ اس نے نام بتایا پھر لکھا فتویٰ پر کہ میرا یہ نام ہے۔

حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں اگر میں نے اپنے استاد صاحب سے سنا نہ ہوتا تو مجھے یقین نہ آتا۔

حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ اور کثرت ذکر

اسی طرح حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ یہ بھی حضرت تھانویؒ کے مجازین میں سے تھے ان کا انتقال ہوگیا، ہندوستان میں ان کا معمول یہ تھا کہ وہ تہجد میں اٹھتے، تین بجے، دو بجے کے قریب اٹھتے، نصف رات کے بعد، پھر وہ نوافل میں، تلاوت میں، ذکر میں لگے رہتے، صبح کی نماز پڑھتے، پھر ذکر میں لگے رہتے، پھر اشراق پڑھتے، پھر لگے رہتے، حتیٰ کہ چاشت کے وقت فارغ

ہوتے، یہ ہمیشہ کا معمول تھا اور اللہ تعالیٰ کی یاد کی یہ خاصیت ہے کہ جتنا زیادہ، جتنا یکسوئی کے ساتھ، جتنا توجہ اور دھیان کے ساتھ اللہ کو یاد کیا جاتا ہے، اتنا ہی دل پر اثر زیادہ ہوتا ہے۔

ایک دن ایک پٹواری آیا صبح کے وقت کہ میں نے حضرت پھولپوریؒ سے دستخط کروانے ہیں، تو دستخط کروانے کے لئے مجھے ان سے ملوادو، ان کے عزیزوں نے کہا کہ وہ اس وقت نہیں ملیں گے، وہ اللہ کی یاد میں مستغرق ہیں، ایسے غرق ہیں کہ ہوش نہیں ہوتا، تم اس وقت بیٹھ جاؤ جب فارغ ہو کر نکلیں گے تو ہم دستخط کروادیں گے، جب چاشت کی نماز پڑھ کر نکلے، یہ واقعہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ سے میں نے سنا ہے، یہ اب بھی زندہ ہیں۔ تو فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ حضرت! یہ پٹواری آیا ہے دستخط کروانے کے لئے بیٹھا ہوا ہے بڑی دیر سے، آپ اس پر دستخط کر دیجئے گا۔ حضرت نے فرمایا لاؤ کاغذ پنسل دو، جب کاغذ پنسل دیا، تو دستخط کرنے کیلئے جب قلم چلانے لگے تو فرمایا میرا کیا نام ہے؟ تو حکیم اختر صاحب فرمانے لگے کہ میں ہنس پڑا، فرمایا بتاؤ بھائی میرا نام کیا ہے؟ مجھے پھر مسکراہٹ ہوگئی، پھر ناراض ہو گئے کہ میں پوچھ رہا ہوں میرا نام کیا ہے؟ تم ہنس رہے ہو، پھر میں نے نام بتایا پھر لکھا انہوں نے۔

اللہ کی یاد میں اتنا اثر ہوتا ہے کہ غیر اللہ کو مٹا دیتا ہے، جس شخص کے دل میں ایسی اللہ کی یاد ہو، وہ فرمانبرداری میں کتنا آگے بڑھا ہوا ہوگا؟ اور غیر اللہ سے کتنا قطع تعلق اس کا ہوگا؟ جب کہ معنوی طور پر انسان کو بعض دفعہ یہ محسوس بھی ہوجاتا ہے۔

مقصدِ ذکر، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے

تو اللہ کا نام لینا یہ بڑی کام کی چیز ہے، بڑی ضروری چیز ہے، اللہ کا نام لیتا رہے، اور جیسے میں نے کئی دفعہ عرض کیا کہ مقصود ذکر سے یہی ہے کہ انسان اللہ کو یاد کرتے، کرتے، کرتے، کرتے، ایسی یاد دل کے اندر رچ جائے، بس جائے، کہ تمام غیر اللہ کو مٹا دے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں پوری طرح لگ جائے، یہ اصل مقصود ہے ذکر سے۔ ذکر کے معنی ہیں یاد اور یاد کی ضد ہے نسیان اور بھولنا، پھر کسی وقت بھولے نہیں اللہ جل شانہ کو، اسی کو ابھی ذکر کیا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کان یذکر اللہ فی کل احیانہ۔ ہر حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے تھے۔ اسی طرح جو اتباع سنت کرنے والے ہیں وہ ہر حالت میں اللہ کو یاد کرنے والے ہیں۔

تخت سلیمانی

آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ سنا ہوگا، ان کا ایک تخت تھا، کئی میل لمبا چوڑا اور جب دورے پر جانا ہوتا تھا تو سوا لاکھ کے قریب کرسیاں بچھائی جاتی تھیں، جس پر نمائندے سلطنت کے بیٹھ جاتے تھے اور ہوا کو حکم ہوتا تھا کہ تو اس تخت کو لے کے چل، جہاں حضرت فرماتے تھے وہاں لے کے چلتی تھی۔ نہ کوئی انجن تھا نہ کوئی پٹرول تھا، نہ کوئی مشین تھی، نہ کوئی اور قوت تھی ہوا اُسے چلاتی، اللہ تعالیٰ نے ہوا کو قوت دی، ہوا اُسے اڑاتی جاتی تھی، اور پرندے اوپر سایہ کرتے تھے، پرندوں کو یہ حکم ہوتا تھا تم نے اسی رفتار سے، پرواز کرنی ہے، جس رفتار سے تخت جا رہا ہے، اب ایک تو اتنا بھاری تخت ہے کئی میل لمبا چوڑا، پھر سوا لاکھ کے قریب کرسیاں، پھر انسانوں کا بوجھ، پھر ہوا اٹھائے پھر رہی ہے، پھر پرندے سایہ کر رہے

ہیں تو ایک انسان اپنے کھیت میں بیٹھا ہوا اوپر دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ سبحان اللہ ماذا اعطی آل داؤد۔ تعجب کے لہجے سے کہا کہ عجیب بات ہے! اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی اولاد میں یعنی سلیمانؑ کو کیا کیا نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں؟ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا کے ذریعے معلوم ہوگیا کہ فلاں شخص آپ کے متعلق یہ کہہ رہا ہے، اور سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا کہ تخت کو یہاں اتارو، تخت اتارا گیا، فرمایا اس کسان کو بلا کے لاؤ جب کسان آیا تو خود اٹھے اپنی مسند سے، جا کے اس کا استقبال کیا اور ساتھ لا کے اپنے مسند کے برابر بٹھایا اور پھر پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کلمات کہے تھے، اس نے کہا جی میں نے تعجب کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کن کن انعامات سے نوازا ہوا ہے کہ ہوا آپ کی مطیع ہے، جنات آپ کے مطیع ہیں۔ انسان آپ کے مطیع ہیں، زمین کے جانور، فضا کے جانور، سمندر کے جانور آپ کے مطیع ہیں، کیسا کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا اور یہ تخت جا رہا تھا میں حیران ہوگیا تو میں نے کہا سبحان اللہ ماذا اعطی آل داؤد۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آل داؤد کو یعنی سلیمان علیہ السلام کو، آپ کو کیا کیا انعامات سے نواز رکھا ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تو میں یہی بات آپ سے سننا چاہتا تھا۔

سبحان اللہ کا اجر سلطنت سلیمانی سے بھی بڑھ کر ہے

اب تم سنو! کہ یہ جو تم نے سبحان اللہ کہا ہے ناں! لتسبیحة واحدة خیر من ما اعطی آل داؤد۔ کہ یہ جو تم نے ایک دفعہ سبحان اللہ کہا ہے، یہ ایک دفعہ سبحان اللہ کا اتنا اجر وثواب ہے، اتنا اجر وثواب ہے کہ میری ساری بادشاہیاں جو سنیں ہیں اور بیان کی ہیں، جنوں کی بادشاہی اور انسانوں کی، چرندوں کی، درندوں کی، پرندوں کی، فضا کے جانوروں کی، فضا کی مخلوق کی، زمین کی مخلوق کی، سمندروں کی مخلوق کی، ساری جو بادشاہی مجھے ملی ہے، ان سب کو ایک طرف رکھ دو، تمہارا

سبحان اللہ کہنا ایک طرف ہو، تمہارا سبحان اللہ کہنا بڑھ جائے گا۔ سبحان اللہ ماذا اعطی آل داؤد۔

اس حکایت کو بیان فرما کر اللہ والے فرماتے ہیں کہ اس شخص نے تعجب کے لہجے میں کہا سبحان اللہ، اور ثواب کی نیت سے کہا تو پھر درجہ کتنا اونچا ہو جائے گا؟

الحمد للہ کا اجر وثواب

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب انسان ایک مرتبہ الحمد للہ پڑھتا ہے تو زمین آسمان کا خلا نیکیوں سے بھر جاتا ہے اور اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ دوبارہ کہتا ہے تو کہتے ہیں ساتویں آسمان سے لے کر سب سے نیچی زمین تک سارا خلا پر کر کے اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ تیسری مرتبہ جب کہتا ہے تو فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو کہنا ہے وہ کہو اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں تیری بات کو۔

یہ خزانے اسی زندگی میں حاصل ہونگے

اب یہ خزانے جو ہیں یہ مرنے کے بعد نہیں نصیب ہوں گے۔ یہاں انسان اسی دنیا میں اسی زندگی میں زبان کو لاکھوں دفعہ چلا سکتا ہے۔ سبحان اللہ بھی پڑھ سکتا ہے، لا الہ الا اللہ بھی پڑھ سکتا ہے، الحمد للہ پڑھ سکتا ہے، اللہ ھو پڑھ سکتا ہے، تو یہ ذکر تو زبان سے کیا جاتا ہے، یہ ذکر جو ہے صرف اسی تک محدود نہیں رکھا ہے، مقصود ذکر، یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو اتنا یاد کرے، اتنا یاد کرے، اتنا یاد کرے کہ بھولے نہیں پھر اس کو۔ جب بھی کسی عضو کے استعمال کا وقت آئے تو اللہ تعالیٰ کی یاد سامنے آجائے۔ آنکھ کو روک دے کہ غلط جگہ نہ دیکھ، زبان کو روک دے کہ غلط کلمات نہ کہہ، کان کو روک دے کہ غلط بات نہ سن، ہاتھ کو روک دے کہ غلط

جگہ ہاتھ نہ لگا، پاؤں کو روک دے کہ غلط جگہ نہ چل، دل و دماغ کو روک دے کہ غلط سوچ مت کر، یہ ہے اللہ کی یاد، ایسا شخص مکمل طور پر اللہ کا فرمانبردار ہوجاتا ہے، تمام اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پوری طرح ادا کرتا ہے اور تمام حقوق العباد پوری طرح ادا کرتا ہے، شریعت کا پورا پورا متبع ہوجاتا ہے، سنت کا پورا پورا متبع ہوجاتا ہے، پھر اس کے لئے یہ کہا جاتا ہے، ''اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾'' آگاہ ہوجاؤ، ہوشیار ہوجاؤ اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان آتا ہے، جو شخص یہ چاہے کہ میرے دل میں سکون ہو، اطمینان ہو، راحت ہو، اس کو چاہئے کہ اللہ کو یاد کرتا رہے۔

اللہ کی یاد کے مختلف عنوان ہیں

اللہ کی یاد کے عنوان مختلف ہوتے ہیں، زبان سے بھی یاد کرنا، دل سے یاد کرنا، اور اپنے آپ کو اللہ کے حکم میں لگائے رکھنا، اللہ کے حکم میں لگائے رکھنا ہے۔ کل مطیع ذاکر۔ ہر شخص جو اللہ کی یاد میں لگا ہوا ہے، چاہے ملازمت کے دوران میں ملازمت کر رہا ہے، تو یہ بھی اللہ کی یاد میں لگا ہوا ہے، اللہ کے حکم میں لگا ہوا ہے، بشرطیکہ ملازمت صدق نیت ہی سے ہو، تاجر کی نیت صحیح ہو تو جب تک تجارت کر رہا ہے وہ اللہ کی یاد میں ہے، بشرطیکہ حقوق پورے ادا کرے۔ تجارت میں دھوکہ نہ دے۔ امانت داری سے معاملہ کرے، سارے کام ٹھیک کرے، پھر ٹھیک ہوتا ہے۔ انسان مسلمان جہاں کہیں بھی ہو اسے چاہیئے کہ اللہ کی یاد ذہن میں رکھ کر تمام معاملات کو سب ٹھیک کرے۔ اب نماز کا وقت قریب ہوگیا ہے؟ (لوگوں نے کہا) جی۔ بس چلنا چاہیئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

حج وعمرہ کے فضائل

خطبۂ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ. وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ (آل عمران: آیت ۹۷)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْم

بزرگوں کا ذوقِ عبادت

آپ جانتے ہیں کہ فجر کی نماز، ظہر کی نماز، عصر، مغرب، عشاء کی فرض ہیں، لیکن اس کے علاوہ جو عشاق ہیں، جن کو نمازوں سے سکون ملتا ہے، وہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں حاصل کرنے کے لیے، وہ تہجد بھی ادا کرتے ہیں، اشراق اور چاشت میں اضافہ کرتے ہیں، ظہر کی سنتیں، عصر کی سنتیں، اوابین مغرب کے، ادا کرتے ہیں پھر صلوٰۃ اللیل پڑھتے ہیں۔ پھر یہ مفید مواقع، مفید نیکیوں کا سبب بن جاتے ہیں اور نیکیاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو اور زیادہ مضبوط کر دیتی ہیں۔

حج فرض نہ کرنے کا وبال

اسی طرح حج کا، حج انسان پر زندگی میں ایک دفعہ فرض کیا گیا ہے۔ اگر ایک دفعہ حج نہ کرے اور اس کی طاقت ہو جانے کی، صحت بھی ٹھیک ہو، جا سکتا ہو، روپیہ پیسہ بھی اللہ نے دیا ہے، پھر بھی نہ جائے، فرماتے ہیں کہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے، اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے روپیہ پیسہ دیا، صحت تندرستی دی، پھر ان کی مہربانی ہے ان کی مہربانی سے فائدہ نہ اُٹھائے، انسان ان کے بلانے پر نہیں جائے، تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں مجھے بھی پرواہ نہیں، چاہے یہودی مرے یا نصرانی مرے، یا کفر کی کسی حالت میں مر جائے۔ تو معلوم ہوا کہ جب حج فرض ہو جائے انسان کو جلدی کرنا چاہیے۔ مثلاً نجانے کیا کیا موانعات آ جائیں؟ کیا کیا باتیں آ جائیں؟ جلدی سے کرنا چاہیے۔ تو یہ ایک دفعہ جانا ضروری ہے۔ پھر ہر پانچ سال کے بعد بھی کوئی نہ جائے اور جانے کے لیے سامان بھی موجود ہے، ذرائع بھی موجود، ہمت بھی موجود، تو وہ بھی محروم ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر بلانے

کے لیے سارے انتظام فرمائے، پھر بھی نہیں جاتا، تو وہ محروم ہے۔ اتنی بڑی سعادت سے محروم رہ جائے گا، محرومی کی بات ہے۔ جب انسان حج کے لیے جاتا ہے اور بیت اللہ شریف کو دیکھتا ہے، مقام ابراہیم کو دیکھتا ہے، ملتزم کو دیکھتا ہے، حجر اسود کو دیکھتا ہے، منزل کو دیکھتا ہے، صفاء ومروہ پہاڑیوں کو دیکھتا ہے ان کے درمیان جو دوڑنے کی جگہ ہے وہ دیکھتا ہے، پھر منیٰ، عرفات، مزدلفہ یہ سارے مقامات، ان کے ساتھ ایک کشش رکھ دی گئی ہے، دل چاہتا ہے پھر جائیں دل چاہتا ہے پھر جائیں، اس واسطے جانے کے لیے عاشقوں کے دل کی پیاس، محبت کی پیاس بجھانے کے لیے۔

عمرہ کرنے کی سعادت

اللہ تعالیٰ نے عمرہ ایک ایسی چیز بنا دی ہے، عمرے کے ذریعے انسان ویسے ہی احرام باندھتا ہے، ویسے ہی طواف کرتا ہے، ویسے ہی سعی کرتا ہے اور اس کا شوق پورا ہو جاتا ہے تو ایک مقام کی زیارت اس کو نصیب ہو جاتی ہے۔ بیت اللہ شریف میں جو دُعاء کے قبول ہونے کی جگہ ہے وہ اس کو نصیب ہو جاتی ہے، وہ اپنے دل کی پیاس بجھا لیتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جو بھی آنا چاہے، جب بھی آنا چاہے، جس وقت آنا چاہے، آ کر عمرہ کر لے، یہ عمرہ جو ہے سارے سال ہو سکتا ہے، صرف پانچ دن ہیں جن میں عمرہ نہیں ہو سکتا وہ حج کے دن ہوتے ہیں۔ نویں ذی الحجہ سے لے کر تیرہویں ذی الحجہ تک، نو کو عرفات میں ہوتا ہے، دس کو منیٰ میں ہوتا ہے، گیارہ، بارہ، تیرہ کو منیٰ میں ہوتا ہے اور یہ پانچ دن حج کے ہیں، ان میں عمرہ کرنا مکروہ ہوتا ہے۔ باقی سارا سال عمرہ کر سکتا ہے انسان۔ تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فضل ہے کہ جس دن دل چاہے، جتنا دل چاہے، جتنے چاہے، عمرے کرے کہ اللہ تعالیٰ نے عشاق لوگوں کی حاضری لگا کے، حاضری کی سعادت عطا فرما دی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد چار عمرے کئے، حج تو ایک ہی فرمایا ہے، عمرے چار کئے ہیں۔ ایک عمرہ تو یہ ہے کہ حدیبیہ شریف عمرے کا احرام باندھ کر آئے، حدیبیہ ہے مکہ مکرمہ کے بارہ تیرہ میل جدہ کی طرف، وہاں آ کر کفار مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور ان کے ساتھیوں کو سب کو روک دیا کہ آپ مکہ مکرمہ داخل نہیں ہو سکتے، پھر کچھ شرائط طے ہوئیں، شرائط یہ کہ اگلے سال آپ آ سکتے ہیں، کون سی شرائط تھیں؟ بہر حال اس وقت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عمرے کا اتنا شوق تھا کہ جتنی شرائط بے شک، یہ کفار منوالیں لیکن عمرہ کی اجازت دے دیں، مگر انہوں نے اجازت نہ دی اور یہ اجازت نہ دینا ان ہی کے لیے نقصان کا سبب ہوا۔ دوسرے سال پھر اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ فتح کرنے کا اعلان فرمادیا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتح ہونے کی حیثیت سے داخل ہوئے اور عمرہ کیا۔ اس کے بعد تین عمرے اور کئے۔

عمرہ کے فضائل۔ پہلی فضیلت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ افضل ترین عمل جو ہے وہ یہ ہے کہ نیکی والا حج یا نیکی والا عمرہ، مطلب یہ ہے کہ احرام حج کا باندھے، احرام کھولنے تک کوئی بھی گناہ نہ کرے، نیکیاں ہی نیکیاں کرے، ایسے ہی عمرے کا احرام باندھا، احرام کھولنے تک نیکیاں ہی نیکیاں کرے کوئی گناہ نہ کرے، گناہ نہ کرے، مبرور حج، مبرور عمرہ، مبرور کا مطلب یہ ہے کہ احرام کے دوران میں کوئی گناہ نہ کرے۔

دوسری فضیلت

اور ایک حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے لیے کفارہ ہے یعنی جتنی بھی لغزشیں ہوتی ہیں معاف فرما دیتے ہیں درمیان کے گناہوں اور خطاؤں کو، اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں۔ حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، یہ بڑی دین کے اندر عورتوں میں سے اونچی عورت ہے، دین کے لیے بہت مسائل پوچھا کرتی تھیں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے خاوند اور ان کے بیٹے حج کو چلے گئے اور مجھے چھوڑ گئے ہیں، مجھے بڑی حسرت ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اُم سلیم! رمضان میں عمرہ کر لینا، رمضان شریف آئے گا تو عمرہ کے لیے چلی جانا، شوہر اجازت بھی دے دیں گے اور جو شخص رمضان میں عمرہ کرتا ہے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جیسے میرے ساتھ حج کیا، میرے ساتھ حج کرنے کے برابر اس کو ثواب ملتا ہے۔

ماہِ رمضان میں عمرہ کی فضیلت

ایک صحابی عورت ہے۔ انہوں نے اپنے خاوند سے کہا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کرادو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کو تشریف لے جا رہے تھے تو ان کے شوہر نے جواب دیا کہ میرے پاس سواری کوئی نہیں ہے، بیوی نے کہا تمہارا فلاں اونٹ ہے، خاوند نے فرمایا کہ وہ تو میں اللہ کے راستے میں وقف کر چکا ہوں وہ بیچاری مجبور رہ گئی۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حج سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو خاوند نے یہ قصہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حج بھی تو اللہ ہی کا راستہ تھا، اگر اس کو اس اونٹ پر حج کرا دیتے تو کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری اہلیہ نے سلام عرض کیا ہے اور یہ پوچھا ہے کہ میں آپ کے ساتھ حج نہ کرنے کی تلافی کیسے کرسکتی ہوں؟ میرے اندر بڑا شوق تھا کہ آپ کے ساتھ حج کروں لیکن افسوس یہ مجھے نصیب نہ ہو سکا تو کیا علاج اس کا ہو سکتا ہے؟

تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو میری طرف سے ان کو سلام کہہ دینا اور یہ کہہ دینا کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

حج وعمرہ کی برکت سے دعاؤں کا قبول ہونا

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کا وفد ہے اگر یہ لوگ دُعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ اگر وہ بخشش چاہیں گناہوں کی، تو اللہ تعالیٰ گناہوں کی بخشش فرماتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جب کسی قبیلہ کا، کسی ادارے کا کوئی وفد بڑے آدمی کے پاس جاتا ہے، تو اس کا اعزاز و اکرام ہوتا ہے، ایسے ہی جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حج کرنے والے، عمرہ کرنے والے، اللہ کا وفد ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی عزت ہوتی ہے اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے وفد تین قسم کے لوگ ہیں ایک تو مجاہدین، جن پر جہاد فرض ہو جائے، تو جہاد کرنے والے جو ہیں وہ اللہ کا وفد ہیں۔ دوسرے حاجی حج

کرنے والے، تیسرے عمرہ کرنے والے یہ اللہ کے وفد ہیں۔ تو جب یہ دُعاء کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے جو مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا سوال پورا کرتے ہیں۔

حج وعمرہ سے مال میں برکت

اور ایک حدیث میں آتا ہے جو خرچ کرتے ہیں اس کا بدلہ ان کو مل جاتا ہے۔ یہ نہ خیال کریں کہ ہم نے اتنا خرچ کیا، حج میں اتنا خرچ ہو گیا، عمرے میں اتنا خرچ ہو گیا، نہیں، فرماتے ہیں اس کا بدلہ اس کو مل جائے گا، اب یہ کیسے ملے گا؟ یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں اور یہ آپ ان لوگوں سے پوچھ سکتے ہیں جو حج کر کے آئے ہیں، عمرہ کر کے آئے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کس طرح بھیجتے ہیں؟ اور کمی کس طرح پوری کر دیتے ہیں؟ ایک حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''متابعت کرو حج اور عمرے کی یعنی حج بھی کرو، عمرہ بھی کرو۔''

حج وعمرہ سے عمر میں برکت

حج تمتع جو ہے اس میں پہلے عمرہ کرتا ہے آدمی پھر حج کرتا ہے تو دونوں ہوں حج پہلے ہو عمرہ بعد میں ہو، یا عمرہ پہلے ہو اور حج بعد میں ہو۔ تو متابعت کرو حج اور عمرے کے درمیان۔ اس لیے کہ حج اور عمرہ جو ہے دونوں مفلسی کو تنگدستی کو اور گناہوں کو ایسا دور کرتے ہیں جیسا آگ کی بھٹی لوہے کی میل کو، سونے کی میل کو، چاندی کی میل کو دور کر دیتی ہے، اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ حج اور عمرے کے درمیان متابعت کرنا جیسے حج بھی کرے اور عمرہ بھی کرے، اس سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور گناہوں کو زائل کرنے کا سبب بنتا ہے جیسے آگ کی بھٹی میل کو زائل کر دیتی ہے۔

حج وعمرہ خواتین وضعفاء کیلئے جہاد کے برابر ہے

ایک حدیث میں آتا ہے کہ بوڑھے لوگوں کا جہاد، اور کمزور لوگوں کا جہاد، اور عورتوں کا جہاد، حج اور عمرہ ہے، کیونکہ جہاد میں بوڑھے آدمی، کمزور آدمی، عورتوں کو حصہ نہیں ملتا ہے۔ حج اور عمرہ کر کے یہی جہاد بن جاتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا عورتوں کا بھی جہاد ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا جہاد ہے عورتوں پر کہ اس میں کوئی لڑائی بھی نہیں ہوتی اور خون ریزی بھی نہیں ہوتی، کوئی تلوار اور تیر بھی نہیں چلتے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کیسا جہاد ہے؟ کونسا ہے؟ فرمایا حج کرنا اور عمرہ کرنا۔ ایک صحابی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بہت کم ہمت ہوں، بڑا کمزور ہوں، دشمن کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا، اس لیے جہاد میں جا نہیں سکتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں تمہیں ایسا جہاد بتاؤں جس میں لڑائی نہ ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ضرور فرمایئے؟ فرمایا حج اور عمرہ کرو، اس کا جہاد کے برابر ثواب ملے گا، کمزور آدمی کے لیے حج اور عمرہ کرنا جہاد کے برابر ہے۔

بیت المقدس سے احرام باندھنے کی فضیلت

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص بیت المقدس سے عمرے کا احرام باندھ کر آئے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو بیت

المقدس سے حج یا عمرے کا احرام باندھ کر مسجد حرام تک آئے اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جنت اس کے لیے واجب ہو جاتی ہے اس حدیث کو سن کے ایک تابعی عورت ہے اُم حکیم، انہوں نے حضرت اُم سلمٰی رضی اللہ عنہا جو ازواج مطہرات میں سے تھیں ان سے یہ حدیث سنی، صرف احرام باندھنے کے لیے بیت المقدس تشریف لے گئیں تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا، سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، جنت واجب ہو جاتی ہے، شاید یہی ذریعہ بن جائے میرے گناہوں سے معافی کا اور جنت میں داخل ہونے کا، مدینہ منورہ سے چلی ہیں اور بیت المقدس پہنچی ہیں، وہاں سے احرام عمرے کا باندھ کر واپس آئی ہیں۔ اندازہ فرمایئے کہ ان لوگوں کے دلوں کے اندر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی کتنی اہمیت تھی؟ جو بات سن لیتے تھے، اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق اس پر پوری پوری عمل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے، چاہے کتنی مشقت اُٹھانی پڑے اور یہی اسلام ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہو، اس کو من وعن ویسے ہی کرنا چاہیے۔ خاص طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا جو عاشق ہو، جتنا جتنا بھی سنتوں کا علم ہوتا چلا جائے، ایک ایک کر کے، ایک ایک سنت پر عامل ہوتا چلا جائے، ایک دن ایسا آئے گا کہ ساری سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

مکہ اور مدینہ میں پیش آنے والے چند ایمان افروز واقعات

خطبہء مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ۔ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

امابعد:

اب کچھ واقعات مدینہ منورہ اور کچھ واقعات مکہ مکرمہ کے بیان کئے جاتے ہیں۔

ایک بدوی کی روضۂ اقدس پر عجیب قسم کی دُعاء

ایک بدوی، بدوی ہوتا ہے جو عرب کے دیہات کا رہنے والا ہو، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور عرض کیا یا اللہ! یہ آپ کے محبوب کی قبر ہے اور یا اللہ! میں آپ کا غلام ہوں، یا اللہ! یہ آپ کے محبوب کی قبر ہے اور میں آپ کا غلام ہوں اور شیطان آپ کا دشمن ہے۔ اگر آپ میری مغفرت فرمادیں اور یا اللہ! یہ آپ کے محبوب ہیں اور میں آپ کا غلام ہوں اور شیطان آپ کا دشمن ہے، اگر آپ میری مغفرت فرمادیں تو آپ کے محبوب کا دل خوش ہوجائے گا، آپ کا غلام کامیاب ہوجائے گا اور آپ کے دشمن کا دل دُکھے گا، اے اللہ! اور اے اللہ! اگر آپ نے میری مغفرت نہ فرمائی تو آپ کے محبوب کو رنج ہوگا آپ کا دشمن شیطان خوش ہوگا اور آپ کا غلام ہلاک ہوجائے گا۔ یا اللہ! عرب کے قدیم لوگوں کا یہ طریقہ ہے جب ان میں سے کوئی بڑا سردار مرجائے تو اس کی قبر پر غلام آزاد کردیے جاتے ہیں اور یہ پاک ہستی سارے جہانوں کی سردار ہے تو اس کی قبر پر مجھے بھی آپ آگ سے آزاد فرمادیں۔ اندازہ کیجئے کہ ایک دیہاتی گاؤں کا رہنے والا کس قدر اچھے عنوان سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہے۔

لاعلاج مریض کو شفا مل گئی

ایک واقعہ بیان کیا گیا، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اس قدر سخت بیمار ہوا کہ طبیب علاج سے عاجز ہوگئے اور کئی سال تک میں مسلسل بیمار رہا۔ میں نے ایک مرتبہ جبکہ میں مکہ مکرمہ میں حاضر تھا، اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دُعا کی، اس کے بعد میں سوگیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک

آدمی ہے جن کے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ دواء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضور کے ارشاد سے عطا ہوئی ہے، میں خواب سے جاگا تو اتنے سالوں کی بیماری بالکل ختم ہو چکی تھی۔

حضرت ابراہیم خواص کا واقعہ

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ بڑے اونچے لوگوں میں سے گزرے ہیں، ابدالوں کا بھی مرتبہ ان کے پاس تھا۔ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں سفر میں تھا، پیاس سخت لگی ہوئی تھی، اس قدر بے چین ہوا کہ چلتے چلتے پیاس کی سختی سے بیہوش ہو کر گر گیا، کسی نے میرے منہ پر پانی ڈالا، میں نے جو آنکھیں کھولیں تو ایک شخص نہایت حسین چہرے والا، نہایت خوبصورت گھوڑے پر سوار کھڑا تھا، اس نے مجھے پانی پلایا اور کہا کہ میرے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو جاؤ، تھوڑی ہی دیر چلے تھے، وہ کہنے لگے یہ کیا جگہ آتی ہے؟ میں نے کہا کہ یہ تو مدینہ منورہ ہے۔ کہنے لگے اُتر جاؤ اور جب روضۂ اطہر پر حاضر ہو تو یہ عرض کر دینا کہ بھائی خضر نے بھی سلام عرض کیا ہے۔ اتنا لمبا چوڑا سفر صحراء کا گھوڑے کے چند قدموں سے خضر علیہ السلام نے طے کرا دیا۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے روٹی مل گئی

ایک بزرگ ہیں شیخ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور پانچ دن ایسے گزر گئے کہ کھانے کے لیے مجھے کچھ بھی نہ ملا، کوئی چیز چکھنے تک کی نوبت نہ آئی۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر پر حاضر ہوا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آج رات کو حضور کا مہمان بنوں گا، یہ عرض کر کے وہاں

سے ہٹ کر منبر شریف کے پیچھے جا کر لیٹ گیا، لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی، میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں، دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور بائیں جانب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو بلایا اور فرمایا کہ دیکھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں، میں خواب ہی کے اندر اُٹھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روٹی مجھے مرحمت فرمائی، خواب ہی کی حالت میں میں نے آدھی کھائی، جب میری آنکھ کھلی تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔

مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ پہنچنے کا عجیب واقعہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا، میرے پاس ایک یمن کے رہنے والے بزرگ آئے اور فرمایا کہ میں تمہارے لیے ایک ہدیہ لایا ہوں، اس کے بعد انہوں نے ایک دوسرے صاحب جو اُن کے ساتھ تھے، کہا کہ تم اپنا قصہ ان کو سناؤ، انہوں نے سنایا کہ جب میں حج کے ارادے سے صنعاء سے چلا تو بڑا مجمع مجھے باہر تک رخصت کرنے کے واسطے آیا اور رخصت کرتے وقت ایک شخص نے ان میں سے مجھ سے کہہ دیا کہ جب تم مدینہ طیبہ حاضر ہو تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو میرا بھی سلام عرض کر دینا، جب تم وہاں پہنچو تو اس نے کہا کہ میری طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی میرا سلام عرض کر دینا۔

یہ فرماتے ہیں میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور اس آدمی کا سلام عرض کرنا بھول گیا، یہاں تک کہ میں مدینہ طیبہ سے رخصت ہو کر پہلی منزل ذوالحلیفہ پر پہنچا اور احرام باندھنے

لگا، تو مجھے اس شخص کا سلام یاد آ گیا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرے اونٹ کا خیال رکھنا مجھے مدینہ طیبہ واپس جانا پڑ گیا، ایک چیز بھول گیا ہوں، ساتھیوں نے کہا کہ اب قافلے کی روانگی کا وقت ہے تم پھر مکہ مکرمہ تک بھی قافلے کو نہیں پا سکو گے، میں نے کہا اگر ایسا ہوا تو میری سواری کو اپنے ساتھ لیتے جانا، یہ کہہ کر میں مدینہ طیبہ لوٹ آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوا، اس شخص کا سلام میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اور حضرات شیخین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خدمت میں پہنچایا۔ اس وقت رات ہو چکی تھی، میں مسجد سے باہر نکلا تو ایک آدمی ذوالحلیفہ کی طرف سے آتا ہوا ملا، میں نے اس قافلہ کا حال پوچھا، انہوں نے کہا وہ تو روانہ ہو گیا ہے، میں واپس مسجد میں آ گیا اور یہ خیال ہوا کہ دوسرا قافلہ جس وقت ملے گا اس کے ساتھ چلا جاؤں گا۔ چنانچہ میں رات کو وہیں لیٹ گیا، آخر رات میں مجھے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور حضرات شیخین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ شخص ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ابوالوفاء! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری کنیت تو ابوالعباس ہے، ابوالعباس کہتے ہیں ابوالوفاء میرا نام نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم ابوالوفاء ہو، وفادار ہو کہ تم کو سلام ہم سے کہنا بھول گیا تھا، ذوالحلیفہ پہنچ کر پھر واپس آئے تو تم ابوالوفاء ہو یعنی وفادار ہو۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں پہنچا دیا، میں مکہ مکرمہ میں آٹھ دن مقیم رہا، اس کے بعد میرے ساتھیوں کا قافلہ مکہ مکرمہ پہنچا۔

ابوعمران واقفی کے سفرِ مدینہ کا ایمان افروز واقعہ

ابوعمران واقفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کی زیارت کے ارادے سے چلا، جب میں حرم مکہ سے باہر نکلا تو مجھے اتنی شدید پیاس لگی کہ میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اپنی جان سے ناامید ہو کر ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا، اچانک ایک شہسوار سبز گھوڑے پر سوار میرے پاس پہنچے، اس گھوڑے کی لگام بھی سبز تھی، زین بھی سبز تھی، سوار کا لباس بھی سبز تھا، ان کے ہاتھ میں سبز لباس تھا ان کے پاس گلاس تھا جس میں سبز رنگ کا ہی شربت تھا، وہ انہوں نے مجھے پینے کے لیے دیا، میں نے تین دفعہ پیا اور خوب پیٹ بھر کے پیا لیکن گلاس میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا، پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا کہ مدینہ طیبہ کی حاضری کا ارادہ ہے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں سلام عرض کروں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں ساتھیوں کو سلام کروں۔ انہوں نے فرمایا تم مدینہ پہنچو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات شیخین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خدمت میں سلام عرض کر چکو تو یہ عرض کر دینا، رضوان آپ تینوں حضرات کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں۔ رضوان اس فرشتے کا نام ہے جو جنت کے ناظم ہیں۔ اب اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس سفر میں کیسے کیسے انعام عطا فرماتے ہیں۔

آنحضرتؐ کے دستِ مبارک کا سلام کیلئے باہر نکلنا

سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ مشہور بزرگ ہیں، پانچ سو پچپن (۵۵۵) ہجری میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا:

(دوری کی حالت میں میں اپنی روح کو خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا، وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چوما کرتی تھی، یعنی دوسروں کے ذریعے سلام آپ تک پہنچایا کرتا تھا۔)

اب میں جسم کے ساتھ حاضر ہوا ہوں آپ مہربانی فرما کر مجھے اپنے دستِ مبارک عطا کیجیے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں، اس لیے کہ میں آپ کی محبت میں بڑا بے قرار ہو رہا ہوں۔ میں اپنی بے قراری کا اظہار نہیں کر سکتا ہوں، بس ان کا یہ کہنا تھا کہ قبر شریف سے دستِ مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما، کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبویؐ میں تھا، جنہوں نے اس طرف دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک کی زیارت کی۔ ان میں حضرت محبوب سبحانی، شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی نام نامی ذکر کیا جاتا ہے۔

ایک بدوی کا روضۂ اقدس پر مغفرت مانگنا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی قبر مبارک میں دفن کرنے کے بعد فارغ ہوئے تو ایک بدوی حاضر ہوئے اور قبر اطہر پر پہنچ کر گر گیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ ہم نے سنا، جو اللہ نے آپ کو پہنچایا تھا اور آپ نے اس کو محفوظ فرمایا تھا اس کو ہم نے محفوظ کیا یعنی قرآن مجید۔ اس چیز میں جو آپ پر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے نازل کی اس میں یہ ذکر ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (سورۃ النساء: آیت ۶۴)

یعنی یہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کر لیا تھا گناہ ان سے ہو گئے تھے لیکن آپ کے پاس آجاتے ہیں اور آکر اللہ تعالیٰ جل شانہ سے معافی مانگ لیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے لیے معافی مانگتے ہیں تو ضرور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، اس کے بعد بدوی نے کہا کہ بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور اب میں آپ کے پاس مغفرت حاصل کرنے کے طور پر حاضر ہوا ہوں، آپ میری سفارش فرما دیجیے، اللہ تعالیٰ جل شانہ میرے گناہ معاف کر دیں، بس اس کا یہ کہنا تھا، بدوی کا کہ قبر اطہر سے آواز آئی کہ بے شک تمہاری مغفرت ہو گئی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے پانی کا ملنا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب دشمنوں نے مقید کر دیا تو حضرت عبد اللہ ابن سلام فرماتے ہیں کہ میں ان کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوا تو فرمانے لگے، بھائی بہت اچھا ہے تم آ گئے ہو، یہ جو کھڑکی ہے، اس میں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں نے تمہیں مقید کر رکھا ہے؟ میں نے کہا جی! پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہیں پانی سے محروم کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ڈول پانی کا لٹکایا جس میں سے میں نے پانی پیا، اس پانی کی ٹھنڈک اب تک میرے دونوں شانوں اور دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس ہو رہی ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! اگر تم چاہو

توان کے مقابلے میں تمہاری مدد کی جائے اور تمہارا دل چاہے تو یہاں ہمارے پاس ہی آ کر افطار کر لینا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ہی کی خدمت میں حاضری چاہتا ہوں اس ہی دن شہید ہو گئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

روضۂ اقدس پر دُعاء کی برکت سے قرض کا انتظام ہو گیا

محمد ابن المنکدر رؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے والد کے پاس اسی (۸۰) اشرفیاں رکھیں اور یہ کہہ کر جہاد میں چلا گیا کہ اگر ضرورت پڑے تو خرچ کر لینا، جب میں واپس آؤں گا تو لے لوں گا، اس کے جانے کے بعد مدینہ منورہ میں بڑی تنگی آئی، میرے والد نے وہ اشرفیاں اسی (۸۰) خرچ کر ڈالیں، جب وہ صاحب واپس آئے تو انہوں نے اپنی رقم طلب کی، والد صاحب نے کل کا وعدہ کر لیا اور رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حاضر ہو کر عاجزی کی، کبھی قبر شریف کے قریب دُعا کرتے، کبھی گنبد شریف کے پاس جا کر دُعا کرتے، ساری رات ایسے ہی گزر گئی، صبح کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر کے قریب دُعا کر رہے تھے کہ اندھیرے میں ایک شخص کی آواز سنی، وہ کہہ رہے ہیں کہ ابو محمد یہ لے لو، میرے والد نے ہاتھ بڑھایا تو ایک تھیلی تھی جس میں اسی (۸۰) اشرفیاں تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دراہم کا ملنا

ایک بزرگ ہیں شیخ احمد بن محمد وہ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تیرہ مہینے تک حیران و پریشان پھرتا رہا، حتیٰ کہ میرے قدم کی کھال بھی چھل گئی، چلتے چلتے چلتے چلتے میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا، مدینہ شریف پہنچا اور وہاں پہنچ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی

خدمت میں سلام عرض کیا، اس کے بعد میں سو گیا، خواب میں مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال شفقت فرما رہے ہیں، احمد تم آ گئے؟ میں نے عرض کیا جی حضور! حاضر ہو گیا اور یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بھوکا بھی ہوں اور آپ کا مہمان ہوں، خواب ہی میں باتیں کیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب ہی میں فرمایا، اپنے دونوں ہاتھوں کو کھولوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں فرمایا، اپنے دونوں ہاتھ کھولو، میں نے دونوں ہاتھ کھول دیئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ہاتھوں کو درہموں سے بھر دیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو دونوں ہاتھ درہموں سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت اور محبت اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایت اور مہربانی پر شکر ادا کیا اور اسی وقت میں گیا بازار میں ان درہموں سے میں نے روٹی خریدی، فالودہ خریدا اور کھا کر میں جنگل کو چلا گیا۔

اہل بیت کے ایک شخص کا وظیفہ بند کرنے پر تنبیہ کا واقعہ

ایک حکایت بیان کی گئی ہے کہ خراسان کے رہنے والے ایک صاحب ہر سال حج کے لیے جایا کرتے تھے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تو وہاں ایک بزرگ تھے ان کی خدمت میں بھی نذرانہ پیش کیا کرتے تھے۔ ایک صاحب نے جو مدینہ ہی کے رہنے والے تھے یہ خراسان سے آنے والے صاحب سے ایک دفعہ یہ کہا کہ تم طاہر علوی کو جو کچھ دیتے ہو وہ ضائع کر دیتا ہے وہ اس کو گناہوں میں خرچ کر دیتا ہے، تو خراسان سے آنے والے جو صاحب تھے جب

ان کو یہ معلوم ہوا تو اس سال انہوں نے نہ طاہر کے ساتھ گفتگو کی، نہ ان کی خدمت کی، دوسرا سال بھی ایسے ہی گزر گیا، عادت کے مطابق طاہر علوی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے جو کچھ لے کر آئے تھے وہ ان کو نہیں دیا، بلکہ شہر مدینہ کو تقسیم کر کے چلے گئے۔

جب تیسرے سال وہ حج کے ارادے سے اپنے گھر سے چلنے لگے، تو زیارت ہوئی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب ہی میں تنبیہ فرمائی کہ تو نے طاہر علوی کے بارے میں اس کے مخالف کی بات کا یقین کر لیا اور جو اس کو دیا کرتا تھا وہ بند کر دیا، ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، جو گزشتہ سے روکا ہوا ہے اور آئندہ بھی جاری رکھو بند نہ کرو، یہ طاہر علوی جو ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان میں سے ہیں، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں زین العابدین، ان کے صاحبزادے ہیں عبید اللہ، ان کے صاحبزادے ہیں حسین اور ان کے صاحب زادے ہیں یہ طاہر۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب ہی میں تنبیہ کی کہ ان کا روکا ہوا وظیفہ وہ بھی دو اور آئندہ جاری رکھو۔ جب تم جاری رکھ سکتے ہو، اب اس کو بڑی تنبیہ ہوئی، اس خراسان کے رہنے والے شخص کو ایک تھیلی میں ان کے نام کی جو چھ سو اشرفیاں لیں، ایک اس سال جب اس کے مخالف نے شکایت کی تھی ایک اگلے سال کی، ایک اس سال کی چھ سو اشرفیاں لیں اور مدینہ منورہ جب حاضر ہوئے تو سب سے پہلے سید طاہر علوی کے مکان پر پہنچے۔

چنانچہ بہت سے لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، جب یہ باہر سامنے آئے تو ان طاہر علوی صاحب نے ان خراسان والے کا نام لے کر کہا کہ اگر تم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد نہ فرماتے تو تم مجھ تک نہ آتے، تم نے میرے دشمن کی بات کا یقین

کر لیا اور اپنا معمول بند کر لیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامت فرمائی اور حکم فرمایا کہ تین سال کا وظیفہ دو جب لے کر آئے ہو، یہ کہہ کر ہاتھ پھیلایا اور کہا لاؤ چھ سو اشرفیاں۔ یہ ساری بات سن کر خراسان کے رہنے والے صاحب کو بڑی دہشت ہوئی اور کہنے لگا کہ واقعہ تو سارا اسی طرح ہے مگر اس واقعہ کی آپ کو کیسے خبر ہوئی؟ علوی صاحب نے کہا مجھے سارا حال معلوم ہے۔ پہلے سال جب تم نے کچھ نہ دیا تو میرے گزر اوقات پر اثر پڑا، پھر دوسرے سال تم آ کر چلے گئے اور مجھے تمہارے آنے کا بھی علم ہوا اور جانے کا بھی علم ہوا تو مجھے بڑی تنگی ہوئی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں مجھے زیارت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رنج نہ کر، میں نے خواب میں تنبیہ کر دی ہے اور اس سے کہہ دیا ہے کہ گزشتہ کا بھی ادا کرے اور آئندہ بھی جب تک اس کو طاقت ہے بند نہ کرے، تو خواب ہی میں میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، جب تم سامنے آئے تو مجھے بھی یقین ہو گیا کہ تم نے بھی خواب دیکھ لیا ہے۔ یہ سن کر خراسانی نے چھ سو اشرفیوں کی تھیلی نکالی اور ان کو دے کر ان کے ہاتھ چومے اور اپنی کوتاہی کی معافی مانگی۔

روضۂ اطہر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کا واقعہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے، تو انہوں نے وصیت فرمائی جب میرا انتقال ہو جائے تو میری میت کو روضۂ اطہر پر لے جا کر رکھ دینا اور عرض کر دینا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ ابو بکر ہیں، آپ کے قریب دفن ہونے کی تمنا رکھتا ہے، اگر وہاں سے اجازت ہو جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور اجازت نہ ہو تو بقیع میں دفن کر دینا۔ چنانچہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال

ہوا، وصیت کے مطابق جنازہ کو وہاں لے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر کے قریب رکھ کر ایسے ہی عرض کیا گیا، تو وہاں سے ایک آواز آئی، آدمی کہنے والا نظر نہیں آتا تھا کہ ان کو اعزاز واکرام کے ساتھ اندر لے آؤ اور اسی کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال قریب تھا تو، مجھے اپنے سرہانے بٹھا کر فرمایا کہ جن ہاتھوں سے تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا تھا، ان ہی ہاتھوں سے مجھے بھی غسل دینا اور مجھے بھی خوشبو لگانا اور مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے کے قریب لے جا کر جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر ہے اجازت مانگ لینا، اگر اجازت مانگنے پر حجرے کا دروازہ کھل جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا، ورنہ مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنازے کی تیاری کے بعد سب سے پہلے میں آگے بڑھا اور میں نے جا کر عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ ابوبکر ہیں، یہاں دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں، تو میں نے دیکھا ایک دم حجرے کے کیواڑ کھل گئے اور آواز آئی ''ضم الحبیب الی الحبیب'' دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سفرِ حج کے ایمان افروز واقعات

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ۔ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

اما بعد:

حج کا بیان چل رہا تھا تو اس سلسلے میں ہدایت ہے کہ حج کے دوران جو پیش آئیں مشکلات، سفر حج میں پیش آئیں، اللہ کے راستے میں، چلنے میں پیش آئیں مشکلات، ان پر صبر کریں۔ اس سلسلہ میں چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم کا سفرِ حج کا واقعہ

فرماتے ہیں کہ میں ایک سال حج کے لیے جا رہا تھا، بہت سے ساتھی تھے، چلتے چلتے میرے دل پر ایسا خیال غالب ہوا، اتنا زوردار تقاضا ہوا کہ میں تنہا چلوں، ان کے ساتھ نہ چلوں، بڑا زبردست تقاضا ہوا اور یہ اللہ والوں کا تقاضا مصلحت کے تحت ہوتا ہے۔ ہمارے جیسے گنہگاروں کے جیسے نہیں ہوتے، ان اللہ والوں کے تقاضے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کسی مصلحت کے تحت تقاضا فرماتے ہیں۔ ان کے دل میں تقاضا ہوا کہ میں اتنے زیادہ ساتھیوں کو چھوڑ کر چلوں، سب کو میں نے چھوڑ دیا، علیحدہ چلنا شروع کر دیا۔ تین دن اور تین رات میں برابر چلتا رہا، نہ مجھے کھانے کا خیال آیا نہ پینے کا خیال آیا، نہ ہی حاجت پیش آئی۔ تین دن رات چلتے، چلتے، چلتے ، چلتے ،جنگل میں پہنچا، وہ جنگل بڑا شاداب اور سرسبز تھا اور ہر قسم کے پھل اور پھول اس کے اندر لگے ہوئے تھے اور بڑی عمدہ خوشبو، ان پھولوں میں سے آ رہی تھی، اس کے بیچوں بیچ ایک چشمہ ہے، مجھے خیال ہوا کہ یہ کوئی ایسا ہے جیسے جنت کی باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ دُنیا میں اعلیٰ قسم کے نہ پھل دیکھے نہ پھول دیکھے، نہ رونق دیکھی، نہ پانی دیکھا، میں بڑا حیران، سوچ رہا تھا کہ یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ اسی سوچ کے ساتھ کچھ لوگ مجھے آتے نظر آئے، ان کے چہرے تو تھے آدمیوں جیسے اور بڑی عمدہ چادریں پہنے ہوئے، عمدہ لنگیاں پہنے ہوئے آئے اور ان لوگوں نے آ کر مجھے گھیر لیا اور مجھے سلام کیا، میں نے سلام کا جواب دیا اور میں نے کہا تم کہاں؟ اور میں کہاں؟ پھر اللہ نے دل میں ڈالا کہ یہ تو جنات معلوم ہوتے ہیں، تو ان میں سے ایک جن نے

کہا کہ ہم وہ جنات ہیں کہ جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت عمدہ قرأت میں قرآن مجید سنا تھا۔ جنوں کی عمر بڑی لمبی ہوتی ہے، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرآن مجید پڑھنے کی آواز نے ہمیں دُنیا کے سارے کاموں سے چھڑا دیا، اب یہ جگہ انہوں نے ہمارے لیے مقرر فرما دی، میں نے پوچھا اس جگہ سے وہ جگہ کتنی دور ہے؟ جہاں میں نے اپنے ہی ساتھیوں کو چھوڑ دیا ہے، تو ان میں سے ایک شخص نے مسکراتے ہوئے کہا کہ اے ابو اسحاق! اللہ تعالیٰ کے عجیب بھید ہیں، اس جگہ سوائے تمہاری قوم کے ایک آدمی کے یہاں آیا نہیں، کوئی کبھی ایک جوان تھا تمہاری جنس بشر سے وہ یہاں آیا اس کا یہاں انتقال ہو گیا، یہاں اس کی قبر ہے، میں نے اس کی قبر دیکھی، پانی کے تالاب کے کنارے تھی اور اس کے گرد ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا، اس میں ایسے پھول لگ رہے تھے کہ ان جیسے پھول میں نے دیکھے نہیں، پھر وہ جن کہنے لگا کہ اُس جگہ کے اور اس جگہ کے درمیان جہاں تم نے اپنے ساتھیوں کو چھوڑا ہے، اتنے اتنے مہینوں کا کہا، یا اتنے برسوں کا راستہ ہے۔ ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ اس جوان کا حال مجھے بتاؤ، ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم لوگ اس ہی چشمہ کے کنارے بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی محبت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے عشق کے بارے میں بحث کر رہے تھے، اتنے میں ایک جوان آیا اور اس نے آ کر ہمیں سلام کیا، ہم نے سلام کا جواب دیا اور ہم نے پوچھا کہ جوان کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا شہر نیشاء پور سے آیا ہوں، ہم نے پوچھا اس شہر کو چھوڑے ہوئے کتنے دن ہوئے ہیں اس نے کہا کہ سات دن ہوئے ہیں، ہم نے کہا کہ اس شہر سے تم کس ارادے سے چلے تھے، اس جوان نے

کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کا خاص ارشاد سنا ہے وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ (سورۃ الزمر: آیت ۵۴) ”کہ تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو اس سے پہلے کہ تم کو عذاب ہونے لگے اور پھر اس وقت تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔“ اس نے جب یہ آیت پڑھی ہم نے جوان سے پوچھا کہ رجوع الی اللہ کیا ہے؟ اور عذاب کیا ہے؟ اس نے بیان کرنا شروع کیا۔ جب عذاب بیان کرنا شروع کیا تو اس نے چیخ ماری اور مر گیا۔ ابراہیم فرمانے لگے مجھے اس سے بڑی حیرت ہونے لگی، اس کے بعد اس جوان کی قبر کے نزدیک گیا تو اس کے سرہانے نرگس کے پھولوں کا ایک بہت بڑا گلدستہ تھا اتنا بڑا تھا جتنا ایک بڑی چکی ہوتی ہے اور اس قبر کی تختی پر لکھا ہوا تھا۔

”ھٰذَا قَبْرُ حَبِيْبِ اللّٰهِ“

یہ اللہ کے دوست کی قبر ہے اور نرگس کے ایک پتہ پر اِنَابَت (رجوع اللہ) کی تفسیر لکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو بہت پڑھا، جنات نے مجھ سے اس کا مطلب پوچھا، میں نے اس کا مطلب بیان کیا۔ جنات کی قوم بڑی خوش ہوئی، مزے میں لوٹنے لگے، جب ان لوگوں کو سکون ہوا تو کہنے لگے ہمارا اس میں جھگڑا تھا، اب حل ہو گیا۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ پھر مجھے کچھ غنودگی سی آئی، اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں مکہ مکرمہ کی مسجد عائشہ کے پاس تھا اور میرے کپڑوں میں پھولوں کا ایک گلدستہ تھا جو ایک سال تک میرے پاس رہا اور ایک سال تک ان پھولوں میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی، نہ خشکی ہوئی، نہ ان کی خوشبو ہٹی، بس ایک سال گزرنے کے بعد وہ خود بخود گم ہو گیا، تو ایسے ایسے واقعات اللہ والوں کو پیش آتے ہیں۔

ایک نیک تاجر کا سفر حج

تاجروں کی ایک جماعت حج کو گئی، راستے میں جہاز ڈوب گیا اور حج کا وقت تھوڑا رہ گیا تھا، ان میں ایک شخص کے ساتھ پچاس ہزار کا مال تجارت تھا، اس کو چھوڑ کر حج کو چلے گئے۔ ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ تو یہاں ٹھہر جا، تیرا سامان ہے، نکال سکتا ہے، وہ تاجر کہنے لگا خدا کی قسم! ساری دُنیا کا مال مجھے مل جائے تب بھی حج کے مقابلے میں اس کو ترجیح نہیں دوں گا۔ اس لیے کہ حج کے موقع پر اللہ والوں کی زیارت نصیب ہوتی ہے اور میں نے بہت سے عجیب عجیب واقعات وہاں دیکھے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ آخر تو نے کیا دیکھا ہے؟ اس تاجر نے فرمایا کہ ہم ایک دفعہ حج کو جا رہے تھے، پیاس کی شدت نے سب کو پریشان کر دیا اور ایک ایک گلاس بہت گراں مل رہا تھا، ایک دن پیاس کی شدت سے میرا دم نکلے جا رہا تھا۔ میں چند قدم چلا تو ایک فقیر ملا، اس کے ساتھ ایک برچھا تھا اور ایک پیالہ، اس برچھے کو ایک حوض کی نالی میں باٹ دیا۔ اس کے نیچے سے پانی اُبلنے لگا اور نالی کے ذریعے حوض میں جمع ہونے لگا۔ جب حوض بھر گیا، خوب سیر ہو کر پانی پیا، اپنا مشکیزہ بھی بھر لیا، جس کے بعد میں نے کہا ہمیں معلوم ہوتا ہے سب قافلے والے اس سے سیراب ہوئے اور وہ حوض اس ہی طرح بھرا ہوا تھا، وہ تاجر کہنے لگا کہ ایسے ایسے عجیب واقعات پیش آتے ہیں۔

اور لکھا ہے کہ اس کا تمام مال پچاس ہزار اشرفیوں کا تھا، ایک موتی صرف چار ہزار کا تھا۔ ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ میں ایک سال حج کے لیے

عرفات کے میدان میں تھا۔ تھوڑی دیر مجھے اونگھ آئی تو میں نے دیکھا دو فرشتے آسمان سے اُترے ہیں، ایک نے ان میں سے اپنے ساتھی کو کہا کہ اس سال کتنے آدمیوں نے حج کیا؟ ساتھی نے جواب دیا کہ چھ ہزار آدمیوں نے حج کیا لیکن اس میں سے صرف چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا ہے۔ ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سن کر مجھے اس قدر رنج ہوا، دل چاہا کہ اپنے منہ پر چماٹے ماروں اور خوب روؤں، اتنے میں اس نے پوچھا جن کا حج قبول نہیں ہوا ان کے بارے میں کیا فرمایا؟ دوسرے فرشتے نے جواب دیا کہ کریم نے کرم کی نگاہ فرمائی اور مقبولین میں سے ہر ایک جو ہے اس کے ساتھ ایک ایک لاکھ کا حج قبول فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور وہ اپنا فضل اور انعام جس کو چاہتے ہیں بخشتے ہیں۔

ایک بزرگ کا واقعہ جس نے ساٹھ حج کیے تھے

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حرم شریف، مکہ مکرمہ میں، حرم شریف میں بیٹھا تھا اور اس وقت میں ساٹھ حج کر چکا تھا۔ میرے دل میں یہ وسوسہ گزرا کہ کب تک ان جنگل بیابانوں میں پھرتا رہوں گا، اب ختم کر دیتا ہوں، بہت حج کر لیے، اچانک نیند کا غلبہ ہوا تو میں نے ایک ویسی ہی آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا کہ اے ابومحسن! وہ اپنے گھر اس ہی کو بلاتا ہے جس کے بلانے سے وہ خوش ہو، مبارک ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ جل شانہ چاہیں اور اپنی جگہ بلائیں، اس واسطے تو یہ کیا کہہ رہا ہے کہ اب میں چھوڑ دوں گا اس شہر میں آنا؟ کسی کے زور کی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتے ہیں جب ہی وہ آتے ہیں اور کوئی نہیں آسکتا، مبارک ہیں وہ لوگ جو کریم ذات کے بلانے پر ان کے گھر پہنچتے ہیں۔

حج کی برکت سے تمام گناہوں کی مغفرت کا واقعہ

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کعبہ شریف کے پاس تھا، اچانک ایک نوجوان کو دیکھا، دبادب رکوع سجدے کر رہا ہے، فرض، نفلیں پڑھ رہا ہے، میں نے پوچھا اتنی کثرت سے تم نفلیں پڑھ رہے ہو کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ سے وطن واپسی کی اجازت مانگ رہا ہوں، اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک کاغذ کا پرچہ اوپر سے گرا، اس میں لکھا ہوا تھا:

''اللہ تعالیٰ جل شانہ جو بڑی عزت والا ہے بڑی مغفرت والا ہے اس کی طرف سے ہے کہ تو واپس چلا جا، اس طرح کہ تیرے سارے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔''

ملائکہ کا ہر وقت بیت اللہ کا طواف کرنا

حضرت عبداللہ ابن صالح ایک بزرگ تھے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل تھا۔ انعامات ان پر عطا ہوتے تھے، وہ لوگوں سے بھاگ کر ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرتے رہتے تھے، اس طرح چلتے چلتے آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے لیکن وہاں ذرا لمبا قیام کیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ اس شہر میں تو آپ نے بہت زیادہ قیام کیا ہے، دوسرے شہروں میں تھوڑا ٹھہرے تھے، تو کہنے لگے میں اس شہر میں کیوں نہ ٹھہروں؟ میں نے اس جیسا کوئی شہر نہیں دیکھا، جس میں، اس شہر بیابان میں، اس شہر میں، صبح کو بھی اور شام کو بھی فرشتے اُترتے رہتے ہیں، میں نے اس شہر میں بڑے بڑے عجائبات دیکھے ہیں، فرشتے مختلف صورتوں میں بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی حرمین شریفین کی بار بار حاضری اور زیارت نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

”خواتین کی پرہیزگاری“

خطبہ مسنونہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا. مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ. وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ. وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیۡعَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا.

اَمَّا بَعۡدُ: فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ۝

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ اِنۡ کُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا وَزِیۡنَتَھَا فَتَعَالَیۡنَ اُمَتِّعۡکُنَّ وَاُسَرِّحۡکُنَّ سَرَاحًا جَمِیۡلًا ۝۲۸ وَاِنۡ کُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَالدَّارَ الۡاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡکُنَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ۝۲۹

آیات کا پس منظر

یہ آیاتِ مبارکہ جب اُتریں تو اس سے پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھر والیاں، سب اکٹھی ہوئیں اور آپس میں مشورہ کیا کہ الحمدللہ اب بہت فتوحات ہوئی ہیں، بہت مالِ غنیمت ہاتھ آیا ہے، ہمارے مدینہ منورہ کے مرد اور عورتیں بڑی امیر ہوگئی ہیں، بڑی آسائش میں ہیں، کھانا، پینا، پہننا، اُن کا بڑا اچھا ہوگیا ہے، تو ہم بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کریں کہ یارسول اللہ! ہمارے وظیفے میں بھی کچھ اضافہ فرمائیں۔ یہ آپس میں مشورے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُس کا فیصلہ بتایا گیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگواری ہوئی۔ ایک تو یہ بات کہ جب ضرورت ہوگی تو میں خود بڑھادوں گا، کیا مجھے علم نہیں ہے؟ اللہ اور اللہ کے رسول کو کیا علم نہیں ہے؟ دوسری یہ بات ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری دُنیا سے، سب سے بڑے زاہد تھے۔ زہد کا مطلب ہے قلت رغبت دُنیا کی طرف۔ دُنیا کی طرف رغبت کا کم ہونا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر والوں کے لیے بھی یہی سب کرتے تھے کہ اصل گھر تو ہمارا آخرت ہے۔ اصل اُس گھر کی آبادی کا انتظام کرنا ہمارے ذمے ہے۔ دُنیا میں جس طرح بھی گزارہ ہوجائے اس کا فکر نہیں کرنا چاہیے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں یہ تھا کہ جو چل رہا ہے اسی میں گزارہ کرنا چاہیے تھا۔ ان عورتوں نے کیوں مطالبہ کیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل کے اندر دُنیا کی محبت گو زیادہ نہیں کچھ پڑگئی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ایک مہینے تک کسی

بیوی کے گھر تشریف نہیں لے گئے۔ ایک حجرہ مبارکہ میں رہنا شروع کر دیا اور اس انتظار میں رہے کب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم آئے گا اس کے مطابق میں عمل کروں گا۔ چنانچہ ایک مہینے کے بعد یہ آیات اُتریں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال مبارک کے مطابق تھیں۔ حق تعالیٰ جل شانہ نے ان آیات میں فرمایا ہے کہ اے ہمارے نبی! آپ اپنی بیویوں کو فرما دیجئے گا کہ اگر تم کو دُنیا کی زندگی کی خواہش ہے اور اُس کی زینت چاہتی ہو اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ تو پھر آؤ میں تم کو بہت سی دُنیا دے کر رُخصت کر دیتا ہوں۔ اپنے گھر میں تمہیں نہیں رکھوں گا۔ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ اور اگر ان کو اللہ کی رضا چاہیے، اللہ کے رسول کی رضا چاہیے اور آخرت کی کامیابی چاہیے فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

تو یہ خوب سن لو، یاد رکھو! جو بھی تم میں سے آخرت کی تیاری کر لیں گی، اُن کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ ان آیات کے اُترنے کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مکہ مکرمہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چھ سال کی تھی جب نکاح ہوا، اور مدینہ منورہ میں آ کر نو برس کی عمر تھی جب رُخصتی ہوئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اٹھارہ برس کی عمر تھی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا، تو ان نو یا دس برس کی زندگی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اتنی حدیثیں یاد کر لی تھیں، اتنا دین کا علم ہو گیا تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان کے پاس آ کر

دین سیکھا کرتے تھے۔ تو چونکہ یہ سب سے کم عمر کی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے ان کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے عائشہؓ! جس وجہ سے میں ایک مہینے تک تم سب عورتوں سے الگ رہا ہوں اُس سلسلے میں یہ آیات اُتری ہیں اور دیکھو تم جلدی نہ کرنا، اپنے والدین سے جو والد تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور والدہ سے مشورہ کر کے پھر تم جواب دینا، ابھی جواب مت دو۔ لیکن وہ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت یافتہ تھیں۔

دین دل کے اندر گھر کیے ہوئے تھا۔ فوراً جواب دیتی ہیں: "اَفِيْ ذَالِكَ اَسْتَشِيْرُ اَبَوَيَّ" یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا اس معاملے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں؟ "اخترت الله ورسوله والدار الآخرة" یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے پسند کیا اللہ کی رضا کو اور اس کے رسول کی رضا کو اور آخرت کو میں نے پسند کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے خوش ہوئے اور پھر دوسری ازواج مطہراتؓ کے پاس تشریف لے گئے تو سب ازواج مطہراتؓ نے یہی جواب دیا کہ ہم تو آپ کے پاس رہنا چاہتی ہیں، ہمیں اللہ کی رضا کی ضرورت ہے، آپ کی خوشنودی کی ضرورت ہے اور ہم اپنے گھر کو آباد کرنا چاہتی ہیں، آخرت کی کامیابی چاہتی ہیں، ہمیں دُنیا سے کوئی غرض نہیں، جیسے گزارہ ہو رہا ہے، ہو رہا ہے، ہم اُسی پر راضی ہیں۔ لیکن ہم آپ کو کسی صورت پر نہیں چھوڑ سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دُنیا کے اندر انہماک یا زیادہ دُنیا کا اکٹھا کرنا، یا دُنیا کی محبت دل کے اندر آنا یہ مذموم چیز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پسند نہیں کیا۔

وطن اصلی آخرت ہے

دُنیا میں تو جیسے کیسے بھی ہے انسان کا وقت گزر جاتا ہے۔ وطن اصلی ہمارا آخرت کا گھر ہے۔ جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے اور دُنیوی زندگی کے مقابلے میں وہ بہت بڑی مدت ہے۔ اس واسطے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تمام اقطاب، ابدال، غوث، تمام صلحاء، تمام مقبولین اور تمام اولیاء اللہ اور تمام صحیح علماء جو ہیں ان سب کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ آخرت کی تیاری کرنا چاہیے اور دُنیا کو بقدر ضرورت استعمال کرنا چاہیے۔ اب اس کا مطلب کوئی یہ نہ سمجھے کہ دُنیا کو بالکل چھوڑ دیا جائے، نہیں دُنیا کی ضرورت جتنی آپ کو ہے بے شک اکٹھا کیجیے گا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایسا کوئی کام نہ کیجئے جس سے آخرت خراب ہوتی ہو، جس کام کے ذریعے سے اپنی آخرت خراب ہو اُس کام کو چھوڑنا چاہیے اور وہ ضرورت پوری کرنے کے لیے اس میں اعتدال پیدا کر کے صحیح رُخ پر چلنا چاہیے۔

حُبِ دُنیا ہر گناہ کی جڑ ہے

اسی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ "حب الدّنیا رأس کل خطیئۃ" (الحدیث) دُنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ آپ اس میں اندازہ فرمائیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُنیا کی محبت سے منع فرما رہے ہیں، دُنیا کمانے سے منع نہیں کر رہے، کوئی یہ سمجھے کہ دُنیا کمانا نہیں چاہیے، تجارت نہیں کرنی چاہیے، ملازمت نہیں کرنی چاہیے یا اور کوئی روزگار کا ذریعہ نہیں کرنا چاہیے؟ نہیں جتنی آپ کو ضرورت ہے بے شک کریں۔ لیکن اُس کی محبت دل کے اندر نہ لائیں۔ اللہ والوں نے ایک مثال دی ہے کہ تمہارے دل کے اندر اللہ کی

محبت ہونی چاہیے، دُنیا کی محبت نہیں ہونی چاہیے۔ فرماتے ہیں کہ ایک کشتی ہے، کشتی جب تک پانی اُس کے اردگرد ہے تو کشتی تیر رہی ہے، دور دور تک چلی جاتی ہے جو کشتی کا مقصد ہے سارا پورا ہوتا ہے۔ اگر وہ پانی کشتی کے اندر آنا شروع ہو جائے تو وہی پانی اُس کو ڈبو دے گا۔ اسی طرح مال کی محبت ہمارے دل کے اندر آئی تو ہمارے ایمان کو ڈبو دے گی۔ محبت جو ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی، اللہ کے رسول کی اور آخرت کی غالب ہونی چاہیے۔

"حُب الدّنیا رأس کل خطیئۃ"

ایک اللہ والے کی بیوی کی عبرتناک حکایت

ہر برائی اُسی وقت آتی ہے جب دُنیا کی محبت غالب ہو جاتی ہے۔ پہلے زمانے میں ایک بزرگ تھے جن کا نام تھا دسوس، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی راہ و رسم تھی۔ ایک دفعہ اللہ کی عبادت کرتے، کرتے، ذکر کرتے، کرتے، حق تعالیٰ جل شانہ نے الہام فرمایا کہ تمہاری تین دُعائیں من و عن جس طرح تم مانگو گے، ویسے قبول ہو جائیں گی۔ اب انہوں نے تہیہ کر لیا کہ میں یہ دُعائیں جو ہیں اپنی آخرت بنانے کے لیے کروں گا، تہیہ کر لیا۔ اتفاق سے بیوی سے ذکر کر بیٹھے، اب بیوی کو جب پتہ لگا کہ تین دُعائیں بالکل ایسی قبول ہو جائیں گی جیسے کہ یہ مانگیں گے، تو ان کے سر ہو گئی، ان کے پیچھے پڑ گئی کہ ایک دُعاء تم میرے لیے کرو۔ انہوں نے انکار کیا، انہوں نے کہا میں تو اپنی آخرت کے لیے دُعاؤں کو استعمال کروں گا۔ میں اور دُنیوی مقاصد کے لیے کسی کے لیے نہیں کروں گا۔ لیکن ان کی بیوی نے اتنا زور لگایا، اتنا زور لگایا، اتنا پیچھے پڑ گئی، آخر ان کو ماننا پڑا، تو کہا کیا دُعاء مانگوں تیرے لیے؟ اگر

اس عورت کے دل کے اندر دین کی محبت ہوتی، آخرت کا خیال ہوتا تو اپنے لیے اپنی آخرت کی کامیابی کی دُعاء کراتی۔ اب دُعاء کیا منگواتی ہے، اس نے کہا آپ یہ دُعاء کرو کہ میں ساری دُنیا کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت ہو جاؤں، پھر انہوں نے انکار شروع کیا یہ کوئی مانگنے کی چیز ہے؟ مانگو تو اپنی آخرت مانگو، لیکن اُس کے دل وہی کہ بس وہ ضِد پر ضد کرتے کرتے آخر یہ دُعاء منگوائی اُس نے۔ اب اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ جس طرح بھی دُعاء مانگو ویسے قبول ہو جائے گی، تو اللہ تعالیٰ نے اُس کی ساری صورت کو بدل کر بہترین صورت بنا دی، حتیٰ کہ بہترین خوبصورت ہو گئی۔ اب خوبصورتی آنے کے بعد اس کے ناز نخرے بڑھ گئے، حتیٰ کہ بدچلن ہو گئی اور یہیں تک نہیں پھر اس گھر کو بھی چھوڑ دیا، اپنے شوہر کو بھی ناپسند کر دیا، ان بزرگوں کو بڑی غیرت آئی، بڑا غصہ آیا کہ ہائے افسوس! میں نے کیوں ایسی دُعاء کی؟ بڑے پچھتائے کہ ایسی بے وفا نکلی اور ایسا اُس نے میرے ساتھ دھوکہ دیا، مجھ سے دُعاء کرائی اور میرے ساتھ ہی دھوکہ کر کے چلی گئی، بڑا غصہ آیا، اُس غصے میں آ کے دُعاء کی یا اللہ! اُس کو کتیا بنا دیجئے۔ ساری خوبصورتی خاک میں مل گئی اور وہ عورت کتیا بن گئی، تین دعاؤں کا وعدہ تھا، پہلی دُعاء جو اس عورت نے کروائی وہ یہ کہ میں ساری دُنیا کی عورتوں سے خوبصورت ہو جاؤں، اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بدچلن ہو کہ گھر چھوڑ کر چلی گئی، شوہر کو غصہ آیا اُس نے غصے میں پھر دوسری دُعاء کی یا اللہ! اس کو کتیا کی شکل بنا دیجئے، اس کو ہوش آ جائے کہ میں بڑی خوبصورت عورت ہوں، ناز ٹوٹ جائے سارا اس کا، تو کتیا بن گئی، کتوں کی طرح پھرتی تھی، اب اس کے بچے جو تھے اُن کو بڑا خیال آیا کہ ہماری ماں کتیا بن گئی، لوگ بھی طعنے دیتے ہیں کہ ان کی ماں کتیا بن گئی ہے۔ انہوں نے اپنے والد کو مجبور کیا کہ آپ دُعاء کریں کہ ہماری ماں جو ہے

انسان بن جائے کتیا نہ رہے، ایسا مجبور کیا، ایسا مجبور کیا، ایسا مجبور کیا، پھر انہوں نے دُعاء مانگی یا اللہ! اس کو کتیا سے بدل کر انسان بنا دیجئے۔ "حُبّ الدُّنیا رأس کُلّ خطیئة" دُنیا کی محبت تمام برائیوں اور گناہوں کی جڑ ہوتی ہے۔ ان اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے تین دُعاؤں کی بالکل من وعن قبولیت کا وعدہ جو کیا تھا، اب ساری دُعائیں دُنیا کے لیے ہو گئیں۔ آخرت کے لیے کوئی دُعا نہ کی حالانکہ اُن کی نیت پکی یہ تھی کہ میں اپنی آخرت بنانے کے لیے جنت کے لیے کوشش کروں گا لیکن اُن کی عورت نے دُنیا کی طرف راغب کر کے ساری دُعائیں جو ہیں وہ رائیگاں کر دیں، ضائع ہو گئیں۔ تو دُنیا کی محبت اس طرح تمام برائیوں کی جڑ بن جاتی ہے۔

ازواج مطہراتؓ کی اتباع شریعت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر جب پردہ کی آیات اُتریں "وَقَرْنَ فِي بيوتكن..." اپنے گھروں میں جڑی بیٹھی رہو، جب سے پردے کی آیات اُتریں تو پھر بڑا گہرا پردہ ازواجِ مطہراتؓ نے شروع کر دیا۔ جوں جوں احکام شریعت کے نازل ہوتے جاتے تھے، توں توں ساری شریعت کے احکام پر عمل ہوتا چلا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مبارک میں آدمی آتے جاتے، مسائل پوچھنے جاتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے مبارک یہ ہوئی کہ یا رسول اللہ! اس گھر میں پردہ ہونا چاہیے، ہر مرد آ جاتا ہے، کوئی بات پوچھنے کے لیے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ! میں اللہ تعالیٰ کا غلام ہوں، میں اللہ تعالیٰ کا محکوم ہوں، جب اللہ تعالیٰ حکم دیں گے میں ضرور کروں گا۔ چنانچہ چند دن کے بعد پردے کی آیات آ گئیں اور

صاف حکم ہوگیا لوگوں کو کہ اے مؤمنو! اگر تم نے کوئی بات پوچھنی ہے تو پردے سے پوچھا کرو، سامنے نہ آیا کرو۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقاعدہ پردہ کرانا شروع کر دیا انہیں، آیات یہ تھیں وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَأَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿٣٣﴾ تم اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں میں سے تھیں۔ انہوں نے اس آیت پر اتنا عمل کیا کہ اُس دن کے بعد اس گھر کی دہلیز سے باہر نہیں نکلیں۔ حتیٰ کہ جس دن فوت ہوئی ہیں جنازہ باہر گیا ہے اتنا پردہ کیا۔

عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے

اور یہ بھی حکم آیا فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ کہ جب بھی کوئی بات کرنے کی نوبت آئے کسی غیر محرم سے تو نرمی سے بات نہیں کرنا کیونکہ اگر نرمی سے بات کی جائے تو جس شخص کے دل کے اندر روگ ہوگا بیماری ہوگی، اس کو طمع پیدا ہوگا، یہ ادب سکھایا ہے کہ جب بھی کسی غیر محرم سے بات کرنی ہو تو پھر نرم لہجے سے نہیں کرنا۔ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ۔

جب بھی بات کرنی ہو تو نرم لہجے سے بات مت کرو۔ فقہائے کرام نے اس پر فتویٰ دیا ہے کہ اگر عورت کا کوئی شوہر یا بھائی یا باپ نہ ہو اور مسئلہ پوچھنا ضروری ہو، تو پردے کا اتنا اہتمام کرنا چاہیے کہ ایک لاٹھی ہاتھ میں لے لے۔ پرانی میلی کچیلی چادر اوپر لے اور کبڑی بن کر جائے اور منہ کے اندر سنگریزے رکھ لے

تاکہ جس سے مسئلہ پوچھا جائے، اس کو معلوم ہو کہ جوان نہیں ہے بڑھیا ہے۔ اس قدر اہتمام پردے کا کرنا چاہیے تو جب سے یہ آیات "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ..." جب سے ازواج مطہراتؓ نے بڑی سختی سے پردہ کیا۔ جیسے عرض کیا ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اُس دن کے بعد اپنے گھر کی دہلیز سے بھی باہر نہیں نکلیں۔ حتیٰ کہ جس دن انتقال ہوا جنازہ باہر نکلا۔

نابینا مرد سے بھی پردہ ہے

ایک دفعہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ دونوں ازواج مطہراتؓ میں سے ہیں، بیٹھی ہوئی تھیں گھر کے اندر اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بیٹھے ہوئے بات چیت ہو رہی تھی، اتنے میں حضرت عبداللہ ابن اُم مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں، نابینا تھے تو دور سے، ابھی بالکل قریب نہیں آئے، سلام عرض کیا اور عرض کیا۔ عَلِّمْنِيْ یا رسول اللہ مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے احکام بتائے ہیں جو آپ پر وحی تازہ تازہ اُتری ہے، مجھے بھی وہ سنا دیجئے، بتا دیجئے، اتنے میں یہ دونوں بیویاں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا: اِحْتَجِبَا...... تم پردہ کر لو، دونوں بیویوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ تو اندھے ہیں ہمیں دیکھ تو نہیں سکتے ہیں، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا" کیا تم بھی اندھی ہو؟ جس طرح غیر مرد کا غیر عورت کو دیکھنا منع ہے، اسی طرح غیر عورت کا غیر مرد کو دیکھنا بھی منع ہے۔ اس وجہ سے پردے میں ہو جاؤ۔ اب اندازہ کیجئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والے، ان سے بڑھ کر

کون پارسا ہوگا؟ ان سے کوئی شبہ بھی نہیں ہوسکتا، کوئی بدگمانی بھی نہیں ہوسکتی لیکن پھر بھی پردے کا حکم ہے، تو آج ہماری بیویوں کو پردہ کرنا نہیں چاہیے کیا؟ تو پردے کی آیات میں یہ بھی ہے: ''یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ''

پردہ کرنے کا طریقہ

جب بھی باہر نکلیں تو اپنے چہرے کو چھپالیا کریں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چہرے کو چھپانے کا طریقہ یہ بتایا کہ چادر کو اس طرح کرے کہ صرف ایک آنکھ رہے، اُس ایک آنکھ سے راستہ دیکھنا ہے، کسی غیر مرد کو دیکھنا نہیں ہے اور ان آیات کے بعد مدینہ منورہ میں ساری مسلمانوں کی عورتیں اس طرح نکلتی تھیں کہ چادر زمین پر کھسکتی ہوئی جاتی تھی۔ صرف ایک آنکھ سے دیکھتی تھیں۔ اوّل تو بلا ضرورت شدیدہ نکلتی نہیں تھیں۔ اگر کسی ضرورت شدیدہ سے نکلنا ہوتا تو پھر اس طرح جاتی تھیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُنہیں سکھایا کہ یوں کرو کہ ایک آنکھ کی جگہ کھول کے باقی سارا اوپر سے لے کر نیچے تک پردہ کرنا۔ اس قدر پردے کا اہتمام فرمایا گیا۔

حضرت فاطمہؓ کے فضائل

اب پردے کی پابندی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی بڑی پابندی کیا کرتی تھیں پردے کی، کوئی عورت ایسی نہیں تھی تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے والی عورتیں کیسے نہ کرتیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ محبت تھی۔ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرطِ

محبت میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے اپنی بیٹی کے لیے اور جب کہیں باہر سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے اخیر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملتے تھے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے ان کو ملتے تاکہ جدائی کا فصل کم ہو، جدائی کا وقت تھوڑا ہو، بڑی محبت تھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ جس بیماری میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اس بیماری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کان میں فرمایا کہ اب میرا وقت آرہا ہے اور میں یہاں سے جانے والا ہوں، تو انہوں نے رونا شروع کردیا، رو رہی ہیں، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا کان اپنے منہ مبارک، ہونٹ مبارک کے قریب کر کے فرمایا کہ دیکھو، تم سب میں سے، تم سب سے پہلے مجھے ملوگی۔ اس پر وہ ہنس پڑیں، لوگوں نے بہت پوچھا لیکن نہیں بتایا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا، اُس کے بعد بتایا، چھ مہینے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد یہ بڑی مغموم رہتی تھیں۔ ایک تو اپنے والد ماجد کا صدمہ اور بڑا صدمہ یہ کھائے جارہا تھا وہ تو ایسے حضرات تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہنے والے بھی تھے، صبر کرنے والے بھی تھے۔ دوسرا سب سے بڑا صدمہ یہ تھا، اُن دنوں میں عورتوں کو چارپائی پر لے جاتے تھے جنازے کے لیے، جس طرح ہمارے یہاں گھوارہ بناتے ہیں، اوپر کپڑا ڈالتے ہیں اس وقت رواج نہیں تھا، تو پردہ باقاعدہ کرتے کرتے اب اتنی شرم اور حیاء تھی کہ جب میرا جنازہ لے جایا جائے گا تو میرے اعضاء لوگوں کو معلوم ہوں گے، کتنی بڑی غیرت کی بات ہے۔ اس پر ان کو کبھی ہنسی نہیں آئی اس کے بعد۔ ایک دفعہ حبشہ سے

کچھ عورتیں آئیں، اس غم کا اظہار ان سے بھی کیا، تو انہوں نے کہا کہ نہیں، ہمارے ہاں ایک رواج ہے، ہمارے ہاں جب عورت کا جنازہ جاتا ہے تو گہوارہ بنا لیتے ہیں، اوپر کپڑا ڈال دیتے ہیں، تو پھر عورت کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا، تو اُس دن مسکرا دی تھیں اس خوشی سے کہ الحمدللہ میرے پردے کا انتظام ہوگیا۔ یہ ایک انتہا ہے کہ جب پردے کا اہتمام ہوتا ہے تو پھر یہاں تک خیال جاتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی میری بے پردگی نہ ہو۔

ایک اللہ والے کی پرہیزگاری

ایک نوجوان اللہ والے تھے۔ وہ ایک نہر کے کنارے بیٹھے وضو کر رہے تھے، وضو کرتے کرتے دیکھا کہ اوپر سے ایک سیب آ رہا ہے۔ اس سیب کو پکڑ لیا اور کھا لیا۔ اب کھانے کے بعد ان کا تقویٰ اس قدر تھا، اس قدر پرہیزگاری تھی کہ یہ خیال ہوا کہ یہ سیب تو میں نے کھا لیا ہے لیکن نہ میں نے مالک سے اجازت لی، نہ میں نے خریدا، تو بلا اجازت، بلا خریدے، میں نے کھا لیا ہے، تو بڑا ظلم کیا ہے میں نے اپنی جان پر۔ کل قیامت میں کیا جواب دوں گا؟ گو شرعاً ایسی گری پڑی چیز کھا لینا کوئی حرج نہیں ہوتا لیکن وہ بڑے اونچے درجے کے متقی تھے، اب سوچ رہے ہیں کہ کیا کروں؟ سوچتے، سوچتے، سوچتے، سوچتے، آخر دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا اور یہ خیال آیا ان کو کہ یہ نہر کا پانی جس طرف سے آ رہا ہے اُدھر سے ہی سیب بہہ کر آ رہا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ نہر کے کنارے کوئی باغ ہو، باغ میں سیب ہوں، سیب کوئی گرا ہو، وہ نہر کے اندر بہہ کر آ گیا ہو۔ چنانچہ جدھر سے پانی آ رہا تھا، اسی طرف نہر کے جانا شروع کر دیا۔ چلتے چلتے چلتے کئی میل کے فاصلے پر واقعی دیکھا کہ باغ بھی ہے اور سیب بھی

لگے ہوئے ہیں اور نہر کے کنارے پر یہی ٹہنی جھک رہی ہے۔ ان کو اپنے دل کے اندر غالب گمان ہوگیا کہ یہی باغ ہوگا۔ یہی سیب کا درخت ہے اسی میں سے گرا ہوگا۔ دل میں کچھ تسلی ہوئی تو باغ کے مالک کے پاس پہنچے اور اس سے کہا ایسا ایسا واقعہ ہے، میں نے سیب تو کھا لیا ہے، کھانے کے بعد مجھے ہوش آیا ہے اور یہ یہ مجھے خیال آیا، اس واسطے میں اتنی دور سے سفر کر کے تمہارے باغ میں پہنچا ہوں، مہربانی فرما کر یا اس کے پیسے لے لو، یا مجھے معاف کر دو۔ اس باغبان نے اوپر سے نیچے تک بڑے غور سے دیکھا اس نوجوان کو، دیکھ کر پھر کہنے لگا میں تو معاف نہیں کرتا، ان کو اور بھی رنج بڑھ گیا کہ آج یہاں معافی نہیں ملی کل قیامت میں میرا کیا بنے گا؟ یہ اللہ والے جو تھے ان کو فکر آخرت مارے جاتا ہے کہ آخرت میں کیا بنے گا؟ یہاں تو جیسے کیسے گزر ہو جائے گا، آخرت میں کیا بنے گا؟ بڑا غم بڑے مغموم، بڑے رنجیدہ، اُن سے ہاتھ جوڑ کر کہ بھائی آپ مہربانی فرمائیں کوئی صورت معافی کی ہو، کہنے لگا معاف نہیں کروں گا، بار بار کے اصرار سے ان کے بار بار کے اصرار سے۔

ایک سیب کی معافی کے لیے دو کڑی شرطیں منظور کرلیں

انہوں نے کہا کہ دیکھو دو شرطیں ہیں، ایک شرط تو یہ ہے کہ ایک سال تک میرے باغ میں تم کو مزدوری کرنی ہوگی۔ یہ بڑے حیران، اپنی آخرت کا فکر مجھے کھائے جا رہا ہے، میری آخرت بن جائے، چاہے دُنیا میں کتنی بھی محنت کرنی پڑ جائے، میں ضرور محنت کرلوں گا، لیکن میں اپنی آخرت بنانے کے لیے ایک سال محنت کرلوں گا۔ چنانچہ محنت قبول کرلی اور کام کرنا شروع کر دیا۔ اب اندازہ فرمائیے ایک سیب کے بدلے میں ایک سال محنت کرنا، کس قدر تقویٰ تھا، کس قدر فکر آخرت

تھا؟ ان کے دل کے اندر اور اپنی آخرت بنانے کے لیے کتنا اپنے آپ کو تیار کیا انہوں نے۔ ایک سال مزدوری منظور کرلی، ایک دو دن کام بڑا اچھا کیا، باغبان بڑا خوش ہوا، اُس نے کہا اپنی دوسری شرط بھی پوری کرو، ہاں ایک شرط تو یہ تھی دوسری شرط تو اُس نے یہ کہا باغ بان نے، ایک شرط تو یہ ہے کہ ایک سال تک پوری مزدوری کرنا ہوگی میرے باغ میں اور دوسری شرط یہ ہے کہ میری ایک لڑکی ہے وہ اندھی ہے، وہ بہری ہے، وہ گونگی ہے، وہ لنگڑی ہے اور اس کے ہاتھ بھی نہیں ہیں، اُس سے تم کو شادی کرنا ہوگی، اب ان کی حیرانگی اور بڑھ گئی، چلو مزدوری تو جیسے بھی ایک سال کرلوں، ایسی لڑکی کے ساتھ شادی کر کے میں کیا کروں گا؟ جو اندھی بھی ہو، بہری بھی ہو، گونگی بھی ہو، لنجی بھی ہو، لنگڑی بھی ہو، نہ وہ کھانا کھلانے کی، نہ کھانا پکانے کی، نہ لیٹنے کی نہ بیٹھنے کی، نہ اُٹھنے کی، اس کی ساری خدمت تو مجھے کرنی پڑے گی، نہ وہ دیکھ سکے، نہ بول سکے، نہ سن سکے، تو ایسی کو میں کیا کروں گا؟

آپ اندازہ کیجئے کتنا اُن کے اوپر بوجھ پڑا اس چیز کا سوچ سوچ کے، سوچ سوچ کے، وہی غمِ آخرت وہی فکرِ آخرت، وہی اپنی آخرت بنانے کے لیے، کہا بہت اچھا...... جیسے بھی ہو میں دُنیا میں گزارہ کرلوں گا، دُنیا جیسی بھی ہے گزر جائے گی لیکن میں اپنی آخرت خراب نہیں کروں گا، میں ضرور شادی کرلوں گا اُس سے۔ چنانچہ دو دن جب کام کیا باغ بان جب خوش ہوا تو باغ بان نے کہا کہ دوسری شرط بھی مانو ابھی، چنانچہ نکاح کردیا اُس کا۔ نکاح کرنے کے بعد اُس نے کہا کہ دیکھو وہ مکان تمہارے لیے میں نے مخصوص کیا ہے اور تمہاری بیوی اُس مکان میں ہے تم چلے جاؤ، یہ وہاں گئے تو دیکھا کہ ایک عورت چارپائی پر بیٹھی ہوئی ہے، جونہی دروازہ کھولا تو آہٹ سے اُس نے دیکھنا شروع کیا، معلوم ہوا کان بھی ٹھیک ہیں اُس

کے اور دیکھنا شروع کیا اور بولی کون ہے اور ہاتھ بھی ہلائے یہ فوراً باہر نکل آئے یہ تو کوئی غیر عورت ہے، مجھے باغبان نے دھوکہ دیا ہے، اب کیوں کہ جس لڑکی سے اُس نے میرا نکاح کیا ہے وہ تو بہری بھی ہے، گونگی بھی ہے، اندھی بھی ہے، لنجی بھی ہے، لنگڑی بھی ہے اور اس عورت نے تو فوراً آہٹ سنتے ہی دیکھنا شروع کردیا اور بولنا شروع کردیا، کون ہے، ہاتھ ہل گئے ہیں اُس کے، یہ تو دوسری عورت ہے۔ واپس آیا اس باغبان کے پاس کہ آپ نے مجھے غلط جگہ پر بھیج دیا، میری ساری زندگی کا تقویٰ توڑ رہے ہیں، مجھے عذاب میں مبتلا کررہے ہیں۔ اُس باغبان نے کہا کہ نہیں یہ تمہاری ہی بیوی ہے، میری لڑکی ہے میں نے نکاح کیا ہے اور میں نے تمہیں کہا تھا کہ اس سے شادی کرنا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ عجیب بات ہے، ایک تو تم نے کہا اندھی، بہری، گونگی، لنگڑی ہے اور یہ ہے وہ ہے اور وہ صحیح سالم ہے، کہنے لگا سن! یہ میری بچی جب سے جوان ہوئی تو مجھے فکر تھا اس کا نکاح کروں اور میں اس تلاش میں تھا کہ متقی، پرہیز گار ملے، دین دار ملے جس کو آخرت کی فکر ہو اُس کے ساتھ نکاح کروں تا کہ میری بچی خوشحال رہے، دین دار رہے اور میری بچی کی بھی آخرت بن جائے، وہ آدمی جو شوہر ہوگا وہ بھی دین دار ہوگا، حق نبھانے والا ہوگا، آخرت کی فکر اُس کے اندر ہوگی، جب تم ایک سیب کی خاطر کئی میل کا سفر کر کے میرے پاس آئے اور میں نے تم کو سر سے پاؤں تک دیکھا تو میں نے اندازہ لگایا کہ تم جیسا متقی، پرہیز گار مجھے نہیں مل سکتا ہے۔ اس واسطے میں نے اُس بچی کے متعلق تم کو کہا کہ تم نے نکاح کرنا ہے، باقی یہ بات اندھی ہے میں نے بیان کیا تھا، اندھی ہے۔ سنو! اُس نے ساری عمر جب سے بچی پیدا ہوئی ہے آج تک غیر محرم کو دیکھا نہیں اس نے، اس واسطے اندھی ہے، آج تک کسی غیر محرم سے اُس نے بات نہیں کی ہے، اس

واسطے گونگی ہے، آج تک کسی غیر محرم کی آواز اُس کے کان میں نہیں پڑی اس واسطے بہری ہے، آج تک اُس کا ہاتھ کسی غیر جگہ نہیں لگا ہے، پاؤں سے کہیں چل کے نہیں گئی، اس واسطے لنجی بھی ہے لنگڑی بھی ہے، تم بے فکر رہو تمہاری بیوی ہے۔ تم بھی خوش رہو، تمہاری گھر والی بھی خوش رہے۔ تم جاؤ تمہاری بیوی ہے۔ اب دیکھئے کتنا اونچا تقویٰ اُس عورت کا بھی؟ اور نوجوان کا بھی؟ اور ایسے صالح، متقی، اللہ سے ڈرنے والے پرہیزگار، پھر آپ دیکھیں اُن کی اولاد میں سے پیدا ہوئے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ ہوتا ہے تقویٰ کا اثر، پردے کا اہتمام کرنا تقویٰ کا اثر کہاں تک پہنچتا ہے۔

غیر محرم سے خلوت نشینی ممنوع ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: "لایخلون احد کم بامرأۃ ...... کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں نہیں بیٹھنا چاہیے۔ "إِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشیطان" ...... جب بھی تم تنہائی میں بیٹھو گے، تیسرا شیطان ہوگا، بڑی تاکید فرمادی کہ جہاں دو غیر محرم ہوں ایک غیر محرم عورت ہو، ایک غیر محرم مرد ہو تو آپس میں تنہائی میں نہ بیٹھیں۔ اگر بیٹھے تو تیسرا شیطان ہوگا۔ غیر محرم وہ ہوتا ہے جس سے ساری عمر میں کبھی بھی شادی ہو سکے اور محرم وہ ہے جس سے ساری عمر میں کبھی بھی شادی نہ ہو سکے۔ جس سے شادی ہو سکتی ہے وہ غیر محرم ہے اُس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمادیا۔

بڑھاپے میں بھی پردہ کا اہتمام ضروری ہے

ایک بزرگ تھے بہت عمر رسیدہ ہوگئے، عورتیں اُن کے پاس تعویذ گنڈے کے لیے، دم کرانے کے لیے آیا کرتی تھیں اور بہت دفعہ ایسا موقع ہوتا تھا کہ اس وقت کوئی اور موجود نہ ہوتا تھا۔ عورت تنہائی میں اُن سے بات کرتی یا تعویذ وغیرہ لیتی۔ ایک دوسرے بزرگ تھے اُن کے ہم عصر اُسی شہر میں رہنے والے۔ وہ ان کو کہا کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث تم کو یاد ہے یا نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب فرمادیا ہے کہ تنہائی میں دو غیر محرم کو رہنا نہیں چاہیے، تو تم اُس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ اُس نے کہا کہ میں اتنا بوڑھا ہو چکا ہوں، مجھے کسی قسم کا خیال بھی نہیں آتا ہے، تو پھر مجھے احتیاط کی کیا ضرورت ہے؟ وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ایسے ہی ارشاد فرمادیا ہے، کیا انہوں نے جوانوں کے لیے فرمادیا؟ بوڑھوں کے لیے نہیں فرمایا؟ لیکن ان کے دل میں وہ اہمیت نہ بیٹھی، وہ ایسی بے احتیاطی کرتے رہے۔ گو اُن کے دل میں خیال برائی کا نہ آتا لیکن وہ بے احتیاطی کرتے رہے، احتیاط نہیں کرتے تھے کہ کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے سے احتیاط نہیں کرتے تھے، برابر عورتیں دم تعویذ کے لیے آتی رہیں۔ یہ بار بار ٹوکتے رہے، یہ جو غیر محتاط بزرگ تھے جو احتیاط نہیں کرتے تھے ان کو ایک دن خواب میں زیارت ہوئی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جب زیارت ہوئی تھی تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فلاں بزرگ جو ہیں وہ مجھے روزانہ منع کرتے ہیں، ہمیشہ منع کرتے ہیں اور یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے دل کے

اندر کوئی ذرا بھی خیال نہیں آتا۔ مجھے بالکل میلان بھی نہیں ہوتا اس واسطے میں کہتا ہوں جو ضرورت ہے پوری ہوتی رہے عورتوں کی، میں احتیاط کرتا ہوں لیکن وہ مجھے برابر ٹوکتے رہتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، وہ زمانہ تھا جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا۔

عورتوں میں حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا سب سے اونچی بزرگ مانی جاتی تھیں اُس وقت اور مردوں میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سب سے اونچے بزرگ مانے جاتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، سنو! میری حدیث جو ہے سچی ہے اُس پر تمہیں عمل کرنا چاہیے۔ اگر ایک مجلس میں رابعہ بصریہ ہوں اور حضرت حسن بصری ہوں، دونوں اکٹھے ہوں ایک جگہ، تیسرا اُن کا بھی شیطان ہوگا۔ ایک وقت آئے گا شیطان ورغلا کے ان کو گناہ میں مبتلا کرادے گا۔ اس واسطے آج کے بعد تم احتیاط کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فکر آخرت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ بالکل اٹل ہوتے ہیں۔ اسی تقویٰ پر ایک اور واقعہ یاد آگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ، اکثر اُن کا یہی مشغلہ ہوتا۔ جب تک وہ خلیفہ رہے، مدینہ منورہ میں رات کو نکل جاتے، ساری جھونپڑیوں کو اور گھروں کو دیکھتے، کوئی بدعنوانی شرعی طور پر ہوتی یا قانونی طور پر ہوتی اُس کا پھر محاسبہ کرتے تھے۔ کوئی حاجت مند ہوتا تھا اُس کی حاجت پوری کرتے تھے، کوئی پریشان حال ہوتا تھا اُس کی پریشانی دور کرتے تھے یہ ان کا معمول تھا۔ نہ دن کو سوتے نہ رات کو، صبح تھوڑی دیر اشراق کے بعد آرام فرماتے تھے۔ کسی نے

کہا حضرت آرام فرمالیا کریں۔ اس طرح تو کب تک چلے گا؟ فرمایا اگر میں رات کو سو جاؤں تو میں تباہ ہو جاؤں گا، اگر دن کو سو جاؤں تو مخلوق میری رعایا تباہ ہو جائے گی، مجھے دونوں کا خیال کرنا ہے، اپنا بھی خیال کرنا ہے اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے اس کو بھی رکھنا ہے قائم اور مخلوق کا بھی خیال کرنا ہے، اس قدر فکر آخرت تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاکہ کل کو مجھ سے مواخذہ نہ ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اُن کی دوستی تھی، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد میں فوت ہوئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے فوت ہوئے ہیں تو ان کو فکر تھا کہ عمر کسی وقت مجھے خواب میں نظر آجائیں تو پتا لگ جائے کیا حال ہے؟ کیسے گزری؟ چھ مہینے کے بعد جب خواب میں نظر آئے تو دیکھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرہے ہیں اور پسینہ پونچھتے آرہے ہیں، پوچھا اے عمرؓ! کیسی گزری؟ فرمایا الحمد للہ چھ مہینے حساب میں لگے ہیں آج فارغ ہوا ہوں، الحمد للہ نجات ہوگئی ہے۔ اندازہ فرمائیے یہ وہ ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، یہ وہ ہیں جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد اگر نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ یہ وہ ہیں جن کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ہیں لیکن باوجود ان ساری باتوں کے اتنا فکر آخرت تھا کہ راتوں کو گشت کیا کرتے تھے تاکہ کسی حاجت مند کی حاجت پوری کردیں، یا کوئی بے عنوانی ہو رہی ہے اُس کو دور کیا جائے۔

ایک نیک لڑکی کی فکر آخرت

ایک دفعہ رات کو گزر رہے ہیں تو ایک دروازے سے گھر کے اندر سے آواز آرہی تھی، یہ وہاں کھڑے ہوگئے، دیکھوں کیا آواز آرہی ہے؟ کان لگا کر کھڑے ہوگئے، تو آواز یہ آرہی تھی کہ ایک عورت اپنی لڑکی کو کہہ رہی تھی کہ بیٹی یہ جو

دودھ آیا ہے اس میں پانی ملا دو، بیٹی جواب دے رہی ہے کہ اماں خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا ہے کہ کسی چیز میں کوئی ملاوٹ نہ کی جائے، اُس کی ماں کہتی ہے کہ بیٹی عمرؓ دیکھ تھوڑی رہے ہیں، یہاں موجود تھوڑی ہیں؟ جو دیکھ رہے ہیں کہ پانی ملا رہی ہے تو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ سن رہے ہیں اور بیٹی کا سنیئے کیا جواب دیتی ہے۔ بیٹی کہتی ہے اماں! اگر عمرؓ موجود نہیں ہیں وہ اگر ہماری بات سن نہیں رہے، دیکھ نہیں رہے، ہمارا پانی ملانا دیکھ نہیں رہے ہیں، جس اللہ کے حکم سے انہوں نے حکم دیا وہ اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ اندازہ کیجئے کیسا تقویٰ ہوتا تھا؟ کیسی آخرت کی فکر ہوتی تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس گھر کو اچھی طرح دیکھ لیا کون سا گھر ہے، نشانی لگالی، اپنے دل میں متعین کرلیا کہ اس گھر کا یہ حصہ ہے، گلی کا یہ حصہ ہے، یہ مکان ہے، پوری طرح جانچ کرکے دوسرے دن صبح ایک آدمی کو بھیجا اور پوچھا کہ یہ لڑکی جو ہے اس کا کہیں رشتہ ہوا ہے یا نہیں؟ یا شادی ہوئی ہے یا نہیں؟ وہ شخص معلوم کرکے آیا، معلوم ہوا نہ کہیں شادی ہوئی ہے نہ رشتہ ہوا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ ایسی پرہیزگار لڑکی میرے لڑکے کے لیے کب کہاں مل سکتی ہے؟ تو عمرؓ نے کہا کہ میں اپنے لڑکے کا پیغام دیتا ہوں، آپ کی لڑکی کے ساتھ اُس سے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ رشتہ منظور ہوگیا، نکاح ہوگیا لڑکے بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے اونچے درجے کے صحابی اور لڑکی بھی ایسی پرہیزگار۔ اب ان کی اولاد میں سے پیدا ہوتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سید التابعین پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ہوتا ہے انسان، تقویٰ ہوتا ہے، آخرت کی فکر ہوتی ہے، اس کے بڑے اچھے ثمرات معلوم ہوتے ہیں۔

اولاد کی نیکی کیلئے والدین کو نیکی اختیار کرنا ضروری ہے

ایک بزرگ تھے انہوں نے اپنی بیوی سے کہا دیکھو بھئی، اگر ماں باپ نیک ہوں تو ان کا اثر اولاد میں ہوتا ہے، آج کے بعد تم بھی تہیہ کرلو پکا ارادہ کرلو اور عزم مصمّم کرلو اور میں بھی عزم مصمّم کرتا ہوں، آج کے بعد ہم نے کوئی گناہ نہیں کرنا، وہ لوگ تو پہلے ہی پاک ہوتے ہیں لیکن اس عزم کے بعد بالکل چھوٹی چھوٹی چیزوں سے بھی بچنا شروع کردیا تاکہ اگر ہماری اولاد ہو، نیک ہو، اب اولاد جو ہے وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے بری نہ بنے، اگر وہ بری بنی اور اُس کی آخرت خراب ہوگی تو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہوگی اور جب تک ہم زندہ رہیں گے بری اولاد کو دیکھ کر ہمارا دل بھی کڑھے گا۔ اس واسطے پکا تہیہ تو انہوں نے کرلیا اور یہ ارادہ کرلیا عورت نے بھی اور شوہر نے بھی۔ اب ہم نیکی کی زندگی گزاریں گے تو ہر طرح سے حق تعالیٰ جل شانہ کے جتنے بھی احکام ہیں ان کی پابندی کرتے رہے، تمام اوامر کا اتباع اور تمام نواہی سے اجتناب، جن باتوں کے کرنے کا حکم وہ بجا لا رہے ہیں۔ جن سے منع کیا گیا اُن سے رک رہے ہیں اور نفلی عبادات جو اُن سے ہو سکی کرتے رہے، پورا تقویٰ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے پوری فرمانبرداری اختیار کی۔ ہوتے ہوتے بچہ پیدا ہوگیا۔ بچہ پیدا ہوا، کچھ بڑا ہوا حتیٰ کہ تین چار سال کا ہوگیا۔ ایک دن باپ کے ساتھ بازار گیا تو ایک دکان پر باپ کھڑے تھے کہ بچے نے وہاں سے ایک بیر اُٹھایا اور کھالیا، ان کو اس کے کھانے کے بعد جب پتا چلا کہ بیر اُٹھا کر کھا گئے ہیں، ان کو بڑا صدمہ ہوا، بڑا افسوس ہوا کہ یہ بچے نے کیا حرکت کی ہے؟ اپنے اوپر غور کیا کہ مجھ سے کوئی گناہ تو نہیں سرزد ہوا؟ مجھ سے کوئی اللہ تعالیٰ کا حکم تو نہیں ٹوٹا؟ مجھ سے کوئی نافرمانی تو نہیں

ہوئی ہے؟ بڑا غور کرتے رہے، غور کرتے رہے، کرتے رہے، کرتے رہے، تو دل میں یہ ہی خیال آیا کہ الحمدللہ مجھ سے تو کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو قابل گرفت ہو جو میرے علم میں ہے وہ یہی ہے۔ اب بیوی سے چل کے پوچھتا ہوں، بیوی سے جا کر کہا آج یہ معاملہ ہوا ہے یہ بچہ اچھا بھلا چل رہا تھا، آج اُس نے ایک بیر اُٹھا کر کھا لیا ہے یہ ضرور ہماری کسی کوتاہی کا نتیجہ ہے اور میں نے اپنے متعلق بڑا غور کیا، بڑا غور کیا، بڑا غور کیا، الحمدللہ مجھے یہ ہی احساس ہے کہ میری کسی اختیاری کوتاہی کی وجہ سے یہ کام نہیں ہوا، ہو نہ ہو کوئی تیرے اندر کوتاہی ہوئی ہوگی، سچ سچ بتاؤ، اُن کی بیوی نے کہا، اس بچے کی والدہ نے کہا کہ بات یہ ہے کہ جب یہ بچہ میرے پیٹ میں تھا اور ہمسایوں کے گھر میں ایک بیر کا درخت تھا، اُس کی ٹہنی ہمارے گھر میں جھک رہی تھی تو میں نے اُس سے ایک بیر توڑ کر کھا لیا تھا، کہا یہ غلطی واقعی ہوئی ہے، فرمایا یہ اُسی کا نتیجہ ہے، ہر انسان تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اولاد پر بھی اثر پڑتا ہے، تقویٰ اختیار نہیں کرتا تو اولاد پر بھی بڑا اثر پڑتا ہے۔

آج بہت سے گھروں میں اب تو حالت یہاں تک آ گئی ہے کہ کہنے والے کو شرم آتی ہے ان باتوں کو بیان کرنے کی۔ بہت سے ہمارے گھروں میں ٹی وی چل رہے ہیں، وی سی آر چل رہے ہیں، یہ کیسٹیں آ گئی ہیں جس میں فحش گانے ہوتے ہیں، فحش ڈرامے ہوتے ہیں، یہ آج ہمارے گھروں میں ایک تفریح کا سامان ہو رہا ہے یہ تو پتا اُس دن چلے گا جب آنکھیں بند ہوں گی اور پیشی ہوگی، تفریح کا سامان تھا یا عذاب کا سامان تھا؟ جب پتا چلے گا، آج تو ہم چونکہ ہمارے دل کے اندر دُنیا چھائی ہوئی ہے، دُنیا کی محبت چھائی ہوئی ہے، اس واسطے ہمیں کچھ پتا نہیں چلتا۔ اگر آخرت کی فکر سوار ہو تو اس کے نزدیک بھی نہ جائے انسان۔

ابن آدم کئی قسموں کا زنا کرتا ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور آنکھوں کا زنا یہ ہے کہ غیر محرم کو دیکھنا اور کان بھی زنا کرتے ہیں، اُن کا زنا یہ ہے کہ غیر محرم سے بے حیائی کی باتیں کرنا اور دل اور دماغ بھی کرتے ہیں ایسے بے حیائی کی باتیں سوچنا اختیاری طور پر اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں کہ کسی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں کہ کسی جگہ جانا برائی کی نیت سے تو پاؤں کا زنا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق ہم جب بھی کسی غیر محرم کو دیکھیں گے، آنکھ کا زانی لکھا جائے گا ہمارے اعمال نامے میں۔ آپ کو معلوم ہے ناں؟ کہ ہمارے دونوں کندھوں پر فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں، دائیں کندھے پر نیکیاں لکھنے والے بیٹھے ہیں، بائیں کندھے پر گناہ لکھنے والے بیٹھے ہیں۔ جب بھی انسان کچھ کرتا ہے لکھ لیتے ہیں۔ جب تک توبہ نہیں کرتا وہ لکھا رہتا ہے۔ تو ہم نے کسی غیر محرم کو دیکھ کر اپنے اعمال نامے میں اندراج کرا دیا کہ میں نے آنکھ کا زنا آج کیا ہے۔ ایک دفعہ کیا ہے، دو دفعہ کیا ہے، چار دفعہ کیا ہے۔ سب لکھا جاتا ہے، اس طرح کان کا، اس طرح زبان کا، اسی طرح ہاتھ کا، اسی طرح پاؤں کا۔
جب آدمی ٹی وی دیکھتا ہے اُس میں غلط پروگرام دیکھتا ہے، وی سی آر دیکھتا ہے غلط چیزیں دیکھتا ہے تو آنکھوں کا زنا بھی ہو رہا ہے، کانوں کا زنا بھی ہو رہا ہے، اگر وہ باتیں کسی کو بیان کر رہا ہے تو زبان کا زنا بھی ہو رہا ہے، دل و دماغ میں جو باتیں سوچ رہا ہے دل و دماغ کا زنا ہو رہا ہے، ہاتھ سے اُس کو چلاتا ہے ہاتھ کا زنا ہو رہا ہے،

پاؤں سے جا کے وہاں بیٹھتا ہے، وہ زنا ہو رہا ہے اور پھر اس قدر ہماری اولادیں، اب ہمارے اختیار سے باہر ہو رہی ہیں، اس قدر بے حیائی کے ان کو سبق مل رہے ہیں، اس قدر وہ ہمارے نافرمان ہو رہے ہیں کہ آج ہمارے سامنے وہ گناہ کرتے ہیں اور ہمیں اختیار نہیں ہوتا، ہمیں اتنی ہمت نہیں کہ انہیں روکیں۔ یہ ہمارے عقل کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں۔

گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ جو آدمی گانے باجے سنتا ہے یہ گانا بجانا سننا جو ہے، فرماتے ہیں یہ دل کے اندر نفاق اس طرح بوتا ہے، بڑھاتا ہے، جس طرح زمین کے اوپر پانی دیا جائے تو کھیتی اوپر اُٹھتی ہے، جب کھیتی اُگانے میں پانی مدد کرتا ہے اسی طرح گانا جو ہے نفاق کو پیدا کرنے میں، بڑھانے میں مدد دیتا ہے اور نفاق آ جائے تو ایمان چلا جاتا ہے، اسلام چلا جائے گا تو آج تقویٰ انسان کو اختیار کرنا چاہیے۔ فکر آخرت اختیار کرنی چاہیے جہاں تک ہو سکے جہاں تک ہو سکے، اپنی کوشش پوری کرے انسان کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرنی ہے اور اگر کروں گا تو مرنے کے وقت سے عذاب شروع ہو جائے گا، جان بھی مشکل سے نکلے گی، جان نکل کر بڑی سخت تکلیف ہوتی ہے۔ جو اللہ کا مقبول ہوتا ہے اس کی جان تو اس طرح نکلتی ہے جیسے مشک سے پانی کا قطرہ نیچے گر جاتا ہے یا آٹا ہو اُس کے اندر بال ہو آرام سے نکال لیتے ہیں۔

نافرمان کی روح سختی سے قبض کی جاتی ہے

لیکن جو نافرمان اور سرکش اور باغی ہو، مشرک ہو، کافر ہو، اُس کی جان بڑی سخت نکلتی ہے، بڑی تکلیف ہوتی ہے، ملک الموت بڑی بری شکل میں آتے ہیں، بال کھڑے ہوتے ہیں، سیاہ رنگ ہوتا ہے، آنکھوں سے، ناک سے، منہ سے آگ نکل رہی ہوتی ہے، بڑی ڈراوٴنی آواز سے بولتے ہیں، بڑی سختی سے جان کھینچتے ہیں۔ فرماتے ہیں جیسے گیلی روئی کے اندر کانٹے دار سلاخ دار کھینچے تو روئی تار تار ہو جاتی ہے اس طرح ساری روح کو کھینچتے ہیں، بڑی تکلیف ہوتی ہے اس کو جس کی روح کھینچی جا رہی ہے، آج جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر اعتبار کیا جائے تو ٹھیک ہے، پھر عالم برزخ میں قبر کا عذاب الگ ہے، بچھوؤں کا عذاب ہے، سانپوں کا عذاب ہے، قبر کا بھینچنا الگ ہے، پھر ایک دوزخ کی طرف کھڑکی یا دروازہ کھل جانا اُس میں سے گرم ہوائیں آ رہی ہیں، بدبودار ہوائیں آ رہی ہیں، تکلیف ہو رہی ہے، کوئی ایک عذاب ہے اور پھر آخرت کا عذاب، دوزخ کا عذاب اس کا تو پوچھنا ہی کیا۔

اصل خوشی آخرت کی خوشی ہے

تو جو شخص یہ چاہے کہ میرا مرنا بھی سنور جائے، میری قبر بھی سنور جائے، عالم برزخ میرا ٹھیک ہو جائے، قیامت کے میدان میں مجھے تکلیف نہ ہو اور اعمال نامے بھی نیکیوں کے میرے بھاری ہو جائیں وزن اور پل صراط سے نجات ہو، اسی کا آج فکر کرنا چاہیے کہ آج میں اپنا اُلو ٹھیک کر لوں تو میرا کام بن جائے گا ورنہ پھر رسوائی ہوگی، ذلت ہوگی، عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، یہ تو ہم دُنیا کے چند دن کے

عیش کو دیکھ کر بڑے رنجیدہ جاتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''انما العیش عیش الآخرۃ'' اگر کوئی خوشی کی چیز ہے تو آخرت کی خوشی یہاں کوئی خوشی، خوشی نہیں ہے۔ یہاں کی خوشی ہے مبدل بہ صدغم۔ ایک خوشی کے ہزاروں غم اُس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اس واسطے ہمیں دن رات یہ فکر کرنی چاہیے، دن رات یہ تہیہ کرنا چاہیے کہ دُنیا کے اندر جب تک رہنا ہے جائز کام کریں، ناجائز چھوڑ دیں، حلال اختیار کریں، حرام چھوڑ دیں۔ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ان کو چھوڑ دیں جن سے خوش ہوتے ہیں وہ کرتے رہیں، پھر آپ کسی شعبہء زندگی میں ہوں آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، چاہے ملازمت ہو، چاہے تجارت ہو، چاہے زراعت ہو، چاہے کوئی پیشہ صنعت وحرفت ہو، ہر جگہ آپ کی دُنیا پھر دین بن جائے گی، اگر حکم کے مطابق چلے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

تعلق مع اللہ

وعظ بتاریخ: 20-7-93

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ. وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

''وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ''

موٗمن کامل کی علامت

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ جل شانہ اپنے موٗمن کامل کی تعریف کرتے ہیں کہ جو موٗمن کامل ہیں تو وہ اللہ کی محبت میں بڑے مضبوط ہوتے ہیں، ان کے دل میں اللہ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی ہے، تو معلوم ہوا کہ اس محبت کو ہمیں اپنے دل کے اندر پیدا کرنا چاہئے۔

حصولِ محبتِ الٰہی کے لیے دعائیں: پہلی دُعاء

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دعائیں مانگی ہیں محبت کی۔

اللھم انی اسئلك حبك وحب من یحبك وحب عمل یقربنی الی حبك

یا اللہ میں آپ کی آپ سے محبت مانگتا ہوں اور جس شخص کو آپ سے محبت ہو اس کی بھی محبت مانگتا ہوں اور جو عمل آپ کی محبت کا ذریعہ بن جائے اس عمل کی بھی محبت مانگتا ہوں۔ تو معلوم ہوا کہ محبت مانگنی چاہئے محبت پیدا کرنی چاہئے۔

دوسری دُعاء

اللھم اجعل حبك احب اِلَیَّ من نفسی واھلی ومن المآء البارد۔

اے اللہ میں آپ سے آپ کی محبت کا سوال کرتا ہوں آپ مہربانی فرما کے اپنی محبت اتنی میرے دل میں بھر دیجئے کہ جان سے بھی زیادہ ہو اہل وعیال سے بھی زیادہ ہو اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ہو۔ یہ مانگ رہے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تیسری دُعاء

اللھم اجعل حبك وحب من ینفعنی الی حبك۔

یا اللہ جو چیز بھی آپ کی محبت کے لئے مفید ہو وہ چیز مجھے عطا فرما دیجئے۔ تو محبت جب حضور مانگ رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ بڑی اونچی چیز ہے جو مانگ رہے ہیں۔

حکیم الامت کی عمر بھر کا وعظ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں میرا تو عمر بھر کا ایک ہی وعظ ہے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو جائے محبت نیک اعمال کیلئے روح رواں ہوتی ہے اور خوف گناہوں کے چھوڑنے میں مدد دیتا ہے تو فرماتے ہیں ساری عمر کا میرا ایک ہی وعظ ہے۔ عنوانات بیان کے مختلف ہوتے ہیں نتیجہ ایک ہی ہوتا ہے کہ اللہ کی محبت پیدا ہو جائے اللہ کا خوف دل میں پیدا ہو جائے تو معلوم ہوا کہ محبت بڑی ضروری چیز ہے۔

محبت کے تین اسباب ہیں کمال، جمال، نوال

اور آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں انسان کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کی تین وجوہات ہوتی ہیں یا تو وہ بڑا صاحب کمال ہو کسی فن میں، چاہے دین کے علم میں چاہے دنیا کے علوم میں، کئی کمالات ہوتے ہیں کوئی بڑا کامل شخص ہے اس کے کمال کی وجہ سے اس سے محبت ہے، شعروشاعری ہے، بڑی قوت بیانیہ ہے۔ صنعت وحرفت ہے، کمال ہے اس کے اندر، اس واسطے اس سے محبت ہوتی ہے۔ یا کوئی شخص ہمارے ساتھ احسان کرتا ہو، ہمارے کام بنا دیتا ہے ہمارے کام کرتا ہے

اس سے سوال کرتا ہے تو وہ ہماری مدد کرتا ہے وقتاً فوقتاً ہمارے اوپر احسان کرتا رہتا ہے اس کے احسانات کی وجہ سے اس سے محبت ہوتی ہے، یا کوئی صاحب جمال ہوتا ہے کوئی خوبصورت ہے اس کی خوبصورتی کی وجہ سے محبت ہوتی ہے، تو دنیا میں تین اسباب ہیں جن کی وجہ سے محبت ہوتی ہے یا تو صاحب کمال ہے یا صاحب جمال ہے یا صاحب نوال ہے۔ کہ بڑی ہماری مدد کرتا ہے بڑے احسان کرتا ہے۔ آپ غور فرمائیں حق تعالیٰ شانہ خالق ہیں ساری کائنات کے دنیا میں جتنے بھی صاحب کمال گزرے ہیں یا ہوں گے ان کو کمال دینے والا کون ہے؟ اگر آپ کہیں انہوں نے اپنی عقل سے اپنی سمجھ سے اپنے تجربہ سے یہ کمال کئے ہیں تو عقل دینے والا کون ہے؟ دماغ دینے والا کون ہے؟ ہاتھ دینے والا کون ہے؟ آنکھیں دینے والا کون ہے؟ قوت بیانیہ کس نے دی؟ خالق وہی ہیں ہمارے ہر عضو کے وہ خالق ہیں تو جس کو بھی جو کمال ہوگا وہ اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہوگا۔ تو جو اللہ تعالیٰ اتنے سارے کمال پیدا کرسکتا ہے تو خود کتنے صاحب کمال ہوں گے وہ؟ سوچے انسان، تو معلوم ہوا کہ جب دوسرے شخص سے کمال کی وجہ سے محبت پیدا ہوتی ہے تو جو تمام دنیا کے اہل کمال کو بنانے والے ہیں ان سے محبت زیادہ ہونی چاہئے۔

اسی طرح کوئی ہمارے ساتھ احسان کرتا ہے ہمارا کام کرتا ہے ہماری مدد کرتا ہے ہمیں اس سے محبت ہوجاتی ہے حق تعالیٰ جل شانہٗ پیدائش سے لے کر آج تک ہماری مدد کررہے ہیں اور اتنی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں کہ ان کا اعلان ہے ''وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا'' اگر تم میری نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم گن نہیں سکو گے۔ تو جو ذات گرامی ہمارے ساتھ ان گنت احسان کررہی ہو اس ذات گرامی سے محبت سب سے زیادہ ہونی چاہئے۔

اسی طرح کسی سے جمال اور خوبصورتی کی وجہ سے محبت ہوتی ہے تو جس نے اس دنیا میں اتنے حسین لوگوں کو پیدا کردیا تو خود کتنی حسین ذات گرامی ہوگی۔

ایک عورت کو اپنی ہم جنس عورت گوارا نہیں، تو پھر محبت الٰہی میں غیر کیوں؟

ایک دفعہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے ایک عورت پردے کے ساتھ حاضر ہوئی اور آ کے عرض کیا کہ اے حضرت کیا ایک بیوی کی موجودگی میں شوہر دوسرا نکاح کرسکتا ہے؟ تو جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں کرسکتا ہے۔ دو نہیں تین بلکہ چار تک شریعت نے اجازت دی ہے شرط یہ ہے کہ انصاف سب سے کرنا پڑے گا اور انصاف نہیں کرسکتا تو پھر دو بھی نہیں چاہییں اس کو۔ اب اس عورت کا مقصد حاصل نہیں ہوا پھر اس نے کہا حضرت اگر شریعت اجازت دیتی تو میں اپنا نقاب اٹھا کے آپ کو دکھاتی کہ ایسی حسینہ اور جمیلہ عورت کے ہوتے ہوئے انسان دوسرا نکاح کرسکتا ہے؟ اس نے تو یہ الفاظ کہے اور حضرت جنید بغدادیؒ یہ الفاظ سنتے ہی بے ہوش ہوگئے۔ وہ عورت بھاگ گئی چلی گئی ایسا نہ ہو کہ میرے اوپر کوئی الزام آجائے، جب حضرت کو ہوش آیا تو فرمایا کہ ایک عورت اپنی ہم جنس کو اپنے گھر میں برداشت کرنے کو تیار نہیں ہے تو حق تعالیٰ جل شانہ جس دل کے اندر آجائیں وہاں غیر کو کیسے برداشت کرسکتے ہیں؟ اس کے بعد فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ جل شانہ اپنے تمام حجابات اپنے تمام پردے اٹھالیں اور حق تعالیٰ شانہ کی زیارت ہوجائے تو دنیا میں کوئی حسین حسین معلوم نہ ہوا تنے وہ حسن والے ہیں۔

کتنی محبت مطلوب ہے

تو بات یہ چل رہی تھی کہ دنیا میں انسان کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو وہ صاحب کمال ہوتا ہے یا صاحب جمال ہوتا ہے یا صاحب نوال ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ سب سے زیادہ کمال والے جمال والے عطا کرنے والے ہیں۔ اس واسطے ان سے محبت سب سے زیادہ ہونی چاہئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کتنی محبت ہو کہ انسان پورا فرمانبردار کہلایا جاسکے۔ یوں تو دنیا کے اندر مال کی محبت ہے، دولت کی محبت ہے، مکانات کی محبت ہے اعزہ واقرباء کی محبت ہے۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ان کی محبت ہم نے پیدا کردی ہے لیکن ساتھ یہ فرماتے ہیں کہ ہماری محبت ان سب سے زیادہ ہونی چاہئے، حق تعالیٰ کی محبت اَشَدّ اور اَحَبّ ہونی چاہئے۔ اس کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب ایک طرف اللہ کا حکم ہے ایک طرف مخلوق، بیوی یا بچے، دوست یا احباب یا برادری اس حکم کے خلاف کہتی ہے، اگر اس کے دل کے اندر اللہ کی محبت زیادہ ہے تو یہ اللہ کا کہنا مانے گا مخلوق کا کہنا نہیں مانے گا یہ نشانی ہے محبت کی یہ امتحان ہے وہی شخص پکا فرمانبردار ہوگا جس کے دل کے اندر اللہ کی محبت زیادہ ہوگی تمام مخلوق سے۔

اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی محبت مانگتے ہیں۔

اللھم اجعل حبك احب الی من نفسی واھلی ومن المآء البارد

یا اللہ میں آپ سے وہ محبت مانگتا ہوں جو بیوی بچوں سے بھی زیادہ ہو، میری اپنی جان سے بھی زیادہ ہو، ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ہو اور ٹھنڈے پانی کو ہم تو معمولی سمجھتے ہیں عرب میں بڑی گرمی ہوتی تھی جیسے آج کل ہمارے ہاں

ٹھنڈے پانی کے سامان ہیں وہاں نہیں ہوتے تھے تو ٹھنڈا پانی بڑی غنیمت سمجھا جاتا تھا ایک آدمی ایک بڑی سخت گرمی میں سفر کرکے آرہا ہو بڑی پیاس لگی ہوئی ہے۔ بڑی شدت کی پیاس گرمی کا موسم، گرمی سے آیا ہے آپ اس کو ٹھنڈا پانی مشک سے پلائیں گے، تو اس کی جان آجائے گی، رگ رگ میں جان تازہ ہوجاتی ہے اس واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رگ رگ جو اس کی سیراب ہوجاتی ہے جان آجاتی ہے اس سے بھی زیادہ محبت یا اللہ مجھے آپ کی چاہئے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی عجیب وغریب دُعاء

اسی مضمون کو دیکھ کے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ کعبہ شریف کا غلاف پکڑ کر یوں دعا مانگ رہے تھے کہ یا اللہ جس طرح پیاسا ٹھنڈے پانی کو چاہتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے یا اللہ آپ کی پیاس اس سے بھی مجھے زیادہ ہو۔ جس طرح یہاں ٹھنڈے پانی کی طلب میں ہوتا ہے کہ ٹھنڈا پانی کہیں سے مل جائے یا اللہ آپ کی پیاس محبت کی اس سے بھی زیادہ ہونی چاہئے

پیاسا چاہے جیسے آوے سرد کو
تیری پیاس اس سے بھی بڑھ کر مجھ کو ہو

تو جس طرح ایک بہت پیاسا ٹھنڈے پانی کو پی کر اس کی رگ رگ میں سیرابی آجاتی ہے نئی جان آجاتی ہے اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کے عاشق ہیں، اللہ تعالیٰ کے صدق کی محبت ان کو حاصل ہے وہ اللہ کا نام لینے سے بھی ان کو ایسا محسوس ہوتا ہے۔

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

اللہ کا نام ایسا میٹھا ہے کہ میری تمام جان میٹھی ہوجاتی ہے۔

سائیں توکل شاہ اور محبت الٰہیہ

سائیں توکل شاہ صاحب ہندوستان میں انبالہ ہے وہاں تھے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ مولوی جی کیا بتاؤں جب میں اللہ کا نام لیتا ہوں تو میرا منہ میٹھا ہوجاتا ہے۔ مولوی جی شک نہ کرنا بالکل ایسے جیسے گڑ اور شکر سے میٹھا ہوتا ہے۔ ایک تو معنوی ہوتی ہے یہ حسی حلاوت محسوس ہوتی ہے اللہ والوں کو۔ آپ نے نام سنا ہوگا حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اب ان کا وصال ہوگیا ہے مدینہ منورہ میں چھ مہینہ وہاں رہتے تھے چھ مہینہ یہاں رہتے تھے پشاور میں ان کی خانقاہ ہے حضرت مولانا تھانویؒ کے خلفاء میں سے تھے اور ان کی حالت یہ تھی کہ اکثر ان پر گریہ طاری رہتا تھا میں نے ان سے پوچھا حضرت آپ کو گریہ طاری رہتا ہے کس بات کو سوچ کے گریہ طاری رہتا ہے فرماتے ہیں کبھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہوتا ہے کبھی اللہ تعالیٰ کے احسانات سوچ کے اس سے گریہ طاری ہوجاتا ہے۔

اللہ کا نام شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہے

ایک دفعہ سکھر میں تشریف لائے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ سائیں توکل شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرا منہ میٹھا ہوجاتا ہے آپ کا کام تو ہے کوئی نہیں آپ ہر وقت تسبیح پڑھتے رہتے ہیں ہر وقت ذکر میں رہتے ہیں، تو آپ کو بھی محسوس ہوتی ہوگی یہ حلاوت؟ انہوں نے فرمایا کہ گڑ شکر کیا شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہوجاتا ہے سکھر میں ہمارے ایک دوست ہیں ان کا حال یہ ہے کہ میں جب اللہ کا نام لیتا ہوں تو منہ تو کیا سارے جسم کے بال بال کی جڑ ایسی ہوتی ہے کہ شہد بھر گیا ہے اس میں یہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی کو عطا فرمادیتے ہیں۔

عاشقوں کی شان

تو عاشقوں کی شان اور ہوتی ہے تو فرماتے ہیں کہ عاشق لوگ جب اللہ کا نام لیتے ہیں تو ان کا نام لینے سے ان کو بڑا مزہ آتا ہے ان کی حالت بدل جاتی ہے ان کو بہت پیار محسوس ہوتا ہے۔

اللہ اللہ این چہ شیرین است نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

نام تو چون بر زبانم می رود

اے اللہ جب آپ کا نام میری زبان پر آتا ہے

ہر بن مو از عسل جوئے بود

ہر بال کی جڑ شہد کی نہر بن جاتی ہے۔ یہ لوگ محسوس کرتے ہیں ہم آپ محسوس نہ کریں تو ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ کا نام ہم لیتے رہیں۔ بس یہی کافی ہے۔

مجنوں کی حکایت آپ نے سنی ہوگی کہ ایک دفعہ مجنوں صحراء میں بیٹھا ہوا ریت کو صاف کر کے انگلی سے کچھ لکھ رہا تھا کسی نے پوچھا مجنوں یہ کیا کر رہے ہو ریت کو تو نے کاغذ بنایا ہوا ہے انگلی کو قلم بنایا ہوا ہے یہ کیا کر رہے ہو؟ کس کے نام خط لکھ رہے ہو؟ تو وہ جواب دیتا ہے۔

مشق نام لیلیٰ می کنم
خاطر خود را تسلی می دہم

میں لیلیٰ کا نام لکھ رہا ہوں اس سے میرے دل کو تسلی ہو رہی ہے۔ یہ حکایت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرما کر فرماتے ہیں۔

نام لیلیٰ ....

ارے لیلیٰ سے بھی اللہ کا نام کم ہو جائے کیا؟

ان کے دربار میں تو انسان گیند کی طرح ہو جائے، گیند کو بچے جدھر پھینکتے ہیں ادھر چلی جاتی ہے۔ انسان کو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بعد ایسا ہو جانا چاہئے، جیسے چاہیں اللہ تعالیٰ ویسے انسان ہو جائے۔

نام تو برزبانم می رود
ہر بن مو از عسل جوئے بود

تمام مخلوق سے بڑھ کر اللہ سے محبت ہو

تو فرماتے ہیں کہ محبت اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے زیادہ ہونی چاہئے جب کہا جائے گا کہ یہ محبت اس کو حاصل ہے۔ یہ بات اس پر کرلی تھی کہ محبت انسان کے اندر ہو تو کتنی ہونی چاہئے؟ اس کی ایک حد بتا دی ہے تمام مخلوق سے زیادہ، اللہ کی محبت ہو، اور اس کی نشانی یہ ہے کہ مخلوق کی وجہ سے اللہ کا حکم ٹوٹے نہیں، ایک انسان کا دل کرتا ہے کہ یہ کام کروں یہ دیکھوں یہ کھاؤں یہ سنوں اس کو ہاتھ لگاؤں دل چاہتا ہے اگر اللہ کی محبت اس کے دل میں زیادہ ہے تو لاکھ دل چاہے دل کی خواہش کو توڑ دے گا اور جو اللہ کا حکم ہوگا وہ مانے گا کوئی غیر محرم آرہی ہے اس کو دیکھنے کا بڑا دل چاہتا ہے لیکن نہیں دیکھتا چاہے سو دل چاہے اللہ کی محبت زیادہ ہے تو نہیں دیکھتا۔ کہیں گانے کی آواز آرہی ہے سو دل چاہے کہ میں اس کو کان لگاؤں لیکن کان لگاتا نہیں ہے تو اس کو اللہ کی محبت زیادہ ہے۔

ایک نیک پولیس افسر کی فکر آخرت

ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے پہلے ڈی ایس پی تھے مجید الظفر نام تھا ان کا۔ جب انسپکٹر تھے اس وقت اس کو کوئی نیک صحبت ملی نہیں تھی اسی دوران نیک صحبت مل گئی تو اللہ کے مقبول کے پاس پہنچ گئے۔ دل کے اندر فکر پیدا ہو گیا کہ مرنا ہے مرنے کے بعد میں کیا جواب دوں گا؟ میں نے اتنی رشوتیں لی ہیں اس کا کیا بنے گا قیامت کے دن؟ پکڑا جاؤں گا کوئی میری نماز لے جائے گا کوئی روزہ لے جائے گا کوئی صدقات خیرات لے جائے گا کوئی حج لے جائے گا تو میں کیا کروں گا؟ خالی ہاتھ رہ جاؤں گا فکر پیدا ہو گیا۔ ان بزرگوں سے پوچھا کہ میں کیا علاج کروں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ حقوق العباد ہیں ان کو تو ادا کرنا پڑے گا۔ پہلے تو تنخواہ سے بھی زیادہ آمدن رشوت کی ہوتی تھی اب صرف آمدن رہ گئی تنخواہ کی اب اس تنخواہ میں سے جو جو بھی حقوق والے تھے ان کو جا کے ادا کرتے جتنا بھی ہو سکتا ایک تانگے والے سے رشوت لی ہے پیسے ہاتھ میں لئے ہیں ان کے گھر جا رہے ہیں بھائی یہ میں نے تم سے رشوت لی تھی یہ پیسے لے لیں مجھے اللہ کے لئے معاف کر دیں اس طرح کرتے کرتے سارے اہل حقوق کے حق ادا کئے یہ فکر آخرت تھی کہ وہاں مواخذہ نہ ہو وہاں پکڑ نہ ہو۔

فکر آخرت کا دوسرا واقعہ

ہمارے سکھر میں حکیم ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے ان کے دوست تھے حضرت نے آم کا موسم تھا ان کو آم بھیجے، ملاقات کے وقت کہا کہ دو سال سے میں نے آم نہیں کھائے تھے میں اپنے پیسے اہل حقوق کو دیتا تھا آج آپ نے آم بھیجے میں نے آم کھائے یہ فکر آخرت تھی۔

گناہ سے بچنے پر انعام

وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رات کو لیٹا تو ایک طرف گانے کی آواز آرہی تھی، نفس کا بڑا تقاضہ تھا کہ میں گانا سنوں لیکن میں نے کہا کہ نہیں سننا بار بار نفس تقاضہ کرتا رہا میں نے کہا نہیں سننا نہیں سننا میں نے بالکل کان اس کی طرف نہیں لگایا زبردستی کان کو روکے رکھا حتی کہ پھر مجھے نیند آگئی نیند میں مجھے زیارت ہوئی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مجاہدے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انعام عطا فرمادیا جس پر لاکھوں کروڑوں نعمتیں قربان۔

اسی واسطے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میرے پاس وہ آئے جس نے اپنے نفس پر آرے چلانے ہوں، اپنی خواہشات کو مٹانا ہو۔

تو جب اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہوتی ہے سخت ہوتی ہے تو دل کتنا بھی چاہے تو دل کو توڑ دیتا ہے خواہشات کو مٹا دیتا ہے اللہ کی مرضی پر عمل کرتا ہے۔

اس واسطے فرماتے ہیں کہ مخلوق کی تمام محبتوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہونی چاہئے۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ دوسروں سے محبت بالکل نہ ہو ان کے حقوق ادا نہ ہوں۔ وہی اللہ جس نے پوری مخلوق کو پیدا کیا ہے اس نے ماں باپ کے حقوق بھی بتادیئے ہیں، بیوی بچوں کے حقوق بتادیئے ہیں بھائی بہنوں کے حقوق بتادیئے ہیں ہمسائے کے حقوق بتادیئے ہیں مسلمانوں کے حقوق بتادیئے ہیں یہاں تک کہ جانوروں کے حقوق بتادیئے ہیں۔ تو ان حقوق کو بھی ادا کرنا ہے۔

اللہ کے حکم کے خلاف مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے

اب فرض کرو کہ کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ کے خلاف چلانا چاہے فرمایا: لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق. جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ٹوٹ رہا ہو وہاں کسی مخلوق کی بات نہیں ماننی ہے اگر ماں باپ اللہ کے حکم کے خلاف چلانا چاہیں تو ان کا یہ حکم نہیں ماننا ہے ورنہ حکم یہ ہے کہ ”فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا“ ماں باپ کے ساتھ اُف بھی نہیں کرنا ان کو جھڑکنا بھی نہیں ”وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾“ نرم بات کرنا ہے۔

یہاں تک فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک نظر ماں باپ پر اس طرح ڈالے کہ ماں باپ خوش ہوجائیں اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملتا ہے۔

تو جہاں اللہ تعالیٰ نے حقوق العباد متعین فرمائے ہیں تو وہاں اپنا حق بھی محفوظ فرمایا ہے تو جب مخلوق کی وجہ سے اللہ کا حق ٹوٹے تو اس کو توڑنا نہیں چاہئے، اللہ کا حکم سر پر رکھنا چاہئے تو زیادہ محبت اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہئے تمام مخلوق سے۔

تو معلوم ہوا کہ نافرمانی سے وہ شخص بچے گا جس کے دل کے اندر اللہ کی محبت زیادہ ہوگی۔

سلطان محمود غزنوی اور ایاز کا واقعہ

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے سلطان محمود کا، سلطان محمود غزنوی ان کے بہت عجیب عجیب واقعات ہیں، بڑے نیک بادشاہ تھے بادشاہوں کا حال بھی عجیب ہوتا ہے کبھی کبھی امتحان کیلئے کیا کیا باتیں کرتے ہیں۔

ایک دفعہ دربار لگا ہوا تھا وہاں وزراء وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے ان کے ایک خادم تھے ایاز نام تھا ان کا وہ بڑا چہیتا تھا خادم ایاز۔ ان کی بڑی قدر تھی۔ یہ بڑے بڑے وزیر جلتے تھے کہ ہم اتنے بڑے وزیر ہیں ہماری قدر بادشاہ کے دل میں اتنا نہیں ہے جتنا ایاز کی ہے، ایسے کئی دفعہ کئی کئی امتحان بھی ہوتے تھے ایاز کے تو دربار لگا ہوا ہے ایک بہت قیمتی پتھر، ہیرا موتی خزانے سے منگوا کے رکھا، جو سب سے بڑا وزیر تھا اس کو حکم دیا کہ اے وزیر اس کو توڑ دو، وہ جانتا تھا یہ بڑا قیمتی موتی ہے ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہو گیا کہ حضور میں آپ کا نمک حلال ہوں میں آپ کا وفادار ہوں میں آپ کا نقصان نہیں کرنا چاہتا مجھے معاف کر دیجئے میں توڑ کے اس موتی کو سارا خراب کر دوں گا اتنی قیمتی چیز آپ کے خزانے کی ضائع ہو جائے گی مجھے معاف کر دیجئے۔

سلطان محمود نے دوسرے وزیر کو کہا اب وہ جواب تو سن ہی چکے تھے کہ میں اگر توڑ دوں گا میں بھی بادشاہ کا نقصان کروں گا اس نے بھی یہی جواب دیا حتیٰ کہ سارے وزیروں نے یہی جواب دیا کہ حضور مجھے معاف کر دیں میں نہیں توڑتا، میں آپ کا نقصان نہیں کرنا چاہتا آپ کا نمک حلال ہوں میں آپ کا وفادار ہوں مجھے معاف کر دیجئے میں اپنے ہاتھوں اتنا نقصان نہیں کرنا چاہتا سب نے اپنی طرف سے وفاداری کا ثبوت دیا۔

ایاز کو، اپنے غلام کو بلایا، ایاز اس کو توڑ دو، اس نے ایک پتھر اٹھایا اس کو توڑ دیا اب سارے دربار میں سناٹا چھا گیا۔ کہنے لگے ایں چہ بے باکیست...... یہ تو بڑا بے باک ہے، یہ بڑا ناقدر شناس ہے اتنا قیمتی ہیرا اور موتی توڑ دیا اس نے ایک دم شور مچ گیا۔

عبدیت یہی ہے

اب سلطان محمود نے کہا کہ اے ایاز تو نے کیوں توڑا اس کو؟ اب دیکھئے گا حضور مجھ سے غلطی ہوئی معاف کر دیجئے جیسے حضرت آدمؑ سے غلطی ہوئی تو فرمایا کیوں غلطی کی؟ کہا ''رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ﱇ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾'' عبدیت یہی ہوتی ہے اپنا قصور سمجھ کے معافی مانگ لے۔ اچھا اس کا جواب دو کیوں توڑا ہے تم نے؟ یہ سارے وزیروں نے نہیں توڑا تم نے کیوں توڑا؟ اب وہ وزیروں کی طرف متوجہ ہو کر خادم یہ ایاز کہتا ہے۔

گفت ایاز اے مہتران نام ور
امر شاہ بہتر یا قیمت بہ گوہر

اے نام ور وزیرو! میں آپ سے پوچھتا ہوں یہ موتی قیمتی ہے یا بادشاہ کا حکم قیمتی ہے؟ تم نے موتی کو قیمتی سمجھتے ہوئے نہیں توڑا لیکن بادشاہ کا حکم توڑا ہے، میں نے بادشاہ کا حکم نہیں توڑا موتی توڑا ہے ایسے موتی اور بھی آ سکتے ہیں۔

اب مولانا نے یہ مثال دے کے مولانا رومی جو مثال دیتے ہیں سمجھانے کے لئے دیتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ ایسے ہی ہمارے دل ٹوٹتے ہیں ٹوٹ جائیں مگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ٹوٹے دل کی وہ خواہشات جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، دل کی وہ قیمتی چیزیں جو تمہارے دل کے اندر ہیں یعنی خواہشات نفسانی کتنی بھی ہیں، کسی کو دیکھنے کے تقاضے ہوں، سننے کے تقاضے ہوں، چکھنے کے تقاضے ہوں ہاتھ لگانے کے تقاضے ہوں، کتنے بھی تقاضے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف بہکاتے ہوں ان کو قیمتی پتھر سمجھو اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب کو توڑ دو، کتنا بھی زیادہ سے

زیادہ تقاضہ ہورہا ہے لیکن اللہ کا حکم اللہ کی محبت آپ کے دل کے اندر زیادہ ہے تو آپ پروانہیں کریں گے، نہیں دیکھیں گے، نہیں کسی کی بات سنیں گے، جو بتائے حرام چیزیں۔ تو فرماتے ہیں چاہے کتنے بھی تقاضے شدید ہوں ان سب کو اللہ کے حکم سے توڑدوان کی پروانہ کرو۔

محبت والے ہی اہل دل ہوتے ہیں

اس واسطے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ مانگ رہے ہیں،

اللھم اجعل حبك احب الی من نفسی واھلی ومن المآء البارد۔

ساری چیزوں سے یا اللہ آپ کی محبت مجھے زیادہ نصیب ہو۔ جب انسان کے دل کے اندر محبت آجاتی ہے پھر وہ دل والا بن جاتا ہے تو ایسے لوگ اہل دل ہوتے ہیں دل کے اندر اللہ کی محبت سمائی ہوئی ہوتی ہے۔

شاہ ولی اللہ کا ایک عجیب واقعہ

ایک دفعہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مغلیہ خاندان کے بادشاہ تھے ان سے کسی بات میں ناراض ہوگئے لیکن اللہ والے کیا پرواکرتے ہیں ان بادشاہوں کی وہ تو بادشاہ حقیقی سے ڈرتے ہیں ان سے لو لگائے ہوتے ہیں تو شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی کی جامع مسجد کے منبر پر چڑھ کر فرماتے ہیں کہ اے بادشاہو! اے مغلیہ خاندانوں کے بادشاہو! تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ یہ کبھی کبھی اللہ والے اللہ کے حکم سے ایسی بات کردیتے ہیں عام طور پر نہیں کرتے۔ خبردار ہوشیار ہوجاؤ سن لو بات میری ولی اللہ کے اندر دل ہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت کے قیمتی جواہرات بھرے

ہوئے ہیں جس طرح تم کسی قیمتی جوہر کو کسی ڈبیہ میں رکھتے ہو اس کو صندوق میں رکھتے ہو اس کے لئے چوکیدار مقرر کرتے ہو کہ چوری نہ ہوجائے اس طرح ولی اللہ کے دل میں اللہ کی محبت کے وہ موتی بھرے ہوئے ہیں اس کی وجہ سے میرے دل کی بھی میری بھی اللہ تعالیٰ حفاظت کریں گے مجھے تم سے کوئی ڈر نہیں ہے یہ اللہ کے بزرگ جو ہوتے ہیں کبھی کبھی ایسا کرتے ہیں عام نہیں کرتے ورنہ وہ جو ہوتے ہیں بادشاہوں کی بھی عزت کرتے ہیں بڑوں کی بھی عزت کرتے ہیں لیکن کبھی کبھی ایسی بات آجاتی ہے تو حقیقت بتادیتے ہیں۔ اب یہ کونسی چیز تھی ان کے دل کے اندر جو بادشاہ کے مقابلے میں اٹھ جاتے ہیں؟ اللہ کی محبت بھری ہوئی تھی۔

تو فرماتے ہیں کہ اہل دل جو ہیں ان کو اہل دل کیوں کہتے ہیں۔ دل تو سب کے اندر ہوتا ہے کافروں کے اندر بھی دل ہے کتے کے اندر بھی دل ہے بلی کے اندر بھی دل ہے لیکن اہل دل کیوں کہتے ہیں۔

تو جب اللہ تعالیٰ کی محبت دل کے اندر سماجاتی ہے اس دل کا حال ہی پھر اور ہوجاتا ہے۔ اس کی ساری پرانی باتیں ختم ہوجاتی ہیں رذائل ختم ہوجاتے ہیں صفات حمیدہ پیدا ہوجاتی ہیں ذکر اور فکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی رہتی ہے بڑھتی رہتی ہے پھر حال بدل جاتا ہے۔

اہل دل کی صحبت سے دلوں کے تالے کھلتے ہیں

حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بعض بے وقوف یہ کہتے ہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، مولانا محمد یعقوب صاحبؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ انہوں نے جب حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑا تو حاجی صاحب چمک گئے فرمایا یہ بڑے احمق ہیں بڑے بیوقوف ہیں ان

سب سے پوچھ کے تو دیکھو۔ فرمایا کہ بات یہ ہے کہ ہم سب علماء حاجی صاحب کے پاس گئے اور حاجی صاحب کی صحبت کے فیض سے حاجی صاحب نے جو ہمیں ذکر بتایا اس کی وجہ سے، ان کی ہمارے لئے جو دعائیں ہوئیں اس کی وجہ سے ذکر ہم کرتے رہے دل کے قفل کھلتے رہے۔ اللھم افتح اقفال قلوبنا بذکرک دُعاء فرمائی جناب رسول اللہ نے یا اللہ ہمارے دل کے قفل اپنے ذکر سے کھول دیجئے۔ فرمایا ہمارے قفل لگے ہوئے تھے کھل گئے۔ ہمارے قفل ٹوٹ گئے دل کھل گئے۔

ہمارے علوم تو تھے لیکن بے جان تھے ان میں جان نہیں تھی، ایمان تھا ہمارا لیکن اعتقاداً تھا عقلی تھا، حالی نہیں تھا یہ، قرآن مجید میں آتا ہے ''وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ'' تم جہاں بھی ہوتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے یہ ہمیں عقیدہ تو تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں لیکن ہمیں محسوس نہیں ہوتا تھا حال کے درجے میں محسوس نہیں ہوتا تھا جب حاجی صاحب کے پاس پہنچے انہوں نے دعائیں کیں ہمارے رذائل کو دور کیا اور صفات حمیدہ پیدا ہوگئیں ذکر کے ساتھ قفل دل کے ٹوٹتے چلے گئے، تو بجائے اس کے ایمان اعتقادی تھا حال کے درجے میں ایمان ہوگیا۔ ''وَهُوَ مَعَكُمْ'' اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہیں پہلے یہ عقیدہ تھا کہ ساتھ ہیں لیکن اب محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں، محسوس ہوتا ہے کہ دل کے اندر اللہ تعالیٰ آگئے ہیں پہلے محسوس نہیں ہوتا تھا یہ حاجی صاحب کی برکت سے ہوا۔

چنانچہ یہ آپ نے کئی دفعہ سنا ہوگا حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے میرے ظاہری کان تو نہیں سنتے لیکن ایسے محسوس ہوتا ہے دل کے اندر کوئی کہہ رہا ہے اب یہ کر، اب یہ کر، اب یہ کر، فرماتے ہیں حضرت حاجی صاحب کی برکت سے یہ ملا ہے۔

تو اہل دل وہ ہوتے ہیں جو اللہ کو دل دے دیتے ہیں اپنی مرضی فنا کردیتے ہیں۔

ایک خوبصورت لطیفہ

اس پر لطیفہ کے طور پر ایک بات یاد آگئی۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے حضرت سے پوچھا کہ حضرت جب اللہ تعالیٰ کی محبت سما جاتی ہے یعنی پوری آجاتی ہے جتنی ہونی چاہئے یعنی نسبت ہوجاتی ہے اللہ تعالیٰ سے، نسبت اللہ تعالیٰ کی نصیب ہوجاتی ہے تعلق خاص نصیب ہوجاتا ہے تو کیا پتہ چل جاتا ہے کہ میں صاحب نسبت بن گیا ہوں؟ کیا پتہ چل جاتا ہے کہ اللہ کی محبت میرے دل کے اندر صحیح طور پر آگئی ہے؟ حضرت نے فرمایا خواجہ صاحب جب آپ بالغ ہوئے تھے تو آپ کو بالغ ہونے کا پتہ چل گیا تھا کہ نہیں چل گیا تھا؟ یا پوچھنا پڑا تھا دوستوں سے کہ بتاؤ میں بالغ ہوگیا ہوں کہ نہیں ہوگیا ہوں؟ محسوس ہوگیا تھا کہ نہیں ہوگیا تھا؟ تو فرمایا اس طرح ایک مدت کے بعد اللہ والوں کے فیضان صحبت سے ذکر اور فکر سے گناہوں سے بچنے سے روح بالغ جب ہوجاتی ہے یہ جب اللہ والی ہوجاتی ہے اس کے اندر پھر جان ہی کوئی اور آجاتی ہے پھر حال ہی اور ہوجاتا ہے پھر کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو دل عطا فرمادیا ہے دل محسوس کرلیتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی معیت ان کا ساتھ ہونا نصیب ہوجاتا ہے۔

پھر ایک اور مثال دی کہ فرمایا کہ ایک بہو حاملہ تھی بچہ پیدا ہونے والا تھا اپنی ساس سے کہتی ہے کہ اماں جب میرا بچہ پیدا ہونے والا ہو تو بتادینا ایسا نہ ہو کہ میں سوتی رہ جاؤں تو ساس نے جواب دیا کہ بیٹی جب تیرا بچہ ہوگا تو خود بھی جاگے گی اور محلہ والوں کو بھی جگائے گی۔

ایک دل میں دو محبتیں نہیں آتیں

اسی طرح فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کی محبت، صحیح درجے کی نسبت والی آجاتی ہے تو خود بھی جاگتا ہے دوسروں کو بھی جگاتا ہے یعنی خود بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کے گن گاتا ہے دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کے واقعات سناتا ہے۔فرماتے ہیں دل اسی کو دینا چاہئے جس نے ہمیں دل دیا ہے۔بس دل ایک ہی ہے دو نہیں ہیں چاہے دنیا کو دے دو یا خدا کو دے دو آگے آپ کو اختیار ہے گناہوں والی زندگی بسر کرو یا نیکی والی زندگی بسر کرو، اللہ کے فرمانبردار بن جاؤ یا اللہ کی نافرمانی کرلو دل ایک ہی ہے ایک دل میں دو محبتیں نہیں آتیں جیسے میں نے ابھی ذکر کیا تھا۔ کہ جنید بغدادیؒ بے ہوش ہوگئے کہ فرمایا کہ ایک عورت اپنی ہم جنس کو برداشت نہیں کرتی اپنے گھر میں، اللہ تعالیٰ بڑے غیور ہیں وہ جس دل میں آنا چاہیں اس میں غیروں کو برداشت نہیں کرتے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا غیور و اللہ اغیر منی۔ فرمایا میں بڑا غیرت مند ہوں اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہیں۔تو جس دل میں آپ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آئے اس دل میں غیروں کی گنجائش پھر نہیں ہوگی، غیروں کو نکالنا پڑے گا پھر آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ آئیں گے۔اسی واسطے آپ نے سنا ہوگا کہ جتنے بھی انسان کے اندر رذائل ہیں، اخلاق رذیلہ ہیں ان کو نکالنا پڑے گا۔

دل سے غیر اللہ کو نکالیں گے تو اللہ تعالیٰ دل میں آئیں گے

ایک شخص کو زمین الاٹ ہوگئی اس میں جھاڑ جھنکاڑ ہیں اب زمین کو آباد کرنے کے لئے جھاڑ جھنکاڑ نکالے گا نہیں کیا؟ یا ویسے بیج بودے گا اگر ویسے بیج

بوئے گا تو ضائع ہوجائے گا، تھوڑا بہت حاصل ہوگا تو ہوگا ویسے ضائع ہوجائے گا۔ سارے جھاڑ جھنکاڑ نکال کے کھیت کو صاف کر کے پھر اس کو ہل چلائے گا پھر بیج بوئے گا تو بڑی بہترین فصل پیدا ہوجائے گی۔اسی طرح انسان کی دل کی بیماریاں دل کے روگ، باطنی رذائل جیسے حسد ہے تکبر ہے، بغض ہے ریا ہے کینہ ہے جھوٹ ہے فریب ہے غیبت ہے مال کی محبت ہے جاہ کی محبت ہے، غصہ میں آدمی حد سے آگے چلا جاتا ہے شہوت میں انسان حد سے آگے چلا جاتا ہے یہ سب رذائل ہیں اور جتنے بھی رذائل ہیں سب اللہ کے غیر ہیں، اللہ کے غیروں کو آپ نکالیں گے اور پھر صفات حمیدہ پیدا کریں گے پھر اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں آئیں گے ورنہ نہیں آئیں گے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے۔

بزرگوں سے حاصل کرنے کی چیز

اسی واسطے ایک دفعہ حضرت تھانوی سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت بزرگوں سے حاصل کرنے کی چیز کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا صرف ایک چیز ہے کہ رذائل کو دور کروائے اوصاف حمیدہ پیدا کروائے، صرف ایک چیز ہے۔باقی عقائد آپ کتابیں پڑھ کے ٹھیک کر سکتے ہیں عبادات کے مسائل کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، معاملات کی خلاف ورزی کروگے تو صاحب معاملہ خود ٹھیک کرلے گا آپ کو یہی حال معاشرت کا ہوتا ہے، اخلاق کا شعبہ ایسا ہے اس میں آکر کسی رہبر کی ضرورت پڑتی ہے وہ آپ کو بتائے گا کہ تم اللہ کے غیروں کو نکالو اور کیا طریقہ ہے دل سے نکالنے کا۔ ایک ایک اللہ کے غیروں کو نکالتے جاؤ نکالتے جاؤ سب غیر نکل جائیں اوصاف حمیدہ پیدا ہوجائیں تو پھر اللہ کی محبت آپ کے دل میں آجائے گی۔

انسان کو باطنی بیماریاں خود معلوم نہیں ہوسکتیں

اسی طرح فرماتے ہیں کہ شیوخ کا بھی یہی کام ہے کہ ایسے ہی جو اعمال باطنہ ہیں ان کو ان کی ترغیب دیں کہ رذائل کو دور کیا جائے اوصاف حمیدہ پیدا کئے جائیں، یہ ایک ہی کام ہے۔ اس واسطے حضرت نے فرمایا کہ انسان کو باطنی بیماریاں محسوس نہیں ہوتیں کہ میرے اندر یہ بیماری ہے، یہ بیماری ہے، یہ بیماری ہے، یہ محسوس نہیں ہوتیں، اگر محسوس ہو تو اس کا علاج معلوم نہیں ہوتا علاج معلوم ہو تو پرہیز معلوم نہیں ہوتا، علاج پرہیز دونوں معلوم ہوں اور شفاء ہوجائے تو یہ سمجھتے ہیں میں ابھی بیمار ہوں، بعض دفعہ شفا نہیں ہوتی یہ سمجھتا ہے شفا ہوگئی ہے تو کوئی مبصر ساتھ ہو کوئی دینی مشیر ساتھ ہو، کوئی راہبر ساتھ ہو وہ بتاتا سمجھاتا ہے پھر جاکے اللہ کے غیر نکل جاتے ہیں دل کی صفائی ہوجاتی ہے۔ تو جب انسان اللہ کے غیروں کو نہیں نکالے گا تو دل کے اندر اللہ کی محبت نہیں آتی۔

ایک عالم کی اصلاح کا واقعہ

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک عالم شخص میرے پاس آئے۔ ان کے ساتھ کچھ طلباء بھی تھے تو میں نے ان کی حرکات وسکنات سے محسوس کرلیا کہ ان میں تکبر کی بیماری ہے تو میں نے ان کو کہا کہ مولانا آپ کے اندر تکبر کی بیماری ہے ان کا علاج کرنا چاہئے، کہتا ہے نا حضرت میرے اندر تکبر کی بیماری نہیں ہے (حضرت نے فرمایا) اچھا نہ سہی مجھے پھر کیا ضرورت ہے میں نے خیر خواہی سے مشورہ دیا آپ نہ مانیں نہ سہی۔ فرماتے ہیں پانچ سال کے بعد وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ حضرت واقعی میرے دل کے اندر تکبر کی بیماری ہے اب علاج کردیجئے تو میں نے کہا جی

اے مولوی صاحب اگر آپ اس وقت علاج کرلیتے تو کہاں سے کہاں پہنچ جاتے اس وقت آپ تو یہ بات معلوم نہیں ہوتی انسان کو۔ تکبر ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں الکبریاء ردائی بڑائی جو ہے میری چادر ہے فمن نازعنی...... جو اس میری چادر کو لینا چاہے میں اسکی گردن توڑ دوں گا۔

روحانی امراض اللہ کا غیر ہیں

یہ اللہ کا غیر ہے کہ نہیں ہے؟ حسد ہے۔ آدمی کسی کی عزت دیکھ کے، کسی کی مال ودولت دیکھ کے جلتا ہے کوشش کرتا ہے اس کے پاس یہ نہ رہے اور مجھے مل جائے آپ سمجھے اس شخص کو عزت دی مال دیا دولت دی بیوی بچے دیئے کس نے دیئے؟ اللہ تعالی دینے والے ہیں گویا اللہ کی تقسیم پر ناراض ہورہا ہے۔ اللہ نے فیصلہ غلط کیا معاذ اللہ استغفر اللہ۔ یہ اللہ کے غیر ہیں کہ نہیں؟ اسی طرح جتنی بھی باطنی بیماریاں ہیں سب اللہ کے غیر ہیں جب تک یہ دور نہیں ہونگی صفات حمیدہ پیدا نہیں ہوں گی اللہ کا صحیح اور قوی تعلق جس کو احب اور اشد محبت کہتے ہیں جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے۔ اللھم اجعل حبك احب الی من نفسی واھلی ومن الماۤء البارد۔ کہ یا اللہ سب سے زیادہ محبت آپ کی ہو۔ وہ پیدا نہیں ہوگی جب تک یہ رذائل دور نہیں ہوں گے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا ایک واقعہ

آپ نے واقعہ سنا ہوگا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ دہلی کی جامع مسجد میں جاتے تھے تو پگڑی جو باندھی ہوئی ہوتی تھی آگے آنکھوں پر ڈال لیتے تھے کسی نے پوچھا حضرت! آگے پگڑی ڈال لیتے ہیں کیا وجہ ہے؟ فرمایا کیا بتاؤں جی جتنے بھی آدمی بیٹھے ہوتے ہیں کوئی بندر معلوم ہوتا ہے، کوئی سور معلوم ہوتا ہے، کوئی بلی معلوم ہوتا ہے، کوئی کتا معلوم ہوتا ہے مختلف جانور معلوم ہوتے ہیں میں اس سے گھبرا جاتا ہوں اس واسطے میں پگڑی کو آنکھوں پر رکھتا ہوں تا کہ کوئی نظر نہ آئے مجھے، انہوں نے کہا مجھے تو سب انسان معلوم ہو رہے ہیں حضرت نے اپنی پگڑی اس کے سر پر رکھ دی تب وہ گھبرا گئے کہ واقعی ایسے نظر آ رہا ہے یہ شکلیں کیوں تھیں؟ جو بری بات اس کے اندر ہوتی ہے جس جانور کی بری بات ہے ویسے شکل اس کی ہو جاتی ہے۔خنزیر بے حیا ہے جو بے حیا ہو اس کی خنزیر کی شکل دکھائی دیتی ہے۔ ایسے کل قیامت کو بھی ہوگا، ایسے ہی قبر میں بھی ہوگا، یہ سانپ بچھو جو ہیں ہمارے اعمال بد آ جائیں گے وہاں، یہ اخلاق بد آ جائیں گے وہاں۔قیامت میں ''وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ط'' ہر شخص جو کرتوت کرتا تھا نظر آ جائے گا وہاں۔ کتا حریص جانور ہے کتے کی شکل میں آ جائے گا۔لومڑی چاپلوسی کرنیوالی ہے اس شکل میں آ جائے گا غرض کہ جس جانور کی بات ہوگی اس کی شکل میں آ جائے گا۔تو یہ جانوروں والی خصلتیں دور کرنی پڑیں گی۔ حیوانیت دور کرنی پڑے گی جب جا کے انسان مہذب بنے گا تہذیب یافتہ بنے گا اس سے پہلے نہیں بن سکتا وہ۔

ایک عالم کی اصلاح کا واقعہ

چھچھ کے علاقے کے ایک عالم صاحب حضرتؒ کے پاس حاضر ہوئے ان کی کوئی ایسی حرکت تھی جس پر بڑا ڈانٹا ان کو۔کسی نے کہا کہ حضرت یہ بڑے عالم ہیں آپ نے ان کو بڑا ڈانٹا ہے فرمایا میں کب کہتا ہوں یہ عالم نہیں ہے میں کہتا ہوں یہ انسان نہیں ہے۔انسان انسانیت سے انسان تہذیب سے ہے جب تہذیب نہیں تو انسان جانوروں کی طرح ہے۔تو اسی واسطے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میرے پاس وہ آئے جس کو نفس پر آرے چلانے ہوں۔آنکھ تقاضہ کرتی ہے دیکھنا، نہیں دیکھنا، کان تقاضہ کرتا ہے سننا، نہیں سننا تو اللہ تعالیٰ کی محبت جبھی آئے گی، اشد محبت، احب محبت اس وقت ہوگی جب تمام غیروں کو نکالیں گے ہم، جب آئے گی ورنہ اگر آپ ان کے پیچھے لگے رہے تو پھر آپ کے دل میں اللہ کی محبت نہیں آئے گی، مرنے کے بعد جہاں پیش ہونا ہے وہاں کیا جواب دیں گے پھر؟ اس واسطے فرماتے ہیں جو یہ چاہے کہ میرے دل میں اللہ کی محبت سما جائے تو اس کو اللہ کے ساتھ صحیح اور قوی تعلق پیدا کرنا چاہیے۔

دنیا جیب میں ہو دل میں نہ ہو

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دنیا جو ہے ہاتھ میں بے شک رکھو، جیب میں بے شک رکھو لیکن دل میں نہیں رکھو۔ دل جو ہے یہ غیروں کیلئے نہیں ہے بت خانہ نہیں ہے کہ اس میں بتوں کو بسالو اگر دل کے اندر اللہ کے غیروں کی محبت آ گئی تو مٹی بن جائے گا پھر دل۔ خدا کی محبت کہاں سے پیدا ہوگی تو اللہ کی محبت پیدا کرنا بڑا ضروری ہے۔

حصول محبت الٰہی کے پانچ نسخے

کہتے ہیں اللہ کی محبت کیسے حاصل ہو؟ یہ سوال پیدا ہوتا ہے اللہ کی محبت کیسے حاصل ہو۔ فرماتے ہیں یہ موٹی بات ہے جو اہل محبت ہیں ان کے ساتھ بیٹھو اٹھو باتیں سنتیں رہو ان سے خط و کتابت رکھو ہوتے ہوتے تمہارے دل میں بھی محبت سما جائے گی۔

دوسری بات محبت مانگنا بھی شروع کرو اللہ سے دعا کرنی شروع کردو،

تیسری بات ان غیروں کو نکالو جو اللہ کے غیر ہیں برے اخلاق ہیں، غیر مہذب اخلاق ہیں، تہذیب والے اخلاق پیدا کرو، مہذب انسان بن جاؤ۔

اور چوتھی بات یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں جو انعامات آپ کے اوپر ہیں ان کو گننا شروع کرو، سوچنا شروع کرو، جو نعمت آپ کو محسوس ہوتی جائے اس پر منعم کا جس نے آپ کو نعمت دی اس کا شکر ادا کرو، شکر ادا کرتے رہو میرے اللہ نے مجھے یہ دیا یہ دیا یہ دیا پھر محبت ہو جائے گی۔

اور پانچویں بات یہ ہے کہ جو جو احکام انہوں نے دیئے ہیں جب آپ کی محبت مضبوط ہوگی تو پھر تو شوق ہوگا نیک کام کرنے کیلئے پھر تو رغبت ہو جائے گی ایسی رغبت ہو جائے گی جیسے کھانے پینے کی رغبت ہوتی ہے، گناہوں سے ایسے نفرت ہو جائے گی جیسے پیشاب پاخانے سے گھن آتی ہے۔ نیک اعمال کرو۔ دل چاہتا ہے گناہوں کے لئے تو اس کو چھوڑو۔ بہ تکلف، ہمت کرکے، تمام گناہوں کو چھوڑو اور نیکی کے کام کرو، نیک اعمال کرو، جب ہم باقاعدہ مانتے رہیں گے مانتے رہیں گے تو ہم کو محبت پیدا ہو جائے گی عمل میں یہ خاصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا ہوجاتی ہے۔

ہر عمل سنت کے مطابق ہو

فرماتے ہیں عمل بھی اس طرح کرنا ہے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا ہے۔ مامور بہ طریق سے سنت کے طریق سے، جس طرح ہمارے راہنما، رہبر نے بتایا ہے اس طرح عمل کرنا چاہئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نمونہ بنا کر بھیجا ہے تمام اعمال کرکے دکھائے جنابؐ نے شادی کے غمی کے عبادت کے معاملات کے ہر کام کرکے ہمیں بتادیئے جیسے سرکار نے فرمایا ہے اس طرح عمل کرنا ہے مامور بہ طریق سے اور یہ نہیں آج کیا کل چھوڑ دیا دو دن کیا دو دن چھوڑ دیا ایک مہینہ کیا پھر چھوڑ دیا نہیں ایسا نہیں۔ دواماً کرنا ہے، استقامت کے ساتھ کرنا ہے چاہے کچھ بھی دل پر گزرے ہمت کرکے عمل کرتے رہیں، عمل کرنا ہے مامور بہ طریق سے کرنا اور دواماً کرنا اور ہر عمل کرتے ہوئے یہ نیت کرنا کہ میرے دل کے اندر اللہ کی محبت آ جائے، بہ نیت ازدیاد محبت، عمل کرنا دوام کے ساتھ کرنا، مامور بہ طریق سے کرنا اور اس نیت سے کرنا کہ اللہ کی محبت میرے دل کے اندر آ جائے، محبت کی بھیک بھی مانگنی ہے، اللہ تعالیٰ کا کہنا بھی ماننا ہے ان کی نعمتوں کو بھی سوچنا ہے اور محبت والے لوگ جو ہیں ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا ہے۔

ان کے ملنے والوں سے راہ پیدا کر

حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب فرمایا کرتے تھے:

ان سے ملنے کی ہے ایک ہی راہ
ان کے ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اگر ان کو چاہتے ہو تو جو اُن کو چاہنے والے ہیں ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا چاہیے باقی ان شاء اللہ کل بیان کریں گے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

مجالس حسنہ اول

ازافادات

قطب الارشاد عارف باللہ

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ

اہم عنوانات

۱۔ توکل وتفویض
۲۔ ٹی وی کی تباہ کاریاں
۳۔ تبلیغ کا حکم اور اس کا طریقہ
۴۔ گناہوں سے اجتناب اور اس کا حکم
۵۔ اللہ کی محبت اور اس کے ثمرات
۶۔ حضورؐ کی شان رحمت شفقت اور محبت
۷۔ اہتمام طلب مغفرت
۸۔ دُعاء

ملنے کا پتہ: مکتبہ فتحیہ متصل جامعہ محمدیہ عربیہ نواب شاہ

مجالس حسنہ دوم

ازافادات

قطب الارشاد عارف باللہ

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ

اہم عنوانات

۱۔ صحبت اہل اللہ
۲۔ نسخۂ انابت حق
۳۔ نسخۂ معیت حق
۴۔ فرضیت اصلاح نفس
۵۔ رضائے حق کیلئے مجاہدہ
۶۔ آخرت سنوارنے کا فکر
۷۔ استحضار موت وآخرت
۸۔ ترجیح الآخرت
۹۔ حصول قرب ورضا
۱۰۔ یوم الحساب
۱۱۔ عورتوں کی خصوصیات اللہ کی نظر میں

ملنے کا پتہ: مکتبہ فتحیہ متصل جامعہ محمدیہ عربیہ نواب شاہ

علماء، طلباء، واعظین، طالبین، سالکین کیلئے بیش بہا تحفہ

خطبات الحفیظ (جلد اوّل)

ازافادات: حضرت عارف باللہ قطب الارشاد ڈاکٹر حفیظ اللہ سکھروی مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ

خلیفۂ مجاز: حضرت اقدس مفتی محمد حسنؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور

١ بسم اللہ کی برکات
٢ دنیا سے دل نہ لگاؤ
٣ توجہ کیجئے
٤ رحمتِ الٰہی سے مایوس مت ہوں
٥ خاتمہ بالایمان کی فکر کریں
٦ پانچ نعمتوں کی قدر کریں
٧ پردۂ خواتین قرآن وحدیث کی روشنی میں
٨ فکرِ آخرت
٩ نماز سنت کے مطابق پڑھنے کا طریقہ
١٠ شیطانی وساوس اور اُن کا علاج
١١ نیک صحبت کے فوائد
١٢ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو

ترتیب وتدوین: مفتی عبدالرؤف رحیمی

باہتمام: حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہ، امام مسجد باب الاسلام اناج بازار سکھر

ناشر: مکتبہ فتحیہ متصل جامعہ محمدیہ عربیہ نوابشاہ 0301-3818440

حفاظ وقراء کے لیے انمول تحفہ

متشابہات کے حاشیہ والا سولہ سطری

قرآنِ مجید

چند اہم خصوصیات

۱۔ پورے قرآن میں مکرر آیات کی تعداد اور محلِ وقوع کا ذکر۔

۲۔ ملتی جلتی آیات کے درمیان فرق کی وضاحت۔

۳۔ وہ کلماتِ قرآنیہ جو لکھنے میں اور طرح اور پڑھنے میں دوسری طرح ہیں ان کی نشاندہی۔

۴۔ تلاوت میں پائے جانے والے عیوب کی نشاندہی۔

۵۔ طلباء کی دلچسپی کے لیے قرآنی معلومات پر مشتمل دو صفحات۔

اور دیگر کئی خوبیوں پر مشتمل نسخہ۔

ترتیب و تخریج مفتی عبدالرؤف رحیمی

ملنے کا پتہ: مکتبہ فتحیہ متصل جامعہ محمدیہ عربیہ لطیف آباد نمبر ۲، نواب شاہ

خطبات الحفیظ

0301-3818440